(عظیم مسلم فاتح)

مقصود شیخ

علم و عرفان پبلشرز
40-اردو بازار لاہور
فون: 042-7352332-7232336

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب .... محمد بن قاسم عظیم مسلم فاتح
ترتیب و تحقیق .... مقصود شیخ
پبلشرز .... علم و عرفان پبلشرز
مطبع .... زاہدہ نوید پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ .... رفاقت علی
سن اشاعت .... مارچ 2010ء
قیمت .... -/200 روپے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

عزیزہ حنا شیخ

کے

نام

جس کے ساتھ ذہنی ہم آہنگی میرا سرمایہ ہے

فہرست مضامین

☆......کتابی شکل میں ملنے کے پتے......☆

خزینہ علم وادب الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور
مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور
اسلامی کتب خانہ، فضل الٰہی مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
کتاب گھر کمیٹی چوک، راولپنڈی
علی سٹیشنرز، حیدری چوک، لالہ موسیٰ
رحمٰن بک ہاؤس اُردو بازار، کراچی
احمد بک کارپوریشن اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی
مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد
مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار، راولپنڈی
گڈ بکس شاپ صدر بازار، راولپنڈی
بختیار سنز قصہ خوانی بازار، پشاور
بنگش بکڈپو اردو بازار، سیالکوٹ
ماڈرن بکڈپو سیالکوٹ کینٹ
کھوکھر بکسٹال مسلم بازار، گجرات
بلال بکڈپو، گجرات
کتاب مرکز امین پور بازار، فیصل آباد
کتب خانہ مقبول عام امین پور بازار، فیصل آباد
شریف سنز کارخانہ بازار، فیصل آباد
کارواں بک سنٹر، ملتان کینٹ
دارالکتاب کالج روڈ، لیہ
الیاس کتاب محل کچہری بازار، جڑانوالہ
ڈار برادرز تحصیل بازار، جہلم
جالندھر بکڈپو، ڈسکہ
یونائیٹڈ بک ہاؤس، کچہری روڈ، منڈی بہاؤالدین
شائلہ بک ایجنسی محلہ چوہدری پارک، ٹوبہ ٹیک سنگھ
میاں ندیم مین بازار، جہلم
اسلامی کتب خانہ، حافظ آباد
کارواں بک سنٹر، بہاولپور
گلیکسی بکس، خان آرکیڈ، کچہری روڈ، سرگودھا
النور بک کارنر محمدی پلازہ، میر پور آزاد کشمیر

مکتبہ قابل اردو بازار، لاہور
کتاب سرائے الحمد مارکیٹ اردو بازار، لاہور
فہیم بکڈپو، راجپوت مارکیٹ اردو بازار، لاہور
اشرف بک ایجنسی کمیٹی چوک راولپنڈی
فضلی سنز اردو بازار، کراچی
ویلکم بک پورٹ اُردو بازار، کراچی
کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
سعید بک بنک اسلام آباد
کیپٹل بکڈپو، اردو بازار، راولپنڈی
سعید بک بنک، پشاور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار، پشاور
حافظ بک ایجنسی اقبال روڈ، سیالکوٹ
بک سنٹر اردو بازار، سیالکوٹ
پنجاب بکڈپو سرکلر روڈ، گجرات
سلطان بک پیلس، گجرات
فائن بکس امین پور بازار، فیصل آباد
نیو مکتبہ دانش امین پور بازار، فیصل آباد
مقبول بک ایجنسی چوک پاک گیٹ، ملتان
الکریم نیوز ایجنسی، اوکاڑہ
چوہدری بکڈپو مین بازار، دینہ
عمر بک سنٹر جی ٹی روڈ، سرائے عالمگیر
شکیل بکڈپو، سمندری
مسلم بک لینڈ، بینک روڈ، مظفر آباد
نیو وہاڑی کتاب گھر، جناح روڈ، وہاڑی
ہلال کاپی ہاؤس لیاقت روڈ، میاں چنوں
نیو نفیس بکڈپو مین بازار، میانوالی
خالد کتاب محل، سیالکوٹ روڈ، اگوکی
پاکستان بکڈپو مین بازار، جلال پور جٹاں
جہلم بک کارنر، جہلم
منور بک ڈپو گجرات

پیش لفظ

میری آنکھیں پرنم ہیں۔ میرے قلم میں اتنی سکت نہیں کہ آج کے پرفتن دور میں بیٹھ کر جب مسلمان روبہ زوال اور مادہ پرستی کا شکار ہیں اور غیر اقوام ہم پر اس طرح ٹوٹ پڑی ہیں جیسے بھوکے کھانے پر پلتے ہیں' مسلمانوں کے زریں اَدوار کی تاریخ کا تجزیہ کروں تاریخ کے ایک ادنیٰ طالب علم اور ایک باغیرت مسلمان کی حیثیت سے مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنی تحریروں کو یکطرفہ استعمال کروں اور غیر اقوام پر خوامخواہ کا کیچڑ اچھالوں جب اپنے ہی غیروں سے مل کر آشیانہ تباہ کرنے پر تل جائیں تو غیروں سے کیا گلا وہ تو ہیں ہی غیر بہرکیف قلم کو واپس موضوع پر لاتے ہیں مسلم شکست و ریخت کا یہ عمل صدیوں پر محیط ہے یہ چند سالوں یا چند شخصیات کی بدولت وقوع پذیر نہیں ہوا سب سے پہلے ہمارے سیاسی' معاشی اور معاشرتی نظاموں کو توڑا پھوڑا گیا پھر ہم میں پھوٹ ڈلوا کر ہمارا شیرازہ بکھیر دیا گیا۔ آج روئے زمین پر شاذ ہی کوئی حقیقی طور پر ''آزاد اور خودمختار'' اسلامی ریاست ہوگی مسلم ریاستوں کی باگ ڈور غیروں کے منظور نظران روشن خیال ہاتھوں میں ہیں جن کی غیر اسلامی سوچ کی بدولت مسلمانوں میں علم و تحقیق کے سرچشمے سوکھے پڑے ہیں اور demoralisation عام ہیں برطانوی تھنک ٹینک کے یہ الفاظ کہ پچھلے چھ سو سال میں مسلم دنیا کا انسانی ترقی میں کوئی قابل ذکر حصہ نہیں ہے (Contribution) اس امر کی غمازی کرتے ہیں حالانکہ اس صورتحال کے ذمہ دار بھی پس پردہ وہی ہیں میرا عاجزانہ جواب یہ ہے کہ انگریزوں نے بنی نوع انسان کو زبردست ایجادات دیکر ترقی سے ہمکنار تو کر دیا لیکن وہ عیسائی معاشرے کے علاوہ کسی انسانی معاشرے کو فلاح (Welfare) نہ دے سکا اور پوری دنیا کو ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اجارہ داری کے حوالے کر دیا آج پورے گلوب میں بدامنی اور قتل و غارت کا ذمہ دار بھی مغرب ہی ہے البیرونی نے زمین کا قطر دریافت کر کے ایک علمی کاوش کو جنم دیا تھا عیسائیوں نے اس علمی کاوش کو تحقیق کے پلڑے میں ڈال کر کرہ ارض میں بسنے والے اربوں انسانوں کو ون کلچرون تہذیب کی فضا میں گھسیٹ لیا ہے جس کا قدرتی ردعمل ''مزاحمت (Resistance)'' ہوگا۔

ایک مظلوم عورت کی فریاد اور پکار پر حملہ کرنے کے تاریخی اور مستند واقعے کو مفروضہ تسلیم بھی کر لیا جائے جیسا کہ کئی غیر مسلم مورخین کی سوچ اور دعویٰ ہے تب بھی قرون وسطیٰ کا مسلمان نہ ظالم تھا اور نہ شقی القلب۔ ادبی جستجو اور علمی مہم جوئی تو تسلیم شدہ ہے لیکن ہوس زمین اور مال و زر ثابت نہیں ہوتا صرف اور صرف ایک سوچ کارفرما نظر آتی ہے اور وہ اللہ سبحان و تعالیٰ کے پیغام توحید اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قائم کردہ عدل و انصاف پر مبنی مثالی فلاحی اسلامی معاشرے کو دنیا میں بسنے والی دوسری اقوام اور اُن کی تہذیبوں سے روشناس کروانا تھا۔ یہ ایک ایسا نظریہ تھا جس کا اظہار سکندر اعظم کے ذریعے یونانی تہذیب نے کیا (چاہے اس کا طریقہ جیسا بھی رہا ہو) اسی قسم کا اظہار طاقتور لیکن انسان دوست مسلم تہذیب کا قدرتی حق تھا طاقت بہر حال اظہار چاہتی ہے ہمارے اسلاف دنیا کو وہ انصاف پہنچانے کے خواہش مند تھے جو ان کے ہاں پوری شان و شوکت کے ساتھ نافذ تھا وہ معاشرتی انصاف' عالمی بھائی چارہ' انسانی مساوات اور انسانی اقدار کی تعظیم جیسے نظریات کو لیکر نکلے اور دنیا ان کے قدموں میں ڈھیر ہوتی گئی اگر کسی سورما نے قوم پرستی کے جذبات سے مغلوب ہو کر مسلمانوں کے بڑھتے قدموں کو روکا بھی تو جوش پر ہوش کے غالب آنے پر مسلمانوں

کے آنے کی حقیقت سمجھ گیا اور مسلمانوں کا حلیف بننا پسند کیا۔

یہ امر باعث تعجب ہے کہ پاک، ہند کی تاریخ کے کارناموں میں سندھ میں عربوں کے عہد اقتدار یا عہد برتری کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے غیر مسلم مورخین یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ عربوں کے سندھ میں گزارے دور نے برصغیر کے ثقافتی ورثے میں کوئی قابل ذکر اضافہ نہیں کیا عام طور پر عربوں کو لٹیرے باور کروانے کی کوشش کی جاتی ہے جو وادی سندھ کی دولت لوٹنے، وسائل پر قبضہ جمانے اور لوگوں کو تہہ تیغ کرنے آئے تھے جب ان کے مقاصد حاصل ہو گئے تو وہ صحرا کی ریت کی مانند بکھر گئے ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ہندو مسلم علیحدہ تشخص اور ثقافت کی بنیاد رکھی ایسے خیالات رکھنا اور پھر ان پر قائم رہنا جہالت' لاعلمی اور تعصب کے سوا کچھ نہیں۔ میں ایسے نظریات کو علمی بددیانتی اور حقائق سے نظریں چرانا قرار دونگا کیونکہ انسانی تاریخ حالات' واقعات کا ایک وسیع کینوس ہے جس پر اصل اور نقل رنگوں کا استعمال جھوٹے استدلال کی قلعی کھول دیتا ہے۔

عرب قرون وسطی میں ثقافت اور تہذیب کی شمع روشن کیے ہوئے تھے علم' تحقیق کے انکے لازوال ذوق' شوق نے ہی دنیا کو ماضی کے پوشیدہ علوم سے روشناس کروایا وگرنہ خزینے مدفون ہی رہ جاتے عربوں نے نہ صرف ماضی کی علمی تحقیق کو آگے بڑھایا بلکہ اس میں اپنا حصہ بھی ڈالا جو تاریخی حوالوں سے یکتا ہے۔ محمد بن قاسم جیسے باکردار اور اعلیٰ ظرف انسان پر کتاب لکھنا صرف جنگی واقعات' عربوں کی بہادری' چانکیہ کے پیرو کاروں کی عیاری و مکاری اور سندھ میں راجا داہر اور برہمن ظالمانہ نظام کو اجاگر کرنا ہی مقصود نہیں بلکہ ہندوستان اور عربوں کے ملاپ سے جنم لینے والے تاریخی ورثے اور ثقافتی رنگ کا جائزہ لینا اور آنے والی نسلوں کے لیے غیر جانبدار تجزیہ پیش کرنا ہے عرب تین صدیوں تک وادی سندھ پر حاکم رہے انکی حاکمیت کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

2۔عباسی امراء کا عہد

3۔المنصورہ اور ملتان کی آزاد سلطنتوں کا عہد

وادی سندھ پر عربوں کی حاکمیت' پاک ہند تاریخ کا ایک روشن باب ہے حضرت محمد ﷺ نے عرب کے صحراؤں میں جو شمع جلائی تھی اس کی کرنیں سندھ کی سرزمین پر بھی پڑیں اور کفر کے اندھیرے چھٹ گئے یہیں سے پھیلے اثرات نے آگے بڑھ کر سارے ظلمت کدے کو منور کر دیا۔

موجودہ کام کا مقصد عربوں کے اس درخشندہ دور کی یاد تازہ کرنا ہے اور تاریخ کے نوجوان قاری کو مسلم اکابرین کی لازوال قیادت' جذبہ جوش جہاد اور علم' تحقیق کی جستجو سے آگاہ کرنا ہے آٹھویں صدی عیسوی کے سیاسی ماحول، تب کے مسلمانوں کی سوچ اور عمل اور کفار کے بنائے سماجی' معاشرتی اور سیاسی نظاموں کا تجزیہ اس کتاب کا حصہ ہے۔ کتاب ہذا کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے حصہ اول سندھ کی قدیم تاریخ کے متعلق ہے اور حصہ دوئم محمد بن قاسم ثقفی کی فتوحات اور اقدامات پر مشتمل ہے اس کتاب میں کتابیات کا صفحہ بھی شامل ہے۔ برائے جوابی اظہار رائے ای میل ایڈریس حاضر خدمت ہے۔

مقصود شیخ

mqsd_khalid@yahoo.com

لمحہ فکریہ

یہ اس زمانے کی بات ہے جب مسلمان حقیقتاً مسلم ایمان (مسلمان) تھے۔ مسلمان اپنی انفرادی ذات سے بالاتر ہو کر امت مسلمہ کی سربلندی کی بات کرتے تھے وہ محض صحراؤں اور بیابانوں میں رہنے والے لوگ نہ تھے بلکہ ایک مارشل قوم تھے۔ ان کا نظریاتی ٹکراؤ یہود و نصاریٰ' آتش پرستوں اور رومیوں (آج کے امریکیوں) سے تھا۔ جس قوم کا نظریاتی نظام مضبوط و منضبط ہوگا وہی فتح کی حق دار ٹھہرتی ہے۔ طاقت کا توازن ہو یا نہ ہو ایمان وایقان کا توازن مسلمانوں کے حق میں تھا۔ جہاد فی سبیل اللہ اور نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کا لایا عدل و انصاف پرمبنی نظام اس وقت کی دریافت شدہ دنیا تک پہنچانے کے لئے تن من دھن کی بازی لگا دی جاتی تھی مسلمانوں کے سیاسی' سماجی' معاشرتی، فوجی اور سب سے بڑھ کر نظریاتی نظام کی مضبوطی نے حریف اقوام کے گھٹنے ٹیک دیے تھے۔

آج 21 ویں صدی میں معاملہ اس کے برعکس ہے مسلمانوں کے پاس نہ اپنا سیاسی نظام ہے اور نہ معاشی اور معاشرتی نظام ہے اسلامی نظریات سے وابستگی محض رسمی کارروائی ہے عملی طور پر اسلامی معاشرے کے تار پود بکھر کر رہ گئے ہیں۔ اغیار بھیس بدل کر ہماری صفوں میں گھس آئے ہیں۔ اگر ہماری قلعہ بندیاں درست ہوتیں تو ہمفرے جیسا برطانوی جاسوس دس برس تک بغداد کی ایک مسجد میں امامت نہ کروا پاتا اور مسلمانوں میں فرقہ بندی کے بیج نہ بوتا۔

ایک وہ بھی وقت تھا جب راجر بیکن اسپین کی مسلم درسگاہ میں داخلے کا متمنی تھا اس کے باوجود کہ اس کے ہم وطن اسے ''کافروں'' کے دیس میں جانے سے منع کرتے تھے اس کا استدلال تھا کہ میں مسلمانوں سے علم وتحقیق جیسے فنون سیکھنے جا رہا ہوں چنانچہ راجر بیکن یہاں آیا' پڑھا لکھا اور علم کے خزینے اپنے دماغ میں بھرنے کے ساتھ ساتھ معروف مسلم اکابرین ابن خلدون، البیرونی، ابن رشد اور محمد ابن موسیٰ الخوارزمی جیسے کئی اہل علم کے تحقیقی کاموں کے اصول نسخے بھی ہمراہ لے گیا علوم وفنون کے ان پاور پلانٹس نے یورپ کے ظلمت کدوں کو اجالوں میں تبدیل کر دیا آج کا سائنسی طور پر ترقی یافتہ یورپ بھی قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کے علمی کارناموں کا معترف ہے۔ ماضی کی مضبوط مارشل قوم سے تعلق پر فخر کرنے والا آج کا منتشر مسلمان اپنے نظریاتی حریفوں کے سفارتخانوں کے سامنے قطار در قطار کھڑا اپنی حرمت کا سودا کرنے پر مصر ہے جعلی کاغذات' وکیلوں وظیفوں، دعاؤں، ٹوٹکوں اور ایجنٹوں کا سہارا لیا جاتا ہے تاکہ ویزے کا حصول ممکن بنایا جا سکے یہ جستجو علوم وفنون کے حصول کی نہیں بلکہ پاؤنڈوں اور ڈالروں کی کھنک کی ہے امت مسلمہ فارن ایکسچینج کی بھول بھلیوں میں کھو گئی ہے۔ آج کا مسلمان ہنود و یہود کے پھیلائے جال میں پھنس کر نہ مارشل رہا اور نہ مسلمان۔ صرف چند رسمیں پوری کرنے سے مسلمانیت نہیں آتی آج کے مسلم کی اپنی زبان ہے اور نہ کلچر آج کی تعلیم یافتہ مسلم ماں بچے کو السلام علیکم کی بجائے Hallo اور Shake Hand سکھانا پسند کرتی ہے جبکہ غیر تعلیم یافتہ ماں کو شعوری محتاجی ہے مسلم دنیا میں معاشرتی انصاف کے فقدان اور استحصالی نظام کے شیطانی

پنچوں کی بدولت مسلم ممالک برین ڈرین (اعلیٰ دماغوں کا ملک سے نکل جانا) کا شکار ہیں جبکہ اوسط اذہان (جو اکثریت میں ہیں) غیر ممالک میں جا کر گھٹیا اور رذیل کام کرنے پر بھی عار محسوس نہیں کرتے جس سے قومی غیرت پر حرف آتا ہے ایک طرف تو ہم خود کو اللہ کی برگزیدہ قوم ثابت کرنے پر تلے نظر آتے ہیں دوسری طرف اعمال و معاملات سے روگردانی عام ہے مسلم معاشرہ بے سمتی بے حیائی و بے پردگی اور بدنظمی کا بدترین نمونہ ہے اقتدار کی کرسیوں پر نااہل افراد متمکن ہیں جو تمام اخلاقی قدروں سے عاری ہیں مسلم معاشرے کو اعلیٰ اور بامقصد علم کی بجائے سطحی اور عیامیانہ انگریزی اور اردو تعلیم سے مزین کر کے Crippled قوم تیار کی جارہی ہے تاکہ ترقی پسند مسلم اذہان کی بجائے یرغمالی دماغ تیار کیے جائیں اور چند مخصوص کلاسیں اور طبقے اقتدار پر قابض رہ کر اپنا الو سیدھا کر سکیں اور بیرونی ایجنڈوں پر عمل کر سکیں ان چند طبقوں نے کروڑوں کو یرغمال بنا رکھا ہے یہ طبقے جو بااثر اور باہم مربوط ہیں ملی بھگت سے کبھی آٹا غائب کرتے ہیں کبھی چینی اور کبھی گھی قوم کو آئے دن بجلی اور گیس کی قیمتوں میں اضافے کے جھٹکے لگا لگا کر آدھ موا کیا جارہا ہے لیکن جس دن سولہ کروڑ کی غیرت اور قومی حمیت جاگ اٹھی ان استحصالی طبقوں کو روئے زمین پر چھپنے کی صرف ایک جگہ ملے گی اور وہ ہوگی زمین کی آغوش۔

آج ہمیں کسی حجاج بن یوسف اور محمد بن قاسم کی تلاش ہے جو محکوم مسلمانوں کو مسلمانوں کے بھیس میں ہنود و یہود کے ایجنٹوں سے آزاد کروا کر مسلمانوں کا اپنا (indigneous) فکری اور عادلانہ نظام نافذ کرے اگر ڈنمارک میں Umar Law نافذ ہو سکتا ہے فرانس فاروق اعظم کے عدالتی نظام سے استفادہ کر سکتا ہے اگر برطانیہ اسلام کی فلاحی ریاست کے ماڈل کو کاپی کر سکتا ہے۔ تو ہمیں کیا تکلیف ہے؟ آج کی دنیا ون کلچر ون تہذیب اور ون ورلڈ کے دہانے پر ہے مسلمان خاص نشانے پر ہیں آئے روز اکابرین میں سے کسی نہ کسی کی ذات پر کیچڑ اچھالا جارہا ہوتا ہے جو نہ صرف غیر اخلاقی بلکہ غیر انسانی ہے کیونکہ ایک انسانی اصول ہے !Of the dead nothing یعنی مرنے کے بعد مرحوم انسان کے بارے میں کوئی ہرزہ سرائی نہ کی جائے۔ اس کے کھاتے بند اس سے بڑی کیا برائی ہوگی کہ ایک شخص دنیا میں موجود نہ ہو اور اس کے بارے میں بے سروپا باتیں پھیلائی جارہی ہوں۔

مسلمان تہذیبی' تمدنی' تعلیمی' سیاسی' معاشی' معاشرتی اور اخلاقی انحطاط کا شکار ہیں ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ بے سمتی کا شکار ہے تعلیم برائے نوکری کا تصور عام ہے تعلیم برائے علم ناپید اور روبہ زوال ہے۔

محمد بن قاسم نے ہندی علوم و فنون کو تباہ نہیں کیا بلکہ ترقی دی البتہ بتوں اور جھوٹے خداؤں کو اسلامی معاشرے میں جگہ نہیں دی۔ کتاب کے مطالعے سے مسلمانوں کو روحانی اور غیبی مدد کی اہمیت اجاگر ہوگی جیسے طارق بن زیاد کو زیارتِ نبوی ﷺ ہوئی۔ ''طارق نے دیکھا کہ آپ ﷺ جنگی لباس میں ملبوس تھے اور فرمارہے تھے کہ میں اسپین جارہا ہوں۔ تم بھی وہاں پہنچو۔'' یہ کوئی معمولی اشارہ نہیں جس نے طارق بن زیاد کو حوصلہ بخشا اور اس نے کشتیاں جلادیں۔ آج ہمیں بھی ویسے ہی کشتیاں جلانے کی ضرورت ہے۔

محمد بن قاسم کی کم سنی' فتوحات اور نظام عدل نے اس کے عہد کے لوگوں کو اس کا گرویدہ کیا بنایا متعصب ہندو اس کی ذات کو عورتوں سے منسلک کر کے چاند کو گرہن لگانے کے درپے ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ اس کے حرم میں سینکڑوں عورتیں تھیں ایک دوسرے موقعے پر محمد بن قاسم سے

منسوب دو خواتین کے واقعہ کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے مذکورہ خواتین کو مبینہ طور پر محمد بن قاسم کی طرف سے خلیفہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے روانہ کیا گیا تھا کہانی کے مطابق خلیفہ نے مذکورہ دونوں لڑکیوں کو کنواری نہ پا کر وجہ پوچھی تو ان کی طرف سے بتایا گیا کہ انہیں خلیفہ کے پاس آنے سے پہلے محمد بن قاسم کے حرم کی زینت بنایا گیا۔

مذکورہ واقعہ نہ صرف محمد بن قاسم بلکہ خلیفۃ المسلمین کی ذات پر کیچڑ اُچھالنے کی بھونڈی اور مکروہ کوشش ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہندوستان پر یورش کے دوران ہندوؤں نے کئی مواقعوں پر خوبرو لڑکیوں کو بطور ہتھیار استعمال کر کے اپنے مضموم مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن ہر موقع پر محمد بن قاسم نے اپنے کردار کی عظمت، ارادے کی مضبوطی اور شاندار قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت ہر سازش ناکام بنادی۔

نیرون کی فتح سے پہلے اور بعد ہندو پروپیگنڈا عروج پر تھا۔ ہندو بنیا چاہتا تھا کہ مسلمانوں کو عورتوں کے حوالے سے ہوس پرست اور عام عوام کے حوالے سے ظالم اور قاتل ثابت کیا جائے کچھ ایسا ہی پروپیگنڈا کر کے ہندو آبادی میں خوف و ہراس پھیلا دیا گیا تھا لیکن جب محمد بن قاسم کی طرف سے عام معافی کا اعلان کیا جاتا تو ہر سو خوشی وشادمانی پھیل جاتی۔

محمد بن قاسم کے خلاف غیر مسلم مورخین کے جھنجھلائے رویے کا تجزیہ کیا جائے تو اس کے پس منظر میں وہ ہندو چالیں ہیں جو نا کامیاب ہونے پر برہمن کے لیے سوائے جھنجلاہٹ اور کم مائیگی کے مرض میں مبتلا ہونے کے کوئی اور صورت نظر نہیں آتی۔ اگر محمد بن قاسم اکبر شہنشاہ کی طرح اپنے حرم میں خوبرو ہندو لڑکیاں بھر لیتا اور ہندوؤں کے زیرِ اثر آ کر اسلام مخالف اقدامات کرتا اور بھٹکے انسانی دماغ کی اختراع ''دینِ الٰہی'' جاری کر دیتا تو ہندو دانشور اُسے بھی ''عظیم محمد بن قاسم'' قرار دیکر اپنی تاریخ کی حصہ بناتے۔ تاریخ شاہد ہے جس مسلمان حکمران اور سپہ سالار نے دینی احکامات پر صدق دل سے عمل کرنے کی سعی کی اور خلاف شرع اقدامات کی توجیہ نہ کی ہندوؤں نے اُسے ظالم قرار دے ڈالا۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کے بارے میں ہندوؤں کا رویہ اس بات کی بین مثال ہے۔

قوم کی ایک بیٹی کے خیالات میں معزز قارئین تک پہنچانا اپنا فرض سمجھتا ہوں تاکہ احوال درست کیئے جاسکیں۔

علم ترقی کا زینہ

علم ہی ترقی کا اصل زینہ ہے۔ جس قوم نے علم حاصل کیا اور تحقیق کی وہ آگے بڑھ گئی اور جس قوم نے علم کو فضول سمجھا وہ پسماندہ اور جاہل رہ گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ طاقتور قوموں نے اسے اپنا غلام بنالیا۔ یہ کہنا کہ یہ ترقی اور سائنس کا دور ہے اور ہر شخص آزاد ہے شاید کسی حد تک درست ہو مگر حقائق کچھ اور ہی بولتے ہیں۔ ہر طاقتور شخص اور قوم نے دوسرے کو کسی نے کسی انداز میں غلام بنا رکھا ہے۔ اب غلامی کا انداز ذرا ماڈرن ہوگیا ہے۔ پاکستان بھی ابھی تک غلامی کے دور سے گزر رہا ہے، جاگیرداروں اور وڈیروں نے قوم کو غلام بنا رکھا ہے، یورپین اقوام اور امریکہ نے ان وڈیروں کو غلام بنا رکھا ہے۔ یہ وڈیرے جو اپنی قوم کے سامنے آقا بنے ہوتے ہیں انگریزوں اور امریکیوں کے قدموں میں جا گرتے ہیں۔ غلامی کی ان زنجیروں کو توڑنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم سائنسی علوم اور تحقیق کو عام کریں۔ اپنے نوجوانوں کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھائیں اور انھیں آگے بڑھنے کے تمام تر مواقع بہم پہنچائیں۔ ہمیں اپنا نظام تعلیم سائنسی بنیادوں پر استوار کرنا ہوگا۔ آرٹس کا سسٹم ختم کر دینا چاہیے، یہ سسٹم جہالت اور بے

روزگاری کا سبب بن رہا ہے۔ تعلیم سائنسی اور ٹیکنیکل ہونی چاہیے تا کہ ایک نوجوان تعلیمی ادارے سے فراغت کے بعد تعلیم یافتہ ہنر مند بن کر نکلے اور بے روزگاری کا شکار نہ ہو۔ اس طرح حکومت پر بھی نوکریاں فراہم کرنے کا دباؤ کم ہوگا۔ ایف اے اور بی اے میں نوجوان ٹیکنیکل علوم میں مزید تحقیق کرے اس طرح ہمارے ہاں ایجادات زیادہ سے زیادہ ہوں گی۔ ان نوجوانوں کا تعلق فیکٹریوں سے جوڑ دیا جائے اس طرح صنعتی انقلاب آ جائے گا۔ درآمدات میں کمی اور برآمدات میں اضافہ ہونے سے خوشحالی آئے گی۔ یہ کتنی بدقسمتی ہے کہ ہمارے ذہین نوجوان بیرون ملک جا کر ان اقوام کو فائدہ پہنچا رہے ہیں جو نوجوان باہر جانے سے رہ جاتے ہیں انھیں یہاں ترقی کے مواقع نہیں ملتے۔ وہ بے چارے یہاں گھٹ گھٹ کر زندگی گزار دیتے ہیں۔ اگر ہمارے ذہین نوجوان یونہی بیرون ملک جاتے رہے تو پھر ہماری قوم میں صرف جاہل ہی رہ جائیں گے یا پھر وہ پڑھے لکھے جن کی ذہنی سطح بہت نیچی ہے یعنی جن کا مینٹل لیول کم ہے جو حکمران اپنی قوم کی عزت کرتے اور اس کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں ان حکمرانوں کی پوری دنیا میں عزت ہوتی ہے جو حکمران اپنی قوم پر ظلم کرتے ہیں وہ غیر ملکی طاقتور حکمرانوں کے آگے گھٹنے ٹیکتے ہیں۔ اگر حکمران خلوص نیت سے پاکستان کو ترقی دینا چاہتے ہیں تو انھیں جاگیرداری نظام کا خاتمہ کر کے تعلیم اور ہنر کو عام کرنا ہوگا۔

قبل از محمد بن قاسم کی تاریخ

جزیرہ نما بھارت کو یونین آف ہندوستان لکھنا بے جا نہ ہوگا بلکہ علمی اور تاریخی اعتبار سے بھی درست ہوگا۔

______ء	رسالتماب حضرت محمد ﷺ کا دُنیا سے پردہ فرما جانا۔
633ء	خلیفۃ المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں شام کا فتح ہونا
638ء	مسلمانوں کی ایران پر یلغار سُپر پاور ایران کو روندنا اور شاہِ ایران کا فرار
650ء	شاہِ ایران کا مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کرنا اور شکست کھانا
664ء	عرب جرنیل مہلب ابن صفرہ کا ہندوستان کے سرحدی مقامات پر حملہ کرنا اور ملتان تک پیش قدمی کرنا، یہ ہندوستان میں عربوں کی پہلی آمد تھی۔
690ء	حجاج بن یوسف کے حکم پر عبدالرحمٰن کا کابل پر حملہ اور اُسے فتح کرنا
711ء	محمد بن قاسم کی سمندر کے راستے ہندوستان آمد
712ء	عربوں کی ہندوؤں کے خلاف مہمات، فتوحات
713ء	مسلمانوں کی ماوراالنہر میں پیش قدمی اور خراسان میں اقتدار کو مستحکم کرنا۔
714ء	خلیفہ ولید کا حسد اور محمد بن قاسم کا ناحق اور بہیمانہ قتل

رائے چچ کی سلطنت کا نقشہ

صوبہ برہمن آباد

سوسان

اسکلندہ

ملتان

روجیان بودھیہ حدودمکران جہنکان کوہستان

تلواریہ چاچ پور

نیرون دیبل لوہانہ لکھا سمہ

سکہ برہماپور کرور اشتہار کمبھ کشمیر
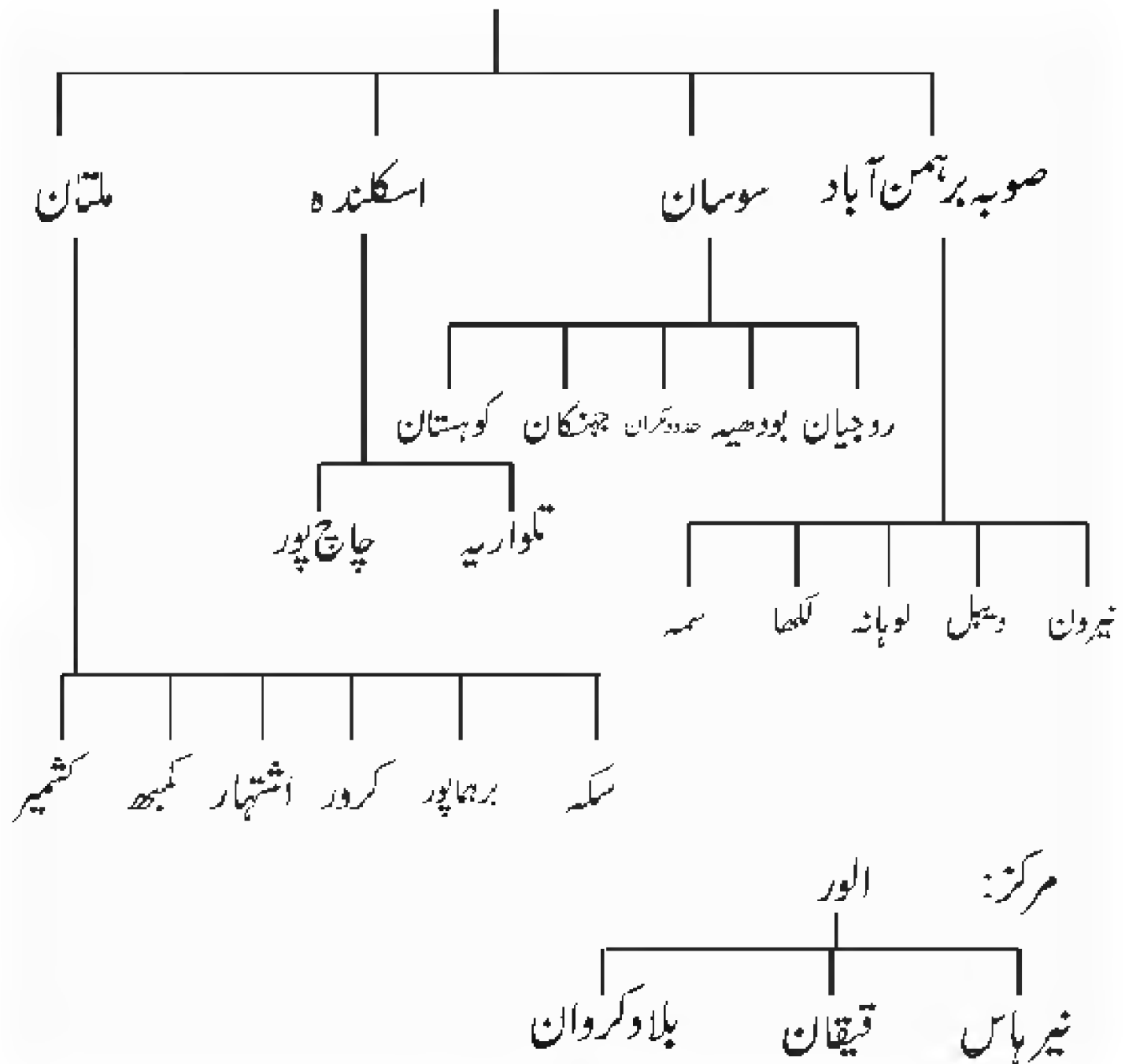
محمد بن قاسم

(عظیم مسلم فاتح)

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے 11 ھ میں دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد نوخیز ایمان والوں کے قدم ڈگمگا گئے' ہر سُو طرح طرح کی باغیانہ آوازیں گونجنے لگیں حتیٰ کہ دین سمٹ کر مکہ اور مدینہ تک رہ گیا۔

ان پر فتنہ حالات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عنان خلافت سنبھالتے ہی توفیق الٰہی اور سرکار دو عالم کی تربیت کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ انتظامی کام کیے جنہیں اسلامی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا گیا آپؓ نے مرتدین کو زیر کیا اور مثنیٰ بن حارثہ کو اس کے قبیلے کا سردار بنایا اس ایک حکم کے دور رس نتائج برآمد ہوئے حارثہ قبیلے کی ایک کثیر تعداد مشرف بہ اسلام ہوئی اور ایرانی مہم کے لئے ایک لشکر جرار تیار ہو گیا جس نے آگے چل کر حضرت خالد بن ولید کی سپہ سالاری میں ملک عراق اور شام میں شاندار فتوحات رقم کیں 13 ھ میں حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے زریں دور میں ایران فتح ہوا اور حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایرانی ایمپائر کو روند کر علم اسلام بلند کیا۔ اسلامی فتوحات نے ایک دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ مسلمانوں کا جنگی مورال اور شوق جہاد انہیں چین سے بیٹھنے نہ دیتا تھا سپاہیانہ تربیت اور جہاد کی تیاری ہی اس دور میں مسلمان کا مقصد حیات تھا ان کے لئے دنیا حقیقی معنوں میں ایک سرائے تھی جہاد کے علاوہ مسلمانوں کا تجارتی سفر کرنا اور تحقیق' جستجو کرنا بھی تاریخی روایات سے ثابت ہے عربی گھوڑوں کی تجارت اور عربی تلوار کی سمندر پار بڑی مانگ تھی ایسے ہی پچاس عربی گھوڑوں سے بھرا جہاز لیکر عرب سراندیپ اترے تھے اور ایک نئی داستان تاریخ کا انمٹ حصہ بنی تھی عرب تمام جہاں جاتے ان سے نئے دین اور ان کی فتوحات کے متعلق کئی سوالات کیے جاتے وہ ان تمام سوالات کا جواب دیتے اور دین اسلام کے ہر پہلو کو اجاگر کرتے۔ عرب تاجروں نے اخلاق' کردار سے ہر خاص' عام کو متاثر کیا مسلمانوں کے طرز حیات کے ان پہلوؤں پر آگے چل کر سیر حاصل بحث شامل کتاب ہوگی۔

جہاد ایران نے عربوں کو اس خطے کی طرف راغب کیا 15 ھ میں چند جوشیلے ہندوستان کے سرحدی علاقوں میں وارد ہوئے لیکن یہ کوئی مہم جوئی نہ تھی بلکہ فاتحین کا جوش فتوحات میں آگے بڑھنا اور طاقت کا مظاہرہ کرنا کہا جا سکتا ہے۔ یہ بڑھتے قدم حضرت عثمان بن ابی عاصی کے تھے جنہیں والی بحرین' عمان مقرر کیا گیا تھا عثمان بن عاصی نے اپنے بھائی حکم کو بحرین بھیجا اور خود عمان چلے گئے اس کے ساتھ ہی انہوں نے تھانہ کی طرف ایک لشکر روانہ کیا گو مہم سمندری اور خطرناک تھی اور عربوں کے ہاں کوئی نامور جہاز راں بھی نہ تھا مزید یہ کہ عرب سمندر سے خائف تھے لیکن عثمان کی الوالعزمی نے عربوں کے خون کو گرما دیا تھا اور مہم کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

عثمان کے لئے باعث تشویش امر یہ تھا کہ فاروق اعظمؓ کی طرف سے اس مہم کی اجازت نہ تھی لیکن چونکہ مذکورہ مہم شوق جہاد میں کی گئی تھی

اس لئے عثمان بن عاصی نے تمام معاملات اور مہم جوئی کی تفصیلات دربار فاروقی میں پیش کر دیں حسب توقع حضرت عمرؓ کا ردعمل سخت تھا آپؓ نے فرمایا ''اے بردار ثقفی تم نے کیڑے کو لکڑی کے تختے پر بٹھا کر خطرناک مہم پر بھیج دیا خدا کی قسم اگر لشکر کا جانی نقصان ہو جاتا تو میں اتنی ہی تعداد تمہارے قبیلے سے لیکر قتل کروا دیتا'' اس واقعے سے یہ نتیجہ نکالنا زیادہ مشکل نہیں کہ خلیفۃ المسلمین مسلمانوں کی جان و مال کی حرمت اور حفاظت کے بارے میں واضح خیالات رکھتے تھے اور بلا وجہ قتال کے حامی نہ تھے۔

حضرت عمرؓ ایک بردبار اور مستقبل میں جھانکنے والی عظیم المرتبت شخصیت تھے ایسی شخصیات صدیوں میں جنم لیتی ہیں آپؓ نے مکران کی فتح کے بعد مال غنیمت لیکر لوٹنے والے صحار عبدی سے جب وہاں کے حالات دریافت کئے تو وہ یوں گویا ہوا ''اے امیر المومنین! مکران وہ سرزمین ہے جس کے میدان پتھریلے ہیں جہاں پانی کی قلت ہے' پھل فروٹ میں ذائقہ نہیں ہے مقامی لوگ سازش کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے نیکی نام کو نہیں جہاں ہر طرف شیطان کی پوجا کی جاتی ہے ایک بڑی فوج بھی وہاں کے اعتبار سے کم ہے اور تھوڑی فوج کا صفایا ہو جائے گا مکران سے آگے وسیع و عریض سرزمین ہے لیکن خطرات سے بھرپور''

حضرت عمرؓ نے پیامبر کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے فرمایا ''تم پیامبر ہو یا شاعر'' اس نے جواب دیا ''پیامبر'' اس رپورٹ کو سن کر خلیفۃ المومنین نے حکم بن امر کو ہدایات بھیجیں کہ فی الوقت مکران اسلامی سلطنت کا مشرقی سرحدی علاقہ ہوگا اور مزید کوئی لشکر کشی نہ کی جائے۔ خلیفہ کا حکم موصول ہونے پر اسلامی فوج کے کمانڈر نے برجستہ کہا اگر امیر المومنین ہمیں آگے بڑھنے سے نہ روکتے تو ہم اپنے لشکر کو فاحشاؤں کے مندر تک لے جاتے اس زمانے میں اندرون سندھ میں ایک ایسا ہندو مندر موجود تھا جہاں فاحشہ عورتیں اپنی آمدنی کا ایک حصہ بطور نیاز چڑھاتی تھیں۔ دراصل حضرت عمرؓ علقمہ بن زمد لجی کی فوج کے سمندر برد ہونے پر پرملال تھے یہ مہم خود آپؓ نے بیس ہزار جانبازوں کے ساتھ سلطنت روم کے خلاف بھیجی تھی آپ نے جوش غمی میں قسم کھائی کہ اب بحری راستے سے کوئی فوجی مہم روانہ نہیں کی جائے گی۔ جب حضرت عمرو بن عاص نے دریائے نیل کے پار ایک نیا شہر ''خیرہ'' آباد کیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے حکم دیا کہ ایسے کسی مقام پر قیام نہ کرو جہاں میرے اور تمہارے درمیان پانی رکاوٹ ہو مقام ایسا ہونا چاہیے کہ جب چاہوں اپنے اونٹ پر سوار ہو کر تم تک پہنچ جاؤں۔

عہد فاروقی میں حضرت سعد بن ابی وقاص جیسے جلیل القدر جرنیل نے جہاں دریائے دجلہ کو عبور کر کے ایرانی سلطنت کا غرور خاک میں ملا دیا تھا وہاں ایک ایسی شخصیت بھی موجود تھی جس نے 15ھ میں اپنے طور پر ہندوستان پر چڑھائی کر کے اپنے شوق جہاد کو پورا کیا یہ شخصیت حضرت عثمان بن ابی عاصی ثقفی کی تھی انہوں نے اپنے بھائی مغیرہ بن ابی عاصی کو دیبل پر حملہ کرنے کی مہم سونپی مغیرہ نے دیبل پر کامیاب حملہ کیا اور دشمن کو شکست دیکر بہت سا مال بطور غنیمت حاصل کر کے لوٹے ایک دوسری مہم میں عثمان کے ایک دوسرے بھائی حکم عثمان بن ابی عاصی نے دیبل سے آگے بڑھ کر گجرات تک لشکر کشی کی یہ مہمات کوئی منظم قرار نہیں دی جا سکتیں یہ بجلی کی طرح گریں' دھماکہ کیا اور پھر کہیں اور جا کر نمودار ہوتی تھیں۔ بہرکیف ان مہمات نے ہندوستان کے دروازے پر دستک دیکر اسلام کی ابھرتی طاقت کا تعارف کروایا 22ھ تک نہاوند' ہمدان' ماوند' فارس اور خراسان جیسے شہروں پر اسلام کا علم لہرا دیا گیا تھا صرف کرمان' سیلستان اور مکران باقی رہ گئے تھے مکران کے گورنر ابو موسیٰ اشعری نے مکران کو زیر کنٹرول کر لیا تھا

لیکن اس پر قبضہ مستحکم کئے بغیر واپسی نے مقامی باغیوں کو شہہ دی اور انہوں نے بغاوت کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور عربوں کی وہ نسل جس نے حضرت محمد ﷺ کو بچشم خود نہیں دیکھا تھا صحابہ کرام کی صحبت نے انہیں بھی کندن بنا ڈالا تھا ان لوگوں کو تو بس اللہ وحدہٗ لاشریک اور اس کے نبی آخر الزمان ﷺ کی خوشنودی کی طلب تھی وہ تلواروں کے سائے تلے جوان ہوئے تھے دین کی نشر، اشاعت اور دین پر فدا ہونے کی تمنا ہی ان کی زندگیوں کا حاصل تھا۔ وہ روشن دماغ، جدت پسند، جری، نڈر (fearless) غیور اور سب سے بڑھ کر خوف خدا کے جذبے سے سرشار تھے اگر انہیں دربار فاروقی سے اجازت مل جاتی تو انہوں نے ساری دنیا کو زیروزبر کر دیا تھا خشکی کے راستے انہوں نے وقت کی سپر پاورز ایران اور روما کو الٹا دیا تھا مشرق کی جانب سمندر نے انہیں روک لیا اور وہ ہند کی حدود سے آگے نہ بڑھ سکے کیونکہ انہیں اجازت نہ تھی۔

جب حضرت عثمان غنیؓ نے 3 محرم 24 ھ کو خلافت سنبھالی اپنی خلافت کے آغاز ہی میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز جو رشتے میں ان کے ماموں زاد تھے کو سیستان کی مہم کے لئے روانہ کیا یہ مہم کابل کے حصول کے لئے تھی سیستان عہد فاروقی میں مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا تھا لیکن کابل ہنوز خود مختار تھا ایک سخت اور خونریز لڑائی کے بعد کابل مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا کابل کی فتح ہندوستان کے دروازے پر دستک تھی مسلمانوں نے کابل پر باقاعدہ حکومت قائم نہ کی بلکہ انتظام انصرام ٹھیک کرنے کے بعد واپس لوٹ گئے کچھ ہی عرصے میں کابلیوں نے غلامی کا جوا اتار پھینکا اور بغاوت کر دی۔

شورش کی رپورٹیں ملنے پر حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو والئی بصرہ کے عہدے سے ہٹا کر حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز کو نامزد کر دیا ابوموسیٰ اشعری نرم طبیعت اور گوشہ نشین قسم کے شخص تھے چونکہ مشرقی مقبوضات والئی بصرہ کے ماتحت آتے تھے اس لئے اس پوزیشن پر کسی سخت مزاج اور معاملہ فہم شخصیت کی ضرورت تھی حضرت عبداللہ کا تقرر نہایت موزوں تھا۔

ابن عامر نے آئے روز کی بغاوتوں کے اسباب کی تحقیق کی تو جان گیا کہ مقامی لوگ عربوں کے طریقہ جنگ اور عادات' اطوار سے واقف ہو گئے ہیں وہ جان گئے ہیں کہ عربوں سے لڑ کر جیتنا ناممکن تھا چنانچہ اطاعت میں ہی عافیت ہے۔ یہ لوگ کچھ عرصہ رہ کر چلے جائیں گے قتل' غارت عربوں کا شیوہ نہ تھا' مفتوحین سے جزیہ لیکر انہیں تحفظ فراہم کرتے تھے عربوں کی اس پالیسی اور رحم دلی کی بدولت بغاوتیں پھوٹ رہی تھیں چنانچہ عربوں کو ایک ہی شہر کئی مرتبہ فتح کرنا پڑتا۔ عبداللہ بن عامر نے خراسان کی مہم کی خود نگرانی کی اور مجاشع بن مسعود سلمیٰ کو کرمان پر چڑھائی کے لئے مامور کیا مجاشع نے سیرجان' کرمان' جیرفت' قفقص پر اسلام کا ہلالی پرچم لہرا دیا ادھر سیستان میں ربیع بن زیاد مرثی آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا اور راستے میں آنے والے ہر قلعے پر بزور شمشیر قبضہ کرتا جاتا تھا جہاں پر مزاحمت بڑھتی وہاں لاشیں بھی زیادہ گرتیں وگرنہ ہتھیار ڈالنے پر مسلمان معاف کرنے پر تیار ہوتے تھے فدیہ' جزیہ اور مال' زر لیکر وہ اہل شہر کو امان دے دیتے تھے اس زمانے کے دستور کے اعتبار سے مفتوحین کے لئے یہ کوئی مہنگا سودا ہرگز نہ ہوتا تھا اگر کہیں پر اہل قلعہ یا شہر نے بھرپور مزاحمت کی سعی کی بھی تو وہ اپنی عزت' غیرت کی وقعت اور نام کی لاج رکھنے کے لئے تھی وگرنہ عرب مسلمانوں کے اخلاق اور فن سپاہ گری نے طاقت کا توازن ان کے حق میں کر دیا تھا تمام اقوام میں یہ خبر پھیل چکی تھی کہ یہ عرب قبل از اسلام دور جاہلیہ

والے لوگ نہ تھے جن کا کام ہی مال' زن کی لوٹ مار اور قتل' غارت تھا بلکہ یہ نہایت مہذب با اخلاق اور پیکر شفقت تھے یہی وجہ تھی کہ ہر آنے والے علاقے میں عرب بعد میں پہنچتے تھے ان کی شہرت اور نیک نامی پہلے ہی پہنچ چکی ہوتی تھی اس پس منظر میں مسلمانوں کو اپنی ہیبت برقرار رکھنے کے لئے کئی مرتبہ فرضی حکمت عملی اختیار کرنا پڑتی تھی زرنج شہر کے محاصرے کے طول پکڑنے پر اہل شہر نے عاجز آ کر اظہار اطاعت کی درخواست کی شہر کے مرزبان نے درخواست کی کہ اگر اجازت ہو اور جان کی امان ہو تو وہ خود امیر لشکر کی خدمت میں حاضر ہو' اجازت ملنے پر جب وہ ربیع بن زیاد کی خدمت میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ربیع ایک لاش پر بیٹھا ہوا ہے اور دوسری لاش کو تکیہ بنایا ہوا ہے یہ دیکھ کر کہ سارے مسلمان اسی حالت میں تھے وہ دہل گیا واپس جا کر اس نے جو احوال سنایا' اس نے مسلمانوں کی دہشت ان کے مخالفین کے دل میں بٹھا دی اس طرح طاقت کے توازن کے ساتھ دہشت کا توازن (Balance of Terror) بھی مسلمانوں کے حق میں ہو گیا۔

عبداللہ بن عامر کو ان شاندار ہستیوں کی خدمات میسر تھیں جنہوں نے اپنی چشم سے حضور نبی کریم کا دیدار مبارک کیا تھا ایسی ہی ہستیوں میں ایک حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ تھے زرنج اور کش کا درمیانی علاقہ انہی مقدس صحابی کی تلوار کے سائے میں ملت اسلامیہ کے دامن عافیت میں آیا۔

ابن سمرہ ہی وہ صحابی ہیں جن کی سرفروشی کی بدولت موجودہ بلوچستان کا کچھ علاقہ بھی فتح ہوا تب کی دنیا کے نقشے پر بلوچستان نام کا کوئی علاقہ' صوبہ' یا ملک نہ تھا موجودہ بلوچستان سندھ کا ایک حصہ تھا اور سندھ کی سرحدیں مکران اور سیستان تک ملی ہوئی تھیں ابن سمرہ بت شکنی میں بھی سرفہرست نظر آتے ہیں رخج اور دوران کے علاقے فتح کرنے کے دوران حضرت عبدالرحمٰن کو کوہ زور فتح کرنے کا موقع ملا یہ جگہ ایک مندر اور اس میں رکھے سونے کے بت کے حوالے سے مشہور تھی مقدس صحابی نے اللہ اکبر کی لازوال تکبیروں کی گونج میں کوہ زور کو فتح کیا اور بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بت کی یاقوت کی آنکھیں زمین پر پڑیں بت کی بے چارگی کا منہ چڑا رہی تھیں ابن سمرہ نے مال' زر کو چھوا بھی نہیں اور بت کے پجاری سے مخاطب ہو کر کہا کہ مجھے اس سونے اور یاقوت سے کوئی غرض نہیں' یہ تمہارے ہیں۔ میں تمہیں دکھانا چاہتا تھا کہ بت کی حیثیت کیا ہے' اس طرح اس صحابی رسول نے سارا ملک سیستان فتح کر کے اور وہاں پر علاقے میں اپنے عامل مقرر کر کے ان علاقوں میں شورش پر قابو پایا اور خود زرنج واپس چلے گئے۔

بقول بلاذری حضرت عثمانؓ نے ملک ہند کے حالات جاننے کے لئے رپورٹ طلب کی تھی لیکن تاریخی واقعات میں ایسی کسی سوچ کا پتہ نہیں ملتا۔

ادھر مسلمانوں کی تلوار ملت اسلامیہ کی حدود میں مسلسل اضافہ کئے جا رہی تھی ادھر خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنیؓ کی المناک شہادت نے اسلامی قوت کو سخت نقصان پہنچایا خلیفہ ذوالنورین کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ مسلمانوں کے خلیفہ بنے آپ نے وسیع پیمانے پر انتظامی تبدیلیاں کیں اور عہد عثمانؓ کے مقرر کردہ تمام عاملین کو ان کے عہدوں سے سبکدوش کر دیا انہی عاملوں میں حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرہ بھی شامل تھے ابن سمرہ کے علاقے سے جاتے ہی شورش پسند عناصر نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔

مسلمانوں کی باہمی خانہ جنگی نے جلتی پر تیل کا کام کیا مشرقی مقبوضات پر گرفت ڈھیلی پڑتے دیکھ کر خلیفۃ المسلمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پے در پے مہمات روانہ کیں لیکن خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلنے پر ثغار صغیر کی سربراہی میں ایک مضبوط فوج علاقے میں بھیجنے کا فیصلہ کیا اس فوج نے کوہستان'

فیضان پر بھرپور لشکر کسی کی قیقانی کوہستانیوں کے ایک لشکر جرار کا مقابلہ کرتے ہوئے جب عرب فوج چاروں اطراف سے گھر گئی تھی اس زور کا اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا گیا کہ مخالف لشکر پر ہیبت طاری ہوگئی خوف دہشت کے عالم میں دشمن فوج کے کئی سپاہی مسلمانوں سے آملے اور مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ ہجرت کے 38 ویں سال حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں حارث بن مراول عابدی خلیفۃ المومنین کی اجازت سے ایک عام رضا کار کی حیثیت سے اس علاقے میں وارد ہوا وہ اور ان کے ساتھی سرزمین قیقان پر جو خراسان کی سرحدوں کے نزدیک سندھ میں واقع تھا42 ہجری میں واصل بحق ہوئے۔

44 ہجری (664 عیسوی) میں عہد امیر معاویہ میں مہلب بن سفرہ نے اسی محاذ پر چڑھائی کی اور بنا اور الور تک بڑھتا چلا گیا یہ علاقہ ملتان اور کابل کے درمیان واقع تھا قیقان کی سرزمین پر مہلب کا راستہ اٹھارہ ترک گھڑ سواروں سے ہوا جن کے گھوڑوں کی دُمیں کٹی ہوئی تھیں وہ تمام بے جگری سے لڑے لیکن عرب تلوار کو نیچا نہ دکھا سکے اور اسلامی پرچم سرنگوں نہ کرسکے مہلب نے ان جنگجوؤں کے بارے میں مزید تفصیلات طلب کیں تا کہ موثر منصوبہ بندی سے آئندہ ان کی طرف سے ممکنہ حملوں کی روک تھام کی جا سکے۔ ان ترکوں کی بہادری سے متاثر ہو کر مہلب نے اپنے گھوڑوں کی دُمیں کاٹ دیں اس طرح مہلب مسلمانوں میں سے پہلا جنگجو تھا جس نے گھوڑوں کے ساتھ یہ کام کیا۔

سیستانی بیلٹ میں آئے روز بغاوتوں کو فرو کرنے کے لیے حضرت علیؓ نے رفقا کے مشورے سے زیاد کو والی خراسان مقرر کیا زیاد کی شہرت سیاست کے سمجھنے والوں میں سے ہوتی تھی اور اس نے ان علاقوں میں حکمت اور تدبیر کے ساتھ مختلف گروہوں کو کمزور کیا اور پھر قابو پا لیا اسی زیاد نے خود کو حضرت علیؓ کے اعتماد کے اہل ثابت کیا اسے شومئی قسمت کہیے کہ اسی زیاد کی اولاد نے خانوادئے رسول پر ظلم ڈھائے اور تاریخ کی سیاہی اپنے منہ پر مل لی۔ گویا مسلمانوں میں سیاسی بدنظمی اور خانہ جنگی کے باوجود مکران' سیستان اور ہندوستان کے سرحدی علاقوں پر مسلمانوں کی یلغار جاری رہی اس دوران بہادری اور جانبازی کی سینکڑوں داستانیں رقم ہوئیں عرب مسلمانوں کا جذبہ جہاد جنون کی حدوں کو چھو رہا تھا' اس مقصد کے لیے وہ راہ میں کسی اور مقصد یا جذبے کو حائل ہونے نہ دیتے تھے ایسے ہی ایک مجاہد حارث بن مرہ مبدی تھے جنہوں نے قیقان کی جنگ میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے قیقان کی فتح کے بعد بھی ان کے قدم رکے نہ رکتے تھے اس جذبے سے سرشار ہو کر خاسان کی سرحد کے قریب دشمنوں سے معرکہ آرا تھے کہ جام شہادت نوش کر گئے ان تمام واقعات کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے سندھ اور متصل علاقے نئے تھے بلکہ جذبہ جہاد انہیں اس دور افتادہ اور گمنام حصوں میں لے آیا تھا انہوں نے سفری صعوبتوں کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی۔ 15ھ سے لیکر 44ھ تک ان علاقوں پر عربوں کی یورش وقفے وقفے سے جاری رہی۔

چچ نامہ کے بقول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد جب امیر معاویہ مسند خلافت پر بیٹھے تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن سوار کو قیقان پر مضبوط ہاتھ ڈالنے کی ذمہ داری سونپی۔ حضرت امیر معاویہ نے کوہستان قیقان کے خوبصورت گھوڑوں کی بھرپور تعریف کی تھی۔ ابن سوار فوج میں اپنی فیاضی اور راشن سپلائی کے سبب خاصے معروف تھے کہتے ہیں کہ ان کے کسی لشکری کو چولہا گرم نہیں کرنا پڑتا تھا یعنی ان کا خوراک کی رسد کا انتظام نہایت منظم تھا اپنی دوسری مہم میں عبداللہ بن سوار ترک گروہوں کے ساتھ مڈبھیڑ میں معہ اپنے ساتھیوں کے شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہوئے اور خاک قیقان میں پنہاں ہوئے۔

44ھ میں مہلب بن ابی صفرہ نے ہندوستان کا جہاد کیا مہلب عبدالرحمٰن بن سمرہ کے اہم فوجی سرداروں میں سے تھے مہلب نے ہندوستان پر حملے کے لئے ایک نئے راستے کا انتخاب کیا یہ راستہ سب کے لئے نیا تھا اس سے قبل کئے گئے تمام حملے کابل تک آ کر رک جاتے تھے مہلب نے کابل اور پشاور کے پہاڑی دروں کو کامیابی سے عبور کیا اور پنجاب میں لاہور پر حملہ آور ہوا فتوحات حاصل کرتا' دشمنوں کو زیر نگیں کرتا مہلب مال غنیمت سمیٹ کر فخر انبساط کے ساتھ واپس لوٹا۔

حضرت امیر معاویہ کے دور میں مشرقی علاقوں میں کارروائیاں جاری رہیں' مجاہد بدلتے گئے لیکن کارواں چلتا گیا ہر ایک نے اپنی بساط کے مطابق حصہ ڈالا امیر معاویہ کے بعد عبدالمالک بن مروان خلیفہ بنا خلافت اب خلافت نہ رہی تھی بلکہ شہنشاہیت میں تبدیل ہو چکی تھی خلیفہ عبدالملک کے دور میں اسلامی سلطنت کو خاصا دوام ملا اس وقت تک عرب مسلمانوں کی طرف سے ہندوستان پر براہ راست حملہ کرنے کے کوئی شوائد تاریخ سے نہیں ملتے وہ باقاعدہ طور پر سندھ سے آگے نہیں گئے تھے ہاں البتہ بے قاعدگی میں اپنے طور پر کوئی شیر سوار ساحلی علاقوں میں گھس کر مال اکٹھا کر لاتا ہو باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ کوئی مہم جوئی نہ کی گئی تھی ماضی کی پے در پے مہمات کے زور' شور میں کئی انگریز مورخین جیسے تاریخ راجستھان کے مصنف کرنل ماڈ راجپوتانہ پر مسلمانوں کی سندھ کے راستے چڑھائی کو غلط ادوار میں ڈال بیٹھے ہیں جو تاریخی حقائق کے برعکس ہے۔

سندھ چونکہ ہندوستان کا دروازہ تھا چنانچہ اس دروازے سے داخل ہونے والوں کا ریکارڈ جاننا بھی تاریخ کے قاری کے لئے باعث دلچسپی ہوگا چچ نامہ' فتح نامہ سندھ' فتوح البلدان بلاذری جیسے فن پاروں کا مطالعہ بھی یہ بتانے سے قاصر ہے کہ آریاؤں کی اس علاقے میں آمد سے قبل کے حالات کیا تھے اور ہندوستان کا نام کیا تھا بہر کیف آریاؤں نے اس ریگستانی مصیبت زدہ زمین کو ''سندھو'' کا نام دیا ان کی زبان میں سندھو کا مطلب دریا تھا اور دریا سے مراد دریائے اٹک ہے جو تب کے ہندوستان کے وسیع علاقے کو سیراب کرتا تھا جوں جوں ان پر پنجاب کے سات دریاؤں اور مسیح دور کی سرسوتی ندی کا عقدیہ کھلا انہوں نے سندھو کے الفاظ کے ساتھ سپتا (سات) لگا دیا۔ انگریزوں کی تحقیق کے مطابق آریاؤں کی ہند آمد قبل از مسیح کا زمانہ بتایا جاتا ہے جیسے جیسے آریا لوگ مشرق میں آگے بڑھتے چلے گئے انہوں نے اپنے مقبوضات کو ''آریہ ورت'' کا نام دینا چاہا لیکن علاقے میں ایرانی اثرات کی بدولت آریہ ورت کے نام کو پذیرائی نہ مل سکی اور لفظ سندھو ہی بولا جاتا رہا زمانے کے تصرفات نے اسے سندھو سے سندھ میں بدل دیا سندھ سے کئی علاقوں میں ''سند'' بولا جاتا رہا جو بعد میں ہند بن گیا۔

وقت اپنی رفتار سے چلتا رہا مغربی ہند کے باسی خود کو سندھی کہلوانا پسند کرتے تھے کیونکہ وہ سندھ کو اپنا وطن قرار دیتے تھے جبکہ وہ علاقے جنہیں آریہ ورت کہا گیا' ہند کہلائے ابتدا میں غیر قومیں ہند اور سندھ میں امتیاز کو نہ سمجھ سکی اور کئی جگہ سارے علاقے کو سندھ کہا جاتا رہا یا سارے علاقے کو ہند پکارا جاتا رہا عرب بھی اسے سندھ کے علاقوں سے تعبیر کرتے رہے۔

قدیم سندھ موجودہ ہندوستان سے بھی بڑا نظر آتا ہے جنوب مغرب میں سندھ کی سرحدیں ایران کے ساتھ ملتی تھیں جنوب کی سمت میں بحرہ عرب ٹھاٹھیں مارتا تھا جنوب مشرق میں کچھ کا علاقہ تھا جو راجپوتانہ اور جیسلمیر کے ریگزاروں میں سے ہوتا ہوا شمالی کوہستان تک چلا گیا تھا شمالی ہند کا سارا مغربی حصہ اور کشمیر قلمروئے سندھ کا حصہ تصور کیا جاتا تھا۔

مسلمانوں کی آمد کے وقت سندھ کا رقبہ عرض بلند 23 درجے سے 35 درجے بہ لحاظ طول بلد تقریباً 62 درجے سے 71 درجے

سندھ کی سرزمین کی رونق اور سرسبزی کا راز

زمین ریگستانی دریائے سندھ

موسم شدید گرم گورے کو کالا کرنے والی دھوپ

سندھی صحرائی جہاز اونٹ (اونٹ اور سندھی جدا نہیں رہ سکتے)

زبان سندھی (سنسکرت کا بگڑا نمونہ)

لوگ جفاکش

آبادی اکثریت مسلم' پنجاب سے آئے مہاجر ہندو' نومسلم سندھی مسلمان حبشی غلاموں کی نسل' جاٹ' خانہ بدوش

پسندیدہ قدیم کھیل مینڈھے لڑانے کا کھیل' قمار بازی' کبوتر بازی' بٹیر بازی

لباس سندھی لوگ اپنی مخصوص اجرک (کندھوں پر لپیٹنے والی شال) اور شیشوں سے مرصع سندھی ٹوپی پہنتے تھے۔

فتوح البلدان سندھ میں عربوں کی آمد کا پتہ بتانے والی پہلی ہم عصر تحریر ہے احمد بن یحییٰ ابن جابر اس کے مصنف ہیں وہ بغداد میں پیدا ہوئے اور تعلیم دمشق اور ایمیسا جیسے شہروں سے حاصل کی انہیں خلیفہ المتوکل اور المستعین کی خصوصی قربت حاصل تھی ان کا شمار خلیفہ المتوکل کے قریبی دوستوں میں ہوتا تھا انہیں خلیفہ المعتاز کے قابل صاحبزادے عبداللہ کی تعلیم' تربیت کا انچارج بنایا گیا احمد بن یحییٰ کا انتقال 729 ہجری/ 892 عیسوی میں ہوا عمر کے ایک حصے میں بلدور (اینا کارڈیا) نامی مشروب پینے سے دماغی طور پر تندرست نہ رہے اسی سبب سے ان کا تخلص "بلدوری" پڑ گیا۔

فتوح البلدان عرب فتوحات پر ایک مستند کام ہے اس کتاب میں درج تاریخ خلیفہ المتوکل کے عہد تک جاتی ہے یہ کتاب عربوں کے ہاتھوں سندھ کی فتوحات اور سندھ میں المنصورہ کی عرب بادشاہت کے قیام پر تفصیلی روشنی ڈالتی ہے فتوح البلدان میں رقم تاریخ مقامی ایرانی کام چچ نامہ میں درج تاریخ کی نسبت زیادہ صحیح اور مستند ہے کیونکہ یہ سب سے پہلے کی مرتب کردہ تاریخ ہے۔ فتوح البلدان میں احمد ابن یحییٰ ابن جابر البیداری عربوں کی ملک شام۔ میسوپوٹیمیہ' مصر' ایران' آرمینیا' ٹرانسکونیا' افریقہ' سپین اور سندھ میں فتوحات کا ذکر کرتے ہیں۔ تاریخ میں اس مصنف کا نام بیلادری آیا ہے یہ نویں صدی کے وسط تک خلیفہ المتوکل کے دربار میں مقیم رہے۔ بیلادری کا انتقال 3-892 عیسوی میں ہوا۔ ترکے میں اس نے فتوح البلدان کا ایک بڑا اور ایک چھوٹا ایڈیشن چھوڑا۔

بیلادری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے بذات خود کبھی سندھ کا دورہ نہیں کیا بلکہ معلومات کے لئے دوسرے مصنفین کے کاموں پر تکیہ کیا ہمیں ابوالحسان علی بن محمد علی مدائینی کا تذکرہ ملتا ہے جن کے ساتھ بیلادری کی زبانی گفتگو ہوئی۔ ابوالحسان سن 1436 عیسوی میں 93 برس کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے تھے۔ دوسرے کاموں کے ساتھ ساتھ انہوں نے المغازی دسیار کے نام سے "جنگیں اور پیش قدمیاں" مرتب جس میں مسلمانوں کی خراسان اور سندھ کی وادی میں پیش قدمی کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے سندھی تاریخ کے مصنفین میں منصور ابن ہشیم کا ذکر بھی شامل

ہے جن کا المدائینی اور بیلادری کے ساتھ ذاتی تعلق نظر آتا ہے بیلادری اپنی مذکورہ تصنیف میں مصنف ابن کلبی کا ذکر بھی کرتا ہے۔

فتوح البلان کے علاوہ بیلادری سے منسوب ایک اور کام ''کتاب البلدان'' مختلف ممالک کی کتاب کے عنوان سے برٹش میوزیم لائبریری میں محفوظ ہے اسی مصنف نے عرب قبائل کی درجہ بندی ماضی اور حال پر بھی تحقیقی کام کیا جس کا عنوان البتہ دستیاب نہیں ہے مصنف نے'' خدامہ'' کے نام سے بغداد پر بھی ایک کتاب تحریر کی۔

تاریخ میں بیلادری کو بیلازری بھی کہا گیا ہے ایسا اس کے نشہ کرنے کی عادت کی بناء پر تھا۔

فتوح البلدان کے مطابق علی بن محمد بن عبداللہ بن ابو سیف رقم کرتے ہیں خلیفہ راشد عمر بن الخطاب کے عہد میں ثقفی قبیلے کے عثمان بن ابو العاصی المسعودی سندھ اور ہندوستان کے بادشاہوں کے حالات یوں بیان کرتا ہے سندھ کی زبان ہندوستان میں بولی جانے والی زبان سے مختلف ہے ملک سندھ مسلم سلطنت کے علاقوں کے نزدیک ہے جبکہ ہندوستان دور ہے اس سرزمین میں عظیم دریا بہتے ہیں جو جنوب سے نکلتے ہیں جبکہ دنیا میں اکثر بڑے دریا شمال سے جنوب کی طرف بہتے ہیں ماسوائے مصر کے دریائے نیل اور سندھ کے دریائے مہران کے یا چند دوسروں کے سندھ اور ہندوستان کے تمام بادشاہوں میں سے کسی نے مسلمانوں کو اتنی عزت اور تعظیم نہیں دی جس قدر بلہارا جیسے قدیم بادشاہ نے دی اس کی بادشاہت میں اسلام کو نہ صرف عزت دی گئی بلکہ حفاظت بھی کی گئی۔

کتاب الاقلیم میں ابو اسحاق الاتخری مشہور عربی جغرافیہ دان جس نے ہندوستان سے بحر اوقیانوس اور ایرانی سمندر سے کیسپئین کے سمندر تک تمام مسلم ممالک کی سیر' سیاحت کی اس عربی دانشور کے کیے سفر اور اس کے کاموں کی تاریخ صحیح طور پر دستیاب نہیں ہے لیکن یقین ہے کہ اس نے دسویں صدی کے وسط 340 بعد از ہجرت 951 عیسوی) میں یہ تاریخ رقم کی اس کی ملاقات وادی سندھ میں مشہور سیاح ابن ہاؤکل سے ہوئی دونوں نے اپنے مشاہدات کا باہمی تبادلہ کیا ابو اسحاق کی مندرجہ بالا کتاب سے کچھ اقتباس درج ہیں۔

''ملک سندھ اور ملحقہ سرزمین ایک ہی نقشے کا حصہ ہیں اس نقشے میں سندھ کی زمین اور ہند کرمان' توران اور بدھا کے علاقے شامل ہیں سندھ کے مشہور شہر منصورہ' دیبل' نیرور (نیرون) کیلوی (کیلاری) انارن' بلویٹ (بلاری) مسواہی' نیرج' بنیا' منہاتری (منجابری) سادوسن اور الرزلر (الور) ہیں ہندوستان کے شہر امہال' کمبہایا' سوبارا' سندان' سیمور' ملتان' جندرو اور بسمند ہیں۔

منصورہ شہر ایک میل لمبا اور ایک میل چوڑا ہے اور وہ دریائے مہران کے ایک حصے میں گھرا ہوا ہے اس شہر کے باسی مسلمان ہیں یہاں کھجور اور گنا بکثرت ملتے ہیں منصورہ میں سیب جتنا ایک پھل پیدا ہوتا ہے جسے ''لیموں'' کہا جاتا ہے یہ ذائقے میں ترش ہے اسی زمین میں ایک پھل انج (آم) پیدا ہوتا ہے جو ناشپاتی کی طرح کا ہے یہ قیمتاً سستا اور بکثرت پایا جاتا ہے لوگوں کا لباس ملک عراق کے لوگوں جیسا ہے۔''

تحریک الیعقوبی

یہ تاریخی کام مشہور شیعہ تاریخ دان الیعقوبی کا تھا الیعقوبی عباسی خاندان کے مقولین میں سے تھا اس کا پورا نام احمد ابن ابی لیعقوبی بن جعفر

بن وہاب بن واحد الکاتب العباسی تھا وہ نہ صرف ایک عظیم مورخ تھا بلکہ ایک جغرافیہ دان بھی تھا اس کی تاریخ پیدائش اور ابتدائی زندگی کے بارے میں زیادہ معلومات دستیاب نہیں ہیں اس نے جوانی خراسان میں Tahirids (طاہریوں) کی ملازمت میں آرمینیا میں گزاری طاہریوں کے زوال کے بعد الیعقوبی مصر چلا گیا جہاں اس نے 284 عیسوی (897 ہجری) میں وفات پائی۔

الیعقوبی نے سال 259 عیسوی (872 ہجری) تک کی تاریخ لکھی یہ تاریخ تین حصوں میں منقسم ہے پہلا حصہ نبی رحمت حضرت محمد کی دنیا میں تشریف آوری سے لیکر دنیا کی عمومی تاریخ کے متعلق ہے دوسرا حصہ نبی آخرالزمان حضرت محمدؐ کے ادوار سے لیکر معاویہ دوئم کے مختصر دور اقتدار پر مشتمل ہے تیسرا حصہ مروان اول کے دور سے شروع ہوکر خلیفہ احمد المعتمد علی اللہ کے دور تک ہے الیعقوبی کی رقم کردہ تاریخ میں امیہ اور عباسی ادوار کے دوران سندھ کے معاملات اور اسکے عرب گورنروں کا تفصیلی ذکر شامل ہے جو اس عصر یا بعد کے ماخذ میں نہیں ملتا۔

تحریک الطباری

تیسرا اہم ہم عصر تاریخی کام الطباری کا ہے الطباری کا شمار دنیا کے عظیم مورخین میں ہوتا ہے اس کی کتاب ''اخبار الرسل وللملک'' میں کائنات کی تاریخ کا بیان ہے جو تخلیق سے لیکر 303 ہجری 915 عیسوی تک محیط ہے طبارستان کے صوبے میں امول کے مقام پر 224 ہجری (839 عیسوی) میں پیدا ہونے والے الطباری نے سات برس کی عمر میں قرآن حفظ کر لیا تھا انہوں نے مغربی ممالک ایشیا اور مصر میں طویل دورے کئے ان کی زندگی کا زیادہ عرصہ بغداد میں گزرا جہاں انہوں نے 310 ہجری (913 عیسوی) میں داعی اجل کو لبیک کہا الطباری کی تاریخ عرب راج کے دوران سندھ کے حالات کا مختصر بیان ہے ان حالات میں المنصورہ کی عرب بادشاہت کا دور شامل ہے۔

کتاب سورہ ارض

محمد بن ابی القاسم النصیبی المشہور ابن ہوکل ایک ہم عصر جغرافیہ دان تھا اس نے دنیا بھر میں واقع مسلم ممالک کا جغرافیائی کام مرتب کیا جو اس نے طویل مشاہدات کی بنیاد پر تیار کیا تھا کہا جاتا ہے کہ وہ بھی چوتھی صدی کے وسط میں سندھ آیا تھا اس نے نہ صرف سندھ کے حالات کو قلم بند کیا بلکہ ہندوستان' کشمیر اور تبت پر بھی اظہار رائے کیا۔ کتاب سورۃ ارض کی اہمیت اس لحاظ سے بھی منفرد ہے کہ اس میں وادی سندھ کا مستند نقشہ موجود ہے جو المنصورہ اور ملتان کی راجدھانیوں کے مختلف قصبہ جات کے حالات کا منظر کھینچتا ہے۔

احسن التکاسم فی معرفت الاقلیم

احسن التکاسم فی معرفت الاقلیم شمس الدین ابی عبداللہ محمد ابن احمد ابن ابی بکر الشامی المقدس کے زبردست کاموں میں ایک ہے شمس الدین کو البشاری کے نام سے جانا جاتا ہے البشاری 350 ہجری کے بعد سندھ آیا اور 375 ہجری تک اپنا کام مکمل کیا اس تصنیف میں ملک سندھ' اس کے شہروں' اس کے لوگوں' تجارت' اشیاء' سماجی' سیاسی اور مذہبی حالات قلم بند کئے گئے ہیں جن کا ذکر کسی ہم عصر تاریخی تصنیف میں نہیں ملتا۔

الفہرست

ابن الندیم کا کیا یہ معتبر کام سندھ میں عربوں کی ثقافت اور علمی سرگرمیوں کے متعلق ہے یہ کتاب مختلف سائنسی علوم کے عرب دنیا میں متعارف ہونے کا پتہ بتاتی ہے۔

کتاب الہند

یہ کتاب عظیم مسلمان ریاضی دان ابوریحان محمد ابن احمد البیرونی کا مشہور زمانہ کام ہے اس میں برصغیر پاک' ہند کے مکمل جغرافیائی حالات کا تذکرہ شامل ہے یہ کتاب اپنے عہد کے سندھ کے مختلف شہروں' ان علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں کا انداز اور لوئر وادی سندھ میں رائج رسم الخط کے بارے میں تفصیلی روشنی ڈالتی ہے۔

کتاب الآغانی

ابوالفرج علی ابن حسین الاصفہانی کی تحریر کردہ گنگناتی کتاب عربی شاعری' موسیقی اور علم آثار قدیمہ کے متعلق خزانہ قرار دی جاتی ہے اس کتاب میں ابوعطا السندھی جیسے سندھی شعراء کی غزلیں اور ابوناصر السندھی جیسے مفکر کی تحریروں کے اقتباس شامل ہیں۔

موروج الدھب

عظیم جغرافیائی اور تاریخی کاموں کی اہمیت کے اعتبار سے چوتھے نمبر پر ابوالحسن علی المسعودی کے کام کا ذکر آتا ہے ابوالحسن کی کتاب کا نام موروج الدھب و "مدین الجواہر" ہے جس میں المنصورہ کے عہد اقتدار کے گاؤں' بستیوں اور شہروں پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔

المسعودی نے المنصورہ کے تیسرے حباری حکمران عمر بن عبداللہ کے دور میں سندھ کا دورہ کیا یہ زمانہ 300 ہجری کے بعد کا ہے آنکھوں دیکھے مشاہدے کی بناء پر المسعودی لوگوں کی حالت' زبان' ثقافت' رسوم' آداب اور سب سے بڑھ کر المنصورہ کی عظیم فوجی قوت کا تفصیلی نقشہ بیان کرتا ہے مورخ نے اپنی کتاب میں وادی سندھ کے بارے میں بعض مسلم مورخین کے خیالات کو مسترد کیا ہے جنہوں نے وادی سندھ کے دورے کے دوران المنصورہ کے بعض حکمرانوں کے ناموں کو نظرانداز کیا ویسے المستخری اور ابن ہوکل نے اپنی یادداشتوں میں کئی حکمرانوں کے ناموں کو شامل نہ کرنے کی غلطی کی ہے۔

عجائب الہند

جہاں المسعودی کے کام کی اہمیت کا تذکرہ آئے گا تو اس کے بعد عجائب الہند کا نام آتا ہے اس کتاب میں مشہور ایرانی بزرگ سیاح ابن شہریار جن کا تعلق ہرمز سے تھا' کی یادداشتوں کا سلسلہ رقم تھا اس سیاح نے چوتھی صدی ہجری کے ابتدائی اور تیسری صدی ہجری کے آخری کوارٹر کے حالات، واقعات کو اپنی کتاب کا موضوع بنایا اس کتاب کے مطالعے سے عبداللہ بن عمر کے دور کے متعلق قیمتی معلومات ملتی ہیں عبداللہ ابن عمر المنصورہ کی آزاد حباری

سلطنت کے دوسرے حکمران تھے انہی معلومات میں قرآن پاک کا سندھی زبان میں ترجمہ کرنے کے متعلق دلچسپ کہانی کا پتہ چلتا ہے۔

کتاب المسالک والممالک

یہ کتاب دسویں صدی عیسوی میں وادی سندھ کے حالات کے متعلق ہے یہ عظیم کام ابواسحاق ابراہیم ابن محمد الفارسی المستخر ی سے منسوب ہے جس کا نام کتاب المسالک والممالک ہے ابواسحاق استغر (پرسی پولس) کا رہائشی جغرافیہ دان تھا اس نے مسلم ممالک کا بہت دور تک دورہ کیا اور 340 ہجری (951 عیسوی) میں اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اس کا کام ابن ہوکل سے قبل کا ہے جس سے اس کی ملاقات سندھ میں ہوئی اور دونوں نے مشاہدات کا تبادلہ کیا۔

کتاب الشعروالشعراء

ابن قتیبہ کے اس کام میں ابوعطا السندھی کی شاعری شامل ہے اس میں سندھی شاعر کے حالات زندگی بھی شامل ہیں جس نے عرب دنیا میں اپنی فصاحت' بلاغت سے خوب شہرت پائی۔

دیوان الفاروقی: یہ ایرانی شاعری کا ایک عظیم فن پارہ قرار دیا جاتا ہے فاروقی غزنی کے سلطان محمود کے دربار سے منسلک رہا' مشہور غزنی بادشاہوں کی شان میں پڑھے جانے والے قصیدوں کو بھی اس کتاب میں شامل کیا گیا اگرچہ محمود کے مورخین نے سلطان کے ہاتھوں لوئر وادی سندھ کی فتح کے بارے میں کچھ نہیں لکھا لیکن اس شاعر نے بڑے فصیح انداز میں المنصورہ کی فتح اور اس کی فوج کی تباہی کا دلچسپ نقشہ کھینچا ہے اس تذکرے کی آنے والی وقتوں میں ابن الطاہر اور دوسرے مورخین نے تصدیق کی ہے۔

جمارا الانسب العرب

یہ کتاب ایک ہسپانوی مصنف کا تحقیقی کام ہے ابومحمد علی ابن احمد ابن حزم نے حبار ابن الاسود کی اسلام دشمنی' بعدازاں اسلام قبول کرنے اور اس کی آنے والی نسلوں کو کتاب کا موضوع بنایا جنہوں نے المنصورہ کی آزاد سلطنت قائم کی اس کتاب میں غزنی کے سلطان محمود کے ہاتھوں المنصورہ کی سلطنت کے خاتمے کا ذکر ہے۔

ان تمام ہم عصر کتب کے بعد جس کتاب نے شہرت پائی وہ علی ابن حامد الاکوفی کی تحریر کردہ چچ نامہ ہے جس میں سندھ کے حالات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی اس کتاب کی اصل کاپی تو گم ہو چکی لیکن اس کا فارسی ترجمہ موجود ہے۔ اس کی تدوین 1939 میں دہلی میں ڈاکٹر عمر ابن محمد داؤد پوتا نے کی۔ چچ نامہ وہ واحد کتاب ہے جس میں سندھ کی قبل از اسلام تاریخ کا پتہ چلتا ہے چچ نامہ محمد ابن قاسم ال ثقفی کی سندھ پر چڑھائی اور فتح کے حالات بتاتی ہے ان بیان کردہ حالات میں کچھ مبالغہ آرائی اور غلط بیانیاں بھی شامل ہیں خصوصاً محمد بن قاسم کے عہد کے خاتمے کے بارے میں بیان کردہ حالات، واقعات بڑھا چڑھا کر پیش کیے گئے ہیں۔

تاریخ فرشتہ

ملا محمد قاسم ہندو شاہ استر آبادی المشہور فرشتہ نے برصغیر ہندو پاک کے حالات کا تفصیلی نقشہ کھینچا ہے مبالغہ آرائی کے باوجود اس کتاب کے چند حوالہ جات تاریخی حیثیت کے حامل ہیں۔

عرب آزاد منش لوگ تھے انہوں نے دنیا کے عظیم فاتحین کی مہمات پر کم ہی توجہ دی ایک زمانے سے وہ دنیا سے کٹ کر اپنی مخصوص تنہائی اور امن' آشتی کے ماحول میں رہ رہے تھے یہی وجہ تھی کہ ہیمورابی، سارگون اول اور عظیم Assyrian اور Achaemenian بادشاہ اپنی عظیم تر فتوحات کے باوجود عربوں کے سکھ چین میں خلل نہ ڈال سکے اور نہ ان کی توجہ حاصل کر سکے۔ سکندر اعظم کو اس کی عظیم حاکمیت اور فتوحات کے اعتراف میں عربوں کی طرف سے کبھی کوئی تحفہ یا تحائف نہیں بھیجے گئے سکندر عربوں کی طرف سے تسلیم نہ کیے جانے پر برفروختہ ہوگیا اور اس نے ان جنگلی قبائل کا دماغ درست کرنے اور انہیں تباہ کرنے کی ٹھانی لیکن قبل اس کے وہ اس خیال کو عملی جامہ پہنا پاتا اس نے 323 قبل از مسیح کو بابی لون کے مقام پر موت کا جام پیا رومی بادشاہ اگست سیزر نے ہم عصر عربوں کو اپنی رعایا بنانے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن بنجر دھرتی اور شمال کی جانب صحرا کی دیوار حائل ہونے کے سبب وہ اس مہم جوئی سے باز رہا۔ 24 قبل مسیح میں ایلیس گلیلس کی طرف مصر سے داغی گئی دس ہزار فوجیوں کی مشہور مہم بھی ناکامی سے دوچار ہوئی اس طرح عرب باقی دنیا کی نسبت بیرونی جارحیت سے محفوظ رہے اور امن 'سکون کے ماحول میں تھے۔

چھٹی صدی عیسوی کے اختتام پر جب دنیا تاریکی کے گھپ اندھیروں میں سرگرداں تھی جنگ' جدل اور کشت' خون روزمرہ کی بات تھی حجاز کے آسمان پر ایک روشن ستارہ چمکا جس کی روشنی سے تمام دنیا نے منور ہونا تھا یہ روشن ستارہ حضرت محمدؐ کی ذات مبارکہ تھی آپ سرکارؐ کا ظہور ایسے وحشی قبائل کے درمیان میں ہوا جو اس وقت کا سب سے جامد جنگلی معاشرہ تھا جہاں طاقت ہی قانون کا درجہ رکھتی تھی صدیوں کی آزادی نے عربوں کو سرکش بنا دیا تھا۔ انہوں نے اپنی مخصوص سیاسی' اخلاقی' مذہبی اور سماجی قدریں بنا رکھی تھیں جو انسانیت کے کسی معیار کے درجے پر بمشکل ہی پہنچ پاتی تھیں ان دگرگوں حالات میں ایک مصلح کی ضرورت تھی جو گناہوں کو دھوئے اور عربوں کی بکھری زندگی کو منظم کرے حضرت محمدؐ نے ہوش سنبھالتے ہی عرب معاشرے کو گناہوں کی دلدل میں لت پت پایا آپؐ نے خدا کی عطا کردہ فہم' فراست اور بلند پایہ کردار کے بل بوتے پر دین حق کی تبلیغ شروع کر دی۔ آپؐ نے توحید اور عالمی بھائی چارے کی بات کی۔ شروع شروع میں آپ کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا حتیٰ کہ آپ کو اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا، جنگیں لڑنی پڑیں۔ آپ ﷺ نے مدینہ میں ایک مثالی معاشرہ قائم کر کے دنیا کو ایک نیا تہذیب وتمدن متعارف کروایا۔ جس کی بازگشت آٹھ سو سال تک کئی براعظموں میں گونجتی رہی۔

دنیا سے وصال سے قبل وہ تمام عرب کے آقا تھے، ان کے بعد ان کے پیروکاروں نے شام' عراق' فلسطین اور مصر کو حلقہ بگوش اسلام کیا پہلی صدی عیسوی کے گزرنے سے قبل ایک اسلامی ایمپائر دنیا کے نقشے پر ابھر چکی تھی جس کی تلوار کی دھاک نے ربع مسکوں میں چار سو اپنی دھاک بیٹھا دی تھی اس ایمپائر کی سرحدیں کاشغر سے لے کر مغرب میں بحر اکاہل تک پھیلی ہوئی تھیں یہ ایمپائر وسعت اور عظمت کے اعتبار سے اپنے وقت کی عظیم ایمپائر روم سے بھی بڑی تھی۔

روحانی اور طبعی علوم سے مالا مال قرون اُولیٰ کے مسلمان دنیا کے کونے کونے میں پھیل گئے۔ انھوں نے نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کر کے دنیا کو اسلام اور اس کے زریں اصولوں سے روشناس کروایا گویا اسلام اخلاص اور عمل سے پھیلا۔

عرب دنیا کا ہندوستان سے تجارتی تعلق اسلام کے ظہور سے قبل سے تھا ہندو تاجر ہر سال حج کے موقع پر مکے کا تجارتی سفر اختیار کرتے

تھے عرب بھی بحر ہند کو تجارتی مقاصد کے لئے استعمال کرتے رہتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ ہندوستان کو دنیا کے کسی اور ملک کی نسبت زیادہ بہتر جانتے تھے عرب جہاز دیبل سیمور بروچ اور تھانا جیسی بندرگاہوں پر لنگر انداز ہوتے رہتے تھے ان کا تجارتی تعلق اور اثر و رسوخ مشرقی بعید میں ملک چین اور مشرقی ہندوستان تک تھا عیسائی کیلنڈر کی ساتویں صدی کے وسط میں عرب تاجروں نے سیلون (موجودہ سری لنکا) گجرات (موجودہ ہندوستان) مالا بار (موجودہ برما) اور کارومنڈل میں تجارتی مارکیٹیں قائم کر رکھی تھیں کہا جاتا ہے کہ سیلون کے لوگوں نے جب مکہ میں رسول اکرمؐ کے ظہور کی بابت جانا تو ایک جماعت اس اطلاع کی تصدیق کرنے اور نئے رسول اور نئے مذہب کے متعلق جاننے کے لئے روانہ کی سمندری سفر کی دشواریوں اور خراب موسم کے سبب جب یہ جماعت مدینہ پہنچی تو دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر بن الخطاب کا دور دورہ تھا اس جماعت کو حضرت عمرؓ سے ملنے کا شرف حاصل ہوا تمام معلومات اور بامشاہدہ تفصیلات لے کر یہ جماعت سیلون واپس لوٹ گئی امیر جماعت کا واپسی کے سفر میں مکران کے نواح میں انتقال ہو گیا لیکن اس کا ہندو ملازم بحفاظت سیلون پہنچنے میں کامیاب ہو گیا وطن پہنچ کر اس نے نئے مذہب یعنی اسلام اسکے بانی اور خلیفہ وقت کے بارے میں اکٹھی کردہ تمام معلومات اپنے ہم وطنوں کو پہنچائیں اس نے بتایا کہ وہ عربوں کے خلیفہ سے بنفس نفیس ملا اور ایک عظیم المرتبت شخصیت کو سادہ ترین بلکہ ٹاٹ کے پیوند لگے کپڑوں میں ملبوس دیکھا۔

ان اطلاعات نے اہل سیلون کے دل میں عربوں کے بارے میں انسیت اور الفت کے جذبات پیدا کیے کچھ عرصہ بعد حاکم سیلون کی طرف سے خلیفہ ولید بن عبدالمالک کی خدمت میں تحائف روانہ کئے گئے یہ حاکم سیلون کی طرف سے عربوں کی طرف خیر سگالی کا اظہار تھا مذکورہ تحائف آٹھ جہازوں پر لدے ہوئے تھے ان جہازوں پر ان عرب تاجروں کے بیوی بچے سوار تھے جو ان تاجروں کی فوتیدگی کے بعد بے سہارا ہو گئے تھے یہی وہ تاریخی جہازوں کا بیڑا تھا جسے دیبل کے مقام پر لوٹا گیا اس ایک واقعے نے تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دیا اور ہندو راجا داہر اور اس کے گماشتوں کے غرور تکبر کا بت پاش پاش کر دیا۔

عربوں کا دوسرا رہائشی مقام مالدیپ تھا جسے اسی مناسبت سے جزیرہ المحل کہا جاتا تھا آنے والے وقتوں میں یہی نام سنسکرت زبان کے زیر اثر محل دیپ (meldev) میں تبدیل ہو گیا مشہور مسلم سیاح ابن بطوطہ جس نے 700 ویں عیسوی میں ان جزائر کی سیاحت کی بیان کرتا ہے کہ جزیرے پر ایک بنگالی خاتون خدیجہ کی حکمرانی تھی اور اس کے زیادہ تر رہائشی مسلمان تھے ان مسلمانوں میں اکثریت ان عرب تاجروں کی اولاد سے تھی جو اسلام کی ابتدائی صدیوں میں ان علاقوں میں وارد ہوئے تھے۔

ساحل مالا بار پر بھی رہائشی بستیاں اس پس منظر میں اسی دور میں قائم کی گئیں مالا بار مصالحہ جات کی مغربی ممالک کو برآمد کے حوالے سے زرخیز منڈی تصور کی جاتی تھی اس ساحلی علاقوں میں مسلم بستیوں نے ناتواں قصبوں کو اخلاقی تحفظ فراہم کیا اس سے قبل وہ مقامی ہندو راجاؤں اور سمندری لٹیروں کے رحم و کرم پر ہوتے تھے عرب تاجر چونکہ مغربی ساحلوں کی طرف رواں دواں رہتے تھے اکثر ان کا سامنا سمندری ڈاکوؤں سے ہوتا رہتا تھا کئی مرتبہ انہوں نے سمندری لٹیروں کا کامیابی سے مقابلہ کیا اور اپنی جوانمردی سے ہندو لٹیروں کے عزائم کو خاک میں ملا دیا تلوار زنی عرب کے خون میں تھی عرب تلوار کی اس دھاک اور ان کی باہمی یکجہتی نے مقامی ہندوستانی حاکموں کو عرب بستیوں کی طرف مداخلت کرنے سے باز رکھا تھا عرب

تاجر مذہبی معاملات میں آزاد تھے وہ عرب سیاح جنہوں نے چوتھی صدی ہجری میں ہندوستان کے مغربی ساحل کا ذکر کیا' بیان کرتے ہیں کہ مالا بار ساحل کے تقریباً ہر قصبے میں مساجد موجود تھیں اور مسلمان مذہبی فرائض کی ادائیگی میں مکمل آزاد تھے۔

کارومنڈل بھی جو قیمتی لکڑی کے حوالے سے مشہور جگہ تھی عربوں کے لئے نئی نہ تھی اس کے علاوہ عرب سکونت کا سب سے اہم مرکز گجرات تھا اس کے حاکم کا نام بلہاڑا یا شاید ولبھ رائے تھا یہ شخص مسلمانوں کا خیال رکھتا تھا انہیں گجرات میں کالونیاں بنانے کی اجازت تھی گجرات کے حکمرانوں نے ایک طویل عرصہ حکومت کی وہاں کے باسی اس کی وجہ عربوں کے ساتھ حسن سلوک کو قرار دیتے تھے۔

سندھ میں مسلمانوں کے قدم گو خلافتِ راشدہ میں پہنچ چکے تھے باقاعدہ فوج کشی دوسمتوں سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی۔ ایک قدیم راستہ سندھ سے اور دوسرا خیبر کی راہ سے۔

خیبر کے راستہ سے سب سے پہلے 44ھ میں مہلب بن ابی صفرہ نے فوج کشی کی اور کابل کے راستے ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھا، سرحدی علاقوں کے باشندوں نے مزاحمت کی، مہلب نے انہیں شکست دی اور قیقان (موجودہ قلات) کی طرف بڑھے، یہاں چند ترک سرداروں نے مزاحمت کی لیکن مہلب کا مقابلہ نہ کر سکے اور شکست کھائی۔ مہلب نے مال غنیمت اکٹھا کیا اور واپس لوٹ گئے۔

مہلب کے بعد عبداللہ بن عار نے عبداللہ بن سوار عبدی کو سرحدی علاقے کا حاکم بنایا۔ انہوں نے بھی قیقان کی طرف مہم جوئی کی اور یہاں کے گھوڑے مالِ غنیمت میں حاصل کر کے امیر معاویہ کو بھیجے، لیکن ایک دوسری مہم میں جو اسی علاقے میں تھی مقدر نے وفا نہ کی اور عبداللہ بن سوار عبدی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اسی اثنا میں مکران کا صوبہ باغی ہو گیا تھا۔

عبداللہ بن سوار عبدی کے جنگ میں کام آنے پر، سنان بن ابی سنان ہذلی کو سالار مقرر کیا گیا۔ انہوں نے باغی صوبہ مکران پر دوبارہ چڑھائی کی اور اسے فتح کر کے اپنی حکومت قائم کی۔ ہذلی کے بعد راشد بن عمرو ازدی کا تقرر کیا گیا۔ انہوں نے بھی علاقے پر اپنی گرفت مضبوط رکھی لیکن ایک معرکے میں کام آئے۔ ان کی شہادت کے بعد سنان بن سلمہ آئے جو غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے۔ وہ عرصہ دو سال تک اس علاقے میں موجود رہے اور متعدد فتوحات حاصل کیں۔ سنان بدھا کے معرکے میں جام شہادت نوش کر گئے۔

سنان کے بعد ان کا بیٹا عبادان سالار مقرر ہوا۔ اس نے قندھار پر حملہ کیا اور اس مقصد کے لیے سیستان کا روٹ استعمال کیا۔ میدانِ کارزار خوب برپا ہوا دونوں اطراف سے کشتوں کے پشتے لگ گئے لیکن فتح، نصرت مسلمانوں کا مقدر ٹھہری۔ قندھار کی فتح نے علاقے میں عربی تلوار کی دھاک بٹھا دی تھی۔ زیاد نے منذر بن جارود کو سندھ کا وہ علاقہ جو مسلمانوں کے زیرنگین تھا، کا حاکم مقرر کیا۔ اس طرح وقفے وقفے سے حاکم تبدیل ہوتے گئے۔ مجموعی طور پر تمام حکام نے سلسلہ فتوحات جاری رکھ کر علاقے پر اپنی گرفت مضبوط ہی رکھی۔

قرونِ وسطیٰ میں سندھ کی سرزمین عربوں کی طرف سے نظرانداز کی گئی تھی اس کی وجہ مشہور عرب جرنیل حکیم ابن جبلہ الاعابدی کی طرف سے علاقے کا کیا گیا سروے تھا اپنی سروے رپورٹ میں اس جرنیل نے خلیفۃ المومنین حضرت عثمان غنیؓ کو رپورٹ دی کہ پانی گندہ ہے' پھلوں میں ذائقہ نہیں ڈاکو عام ہیں اور خطرناک ہیں اگر تھوڑی فوج بھیجی گئی تو وہ تباہ برباد ہو جائے گی اگر بڑی فوج بھیجی گئی تو وہ بھی تباہ ہو جائے گی لیکن بھوک سے"۔

سی ہرس

تاریخ کے مطالعے سے یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ چھٹی صدی عیسوی میں سندھ کا راجہ سی ہرس کب سے حکمران تھا اور وہ خود کون اور کس خاندان کا تھا ہاں البتہ چچ نامہ اس راجہ کی قلمرو کے چار صوبے داروں کے بارے میں بتاتا ہے ایک صوبہ دار برہمن آباد میں رہتا تھا اور وہ قلعہ جات نیرون' دیبل' لوہانہ' لکھا اور سمہ کی نگرانی کرتا تھا دوسرا صوبہ دار سوسان میں بیٹھ کر بودھیہ' کوہستان اور مکران تک نگاہ رکھتا تھا تیسرا صوبہ دار اسکلندہ اور پابیا کے قلعوں میں رہتا تھا چوتھا صوبہ دار ملتان میں بیٹھ کر کشمیر تک کے علاقے کی نگرانی رکھتا تھا جبکہ وادی مہران کا راجہ خود الور شہر کو اپنا مرکز بنا کر رکھتا تھا وادی مہران (سندھ) پر ہونے والے ہر بیرونی حملے کا دفاع یہیں سے کیا گیا ایسا فارس (موجودہ ایران) کی طرف سے زیادہ کیا گیا سندھ کی طرف سے کسی ملک پر جارحیت تب کے دور میں کم ہی نظر آتی ہے۔

تاریخ کے قاری کے لئے یہ بات نہایت ہی دلچسپ ہوگی کہ جب صحرائے عرب میں نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ انسانیت کی فلاح' تربیت کے لئے تشریف لا چکے تھے اس وقت وادی مہران سندھ میں انصاف پسند بادشاہ سی ہرس کا دور ختم ہو چکا تھا یا ختم ہونے کو تھا بہر کیف جب رحمت دو عالم سرور کائنات ﷺ مکہ شہر سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے جا رہے تھے دنیا کے اس حصے وادی مہران میں سی ہرس کے بیٹے رائے ساہسی کا پرعیش دور آخری ہچکیاں لے رہا تھا تخت کا دعویدار کون تھا اور اس کو مسند اقتدار پر بٹھانے والا کون تھا یہ تاریخ کے اسباق کا رنگین سبق ہے جسے اس کے سیاق وسباق کے بغیر رقم کرنا زیادتی ہوگی۔

چچ کون تھا؟

وادی مہران کے ہردلعزیز بادشاہ سی ہرس نے فارس کی طرف سے کئے گئے ایک حملے میں جان قربان کی۔ فارس کی طرف سے کئے گئے حملے کے وقت شاہ فارس کون تھا تاریخ خاموش ہے ادھر سی ہرس کی ارتھیاں بہائی جا رہی تھیں اُدھر آبائی گدی پر مرحوم راجہ کا عیاش بیٹا رائے ساہسی براجمان ہو رہا تھا۔ اس کے باپ کی بنائی سلطنت میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے بغاوتیں اور شورشیں نام کو نہ تھیں ان حالات نے رائے ساہسی کو مینا اور جام کی محفلوں میں ڈبو دیا حکومتی کاروبار وزیر با تدبیر رام کے سپرد تھا اس کی مرضی کے بغیر پتہ نہ ہلتا تھا۔

ایک روز رام حسب معمول دربار عام میں تھا کہ ایک خوبرو نوجوان اس کے حضور پیش کیا گیا باتوں ہی باتوں میں اس نوجوان کی ذہانت کا عندیہ کھلا' اس کی فصاحت نے رام کا دل موہ لیا رام نے فیصلہ کیا کہ ایسے ہیرے کو جوہری کے پاس ہی ہونا چاہیے دریافت کرنے پر نوجوان نے بتایا کہ میں سیلاج پنڈت کا بیٹا ہوں اور میرا نام چچ ہے سیلاج پنڈت بھی کوئی گمنام پنڈت نہ تھا بلکہ اس کا شمار سندھ کے معروف پنڈتوں میں ہوتا تھا۔

پہلے انفرادی اور پھر خاندانی معیار پر پورا اترنے کے بعد چچ رام کے لئے زیادہ قابل قبول ہو گیا رام نے اسے ایک اعلیٰ عہدے سے نواز کر دربار میں جگہ دیدی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ چچ رام کے نزدیک آتا گیا اور معتمد خاص بن گیا چچ کی آمد سے قبل امور سلطنت رام اپنے ہاتھوں سرانجام دیتا تھا راجہ سے مشورے یا حکم کی ضرورت پڑتی تو رام راجہ کی خلوت میں جا کر احکام حاصل کر لیتا تھا ایک روز رام بیمار پڑ گیا بیماری بڑھتی گئی

جوں جوں دوا کی حتیٰ کہ چارپائی سے جا لگا۔ امور سلطنت نبھانے کی ذمہ داری چچ سرانجام دے رہا تھا اہم معاملات راجہ کی خدمت میں پیش کر دیئے جاتے تھے ایسا ہی ایک معاملہ وزیر باتدبیر کی عدم موجودگی کے سبب راجہ کے ملاحظے کے لئے بھیجا گیا راجہ نے خود احکام صادر کرنے کی بجائے چچ کو پیش ہونے کا حکم دیا ظاہر ہے راجہ کو اپنے مشاغل سے فرصت نہ تھی غرض چچ راجا کے حکم کی تعمیل میں حاضر ہوا راجہ نے رانی کو پردے میں جانے کو کہا تو رانی نے کہا کہ ”چچ تو برہمن ہے اس سے پردہ کرنے کی کیا ضرورت ہے“ رانی کی بات سن کر راجہ نے اپنی بات پر اصرار نہ کیا چچ راجہ کی خدمت میں پیش ہوا رانی بھی موجود تھی۔ چچ نے آداب' اخلاق اور شخصیت کے سحر سے راجہ کا دل جیت لیا، اس نے حکم دیا کہ چچ امور سلطنت کے سلسلے میں شاہی آداب کو بالائے طاق رکھ کر جب چاہے آ جا سکتا ہے۔

چچ کا راجہ کے محل میں جانا اب ایک معمول تھا لیکن چچ کو معلوم نہ تھا کہ وہ صرف راجہ کے محل کے زینے نہیں چڑھ رہا بلکہ اپنے مستقبل کی سیڑھی کے زینے پھلانگ رہا ہے چچ کی شخصیت اور فہم فراست نے پہلے رام وزیر کا دل جیتا پھر اس نے راجہ کو متاثر کیا لیکن اسے خبر نہ تھی کہ وہ رانی کے دل میں بھی جگہ بنا چکا ہے رانی چچ کی الفت کے سمندر میں غوطے لگا رہی تھی ایک روز اس نے چچ کے پاس خفیہ پیغام بھیجا اور اسے اپنے دل میں چھپی چنگاری سے آگاہ کیا دوسرے لفظوں میں رانی نے چچ کو دل کا حال سنایا اور رفاقت کی طلب گار ہوئی چچ نے جواب دیا کہ میں برہمن ہوں اور ناجائز تعلقات جیسی غلطی کا مرتکب نہیں ہو سکتا اس جواب نے رانی کی آتش عشق کو مزید ہوا دی اس نے چچ کو اپنا بنانے کا تہیہ کر رکھا تھا بس اسے موقع کی تلاش تھی قدرت نے اسے یہ موقع فراہم کر دیا' راجہ ساہسی بیمار پڑ گیا اور بچنے کی امید نظر نہ آتی تھی بڑے بڑے وید اور طبیب بلائے گئے لیکن مرض الموت نے نہ جانا تھا اور نہ گیا رانی نے موقع غنیمت جانا اور چچ کو بلا بھیجا خلوت میں رانی نے چچ کو وہ خواب دکھایا جو اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا رانی نے کہا اگر تم کہو تو میں تمہاری تخت نشینی کی کوئی تدبیر کروں کام تو جوکھوں کا ہے لیکن میں کر گزروں گی“ کہتے ہیں گھوڑی اور زنانی سواری اسی کو کرواتی ہیں جس پر دل آیا ہو' رانی نے راجہ کو بغلی کمروں میں منتقل کر کے خاص و عام کی نظروں سے اوجھل کر دیا اور اعلان کروا دیا کہ راجہ کل دربار کریں گے ایک روز قبل ہی راجہ نے چچ کو محل میں بلا کر کہیں چھپا دیا اگلے روز رانی نے بیمار راجہ کی شاہی انگوٹھی اتار کر چچ کی انگلی میں پہنا دی اور اہل دربار کو بلا کر بتایا کہ مہاراجہ کمزوری کے سبب دربار میں نہیں آ سکتے انہوں نے چچ کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے اور بطور سند اپنی انگوٹھی عطا کی ہے اہل دربار نے راجہ کی وفاداری میں اس فیصلے کو بلا چون' چراں قبول کر لیا اور چچ کے سامنے سر نیاز جھکا دیے رانی نے اپنے اور چچ کے درمیان حائل بڑی رکاوٹ پاٹ لی تھی استفسار پر چچ نے ہر طرح کی خدمت کے لئے خود کو رانی کی خدمت میں پیش کر دیا لیکن رانی جانتی تھی کہ راجا کے خاندان والے ایک بڑا خطرہ ہیں اس سے قبل کہ راجہ کو تخت سے علیحدگی' چچ کی تخت نشینی اور رانی اور چچ کی محبت کی خبریں ملتیں رانی نے راجہ کے عزیز' اقارب کی تعداد کو سامنے رکھتے ہوئے زنجیروں کے 50 جوڑے منگوا کر مختلف کوٹھویوں میں رکھوا دیے رانی نے راجہ کے تمام اقرباء کو پیغام بھجوایا کہ راجا ان سب سے مل کر اپنی آخری وصیت کا اعلان کرنا چاہتا ہے ہر کوئی بھاگا چلا آیا' انہیں اشتیاق تھا کہ قرعہ کس کے نام نکلتا ہے جیسے جیسے کوئی پہنچتا جاتا پہریدار اور چوبدار اسے پابند سلاسل کرتے جاتے اس طرح رانی نے تخت نشینی کے 50 متوقع خواہش مندوں سے نجات حاصل کر لی تھی۔ جو باقی بچے انہیں لالچ اور خوف تلے دبا دیا اس تدبیر سے فارغ ہو کر راجہ کے مردہ جسد خاکی کو منظر عام پر لایا گیا اور اس کی چتا کو آگ لگا دی گئی جیسے جیسے راجا ساہسی کی چتا جل رہی تھی ویسے

ویسے اس کی رانی کی آتش عشق بھڑک رہی تھی اس نے بھی چچ کے فراق میں ایک مدت گزاری تھی تخت نشین ہوتے ہی چچ نے رانی سوبھن دیوی سے باقاعدہ شادی کر کے اسے اپنی رانی بنایا اور یوں عشق کی ایک داستان اپنے منطقی انجام کو پہنچی۔

کہتے ہیں جب خدا حسن دیتا ہے تو نزاکت بھی آجاتی ہے چچ کا تعلق کسی حکمران خاندان سے تو نہ تھا لیکن رانی کے مشوروں اور چچ کے مشیر بودھی من کی تدابیر نے چچ کو قدم جمانے کا موقع فراہم کیا مورخین کے مطابق چچ کا عہد اقتدار 8 سال پر محیط ہے اس کے بعد اس کے وارث چندر اور اس کے بعد داہر نے حکومت کی۔ برہمن اقتدار کا سورج 93 سال تک طلوع رہا یاد رہے کہ ہم تاریخ کے اس دور سے گزر رہے ہیں جب اس خطہ زمین پر اسلام کے نام سے شاید ہی کوئی واقف ہوگا چچ نامہ میں ایک امیر علاؤالدولہ کا ذکر آیا ہے لیکن یہ تذکرہ معتبر قرار نہیں دیا جاسکتا ممکن ہے کوئی ہندی نام علاء الدولہ کی طرز پر لکھا گیا ہو۔ چچ نے اپنے دور اقتدار میں چین کی بانسری نہ بجائی بلکہ اسے مہمات اور فتوحات کا ایسا چسکا لگا کہ اس نے اپنی سلطنت کی سرحدیں الور سے لیکر کشمیر تک بڑھا لیں۔ الور شہر کا نام مختلف تاریخی حوالوں میں مختلف نظر آتا ہے اس شہر کے کھنڈرات آج بھی بھکر اور خیر پور کے درمیان موجود ہیں۔ کشمیر پر چڑھائی کے دوران چچ نے ایک ایسے چشمے کے کنارے قیام کیا جو دراصل سرچشمہ تھا اور وہاں سے پانچ مزید چشمے ابلتے تھے جو آگے جا کر بڑے دریا بن جاتے اس جگہ کو پانچ پانیوں کے سرچشمے کی وجہ سے "پنجاب" (پنج آب) کہا گیا چچ وادی مہران' سندھ کی سرحدیں کھینچ کر پہلے کشمیر اور پھر برہمن آباد تک لے گیا مختلف اقوام کو محکوم' مفتوح کرتے ہوئے چچ نے کرمان شہر کی فصیل پر جا دستک دی کرمان ان دنوں ایرانی قبضے میں تھا مشہور ایرانی شہنشاہ خسرو پرویز زمانہ رنگ و بو سے جا چکا تھا یہ وہی بدبخت شہنشاہ خسرو پرویز تھا جس نے میرے اور آپ کے آقا حضرت محمدؐ کا پیغام نامہ چاک کر دیا تھا جس کی بابت حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ اللہ اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کر دیگا اور عملاً ایسا ہی ہوا۔

تاریخ کے سفر پر آگے بڑھنے سے قبل رائے چچ کے ان انتظامی احکامات پر غور کرتے ہیں جو اس نے برہمن آباد کی فتح کے بعد نافذ کئے یہ احکام جاٹوں اور لوہانوں کی آئے روز کی بغاوتوں اور شورشوں کو فرو کرنے کے لئے تھے ان احکام کے پیچھے ان ذاتوں کے غرور' تکبر کو کچلنا اور ان کی تحقیر کا پہلو نمایاں نظر آتا ہے۔

(1) ان اقوام کا ایک ایک فرد برہمن آباد میں رکھا جائے بغاوت کی صورت میں اس فرد کا سر اڑا دیا جائے۔

(2) یہ لوگ اصلی تلوار کے ساتھ باہر نہیں نکل سکتے بلکہ ان کے ساتھ مصنوعی تلوار ہوگی۔

(3) ان کا کوئی فرد شال' مخمل اور ریشم کا لباس یا زیر جامہ نہیں پہن سکے گا اوپر کے کپڑے سرخ یا سیاہ رنگ کے ہونے چاہیے۔

(4) گھوڑوں کی پیٹھ پر بغیر زین سواری کریں گے۔

(5) ننگے سر اور ننگے پاؤں رہیں گے۔ باہر نکلیں تو ساتھ کتا لے کر چلیں گے۔

(6) بیرونی حملے کی صورت میں باہم مل کر مقابلہ کریں گے۔

(7) اپنا کام ایمانداری سے سرانجام دیں گے۔

کرمان شہر فتح کر کے چچ اور واپسی کے سفر کے دوران اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گیا رائے چچ کے بعد اس کا بھائی چندر تخت پر رونق

افروز ہوا چونکہ وہ چچ کا نامزد کردہ تھا چنانچہ اسے کسی خاص مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا چند عقائد کے اعتبار سے ہندو مت کے بودھ فرقے کا پیروکار تھا وہ حاکم کم اور راہب زیادہ تھا چندر کی وفات کے بعد چچ کا بیٹا داہر تخت نشین ہوا۔ چچ نامہ اور غیر جانبدار مورخین کے مطابق راجا داہر ایک توہم پرست اور جلد باز شخص تھا معاملہ فہمی کا فقدان اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا وہ پنڈتوں' نجومیوں اور زائچہ نویسوں پر حد درجہ اعتقاد رکھتا تھا اور ان کے مشوروں کے بغیر ایک قدم نہ اٹھاتا تھا جب وہ اپنے باپ رائے چچ کی تیار کردہ وسیع' عریض سلطنت پر مزے سے حکمرانی کر رہا تھا تو اس نے خود ہی اپنے رنگ میں بھنگ ڈالی۔

بہن سے بیاہ

واقعہ کچھ یوں ہے کہ ایک روز چند پنڈت اور نجومی راجہ داہر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تعظیم کرنے کے بعد گویا ہوئے "مہاراج ہم نے آپ کے دونوں بھائیوں اور بہن کا زائچہ کھینچ کر دیکھا ہے دونوں بھائیوں کے مستقبل میں کوئی خوش بختی نظر نہیں آتی البتہ آپ کی بہن کا مستقبل روشن ہے اور اس کے ہاتھ پر سندھ کی حکمرانی کے آثار دکھائی دیتے ہیں اس کا مطلب ہے دولت سندھ پر مستقبل میں آپ کی بہن کا اقتدار ہوگا" نجومیوں کی اس پیشین گوئی نے داہر کی راتوں کی نیند اڑا دی اس نے دوسرے پنڈتوں کو زائچہ سے رائے لی، ان کا نکالا نتیجہ بھی ویسا ہی تھا نجومیوں کی حتمی رائے جاننے پر راجہ داہر کو اقتدار ہاتھ سے جاتا نظر آیا اسے یہ خیال ستا رہا تھا کہ بہن کی شادی کہیں اور کرنے سے وہ شخص اقتدار پر قابض ہو سکتا تھا اور اس طرح نجومیوں کی پیشن گوئی پوری ہو جاتی اس نے اہل دربار سے مشورہ کیا مناسب حل نہ نکلنے پر اس نے اعلان کیا کہ وہ اپنی بہن سے شادی کر رہا ہے اس کے اعلان نے محل کے در و دیوار ہلا کر رکھ دیئے برہمنوں نے لاکھ شور مچایا شہر میں واویلا مچا لیکن راجا نے اسے اپنی "مجبوری" قرار دیکر بات ختم کر دی ایک رات اس نے بہن کو لگت منڈت پر بٹھا کر اس کی ساڑھی کے پلو کو اپنے چادر سے باندھ کر اور آگنی کو ساکھشی مان کر بہن کو بیوی بنا لیا دستور کے مطابق دولہا دلہن نے تلوار میں اپنا چہرہ دیکھا اور تخت پر جا کر بیٹھ گئے کہتے ہیں کہ راجا نے بہن کے ساتھ ہم بستری سے احتراز کیا۔ بہن کا ایک بھائی کے ہاتھوں یہ حال ہوتے دیکھ کر دوسرے بھائی دھرسین کا غصے سے برا حال ہو گیا وہ فوج لیکر داہر کا دماغ درست کرنے چل پڑا برہمن آباد کے نزدیک پڑاؤ کے دوران بڑے بوڑھوں کی مداخلت نے دھرسین کا غصہ ٹھنڈا کر دیا یوں یہ جنگ ٹل گئی دھرسین کا بعد میں ایک بیماری کے ہاتھوں خاتمہ ہو گیا جس سے راجا داہر کا راستہ صاف ہو گیا اور وہ مزید اطمینان و دلجمعی کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔

اسی دور میں عالم اسلام کی خانہ جنگی کے نتیجے میں عربوں کی ایک کثیر تعداد نے سرزمین سندھ میں پناہ لے رکھی تھی ان عربوں کی کمان مشہور عربی شہ سوار محمد علافی کے ہاتھ میں تھی یہ لوگ یہاں امن' آشتی سے دن گزار رہے تھے جب راجہ داہر کو رامل سرداروں کی طرف سے لشکر کشی کا سامنا ہوا اور باغی کئی علاقوں پر قابض ہونے کے بعد الور کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے محمد علافی نے صرف 500 عربی بہادروں کے ساتھ گزرتے لشکر پر شب خون مارا دشمن لشکر اس بلائے ناگہانی کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور افراتفری مچ گئی۔ اسی افراتفری میں 500 جوانمردوں نے 50,000 کو خاک' خون میں ملا دیا جو بچے پکڑ لئے گئے اس طرح عربوں کی تلوار نے راجہ داہر کی حفاظت کی راجہ نے اس واقعے کے بعد عربوں کی خوب قدر و منزلت کی

عربوں کی بدولت اہل سندھ شدید خونریزی سے بچ گئے اب دیکھنا یہ ہے کہ راجہ داہر نے عربوں کو پناہ کس نیت سے دی تھی اوراس کی اصل سوچ کیا تھی ظاہر بات ہے وہ عربوں کی تلوار کو عربوں کے خلاف ہی استعمال کرنا چاہتا تھا تا کہ اس کے دشمن آپس میں لڑکر کمزور ہوں مزید یہ کہ مکران کی سرحدی پٹی اس کے اور حجاج بن یوسف کے درمیان بفرزون کا کام دیتی لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اس نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا تھا۔

حجاج بن یوسف

یہ اس دور کی بات ہے جب اسلامی خلافت اندرونی سازشوں اور فتنوں سے نبرد آزما تھی ایک طرف بنی امیہ تھے اور دوسری طرف خوارجین تھے ان خوارجین کو اسلام سے متنفر کرنے میں یہودی ہاتھ کارفرما تھا یہ لوگ حضرت عثمان غنیؓ کے مسلک کے مخالف اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کی خلافت کے مخالف تھے آئے دن کی شورشوں نے عالم اسلام کو ایک جلتے انگارے میں بدل کر رکھ دیا تھا خوارجین کی طاقت کو پاش پاش کرنے اور خلیفہ عبدالمالک کی خلافت کو مستحکم کرنے کے لئے خلیفہ عبدالمالک کی نظر انتخاب حجاج بن یوسف ثقفی پر پڑی حجاج بن یوسف ان دنوں حجاز' یمن اور یمامہ کے حاکم تھے اہل کوفہ کی منافقت' بداخلاقی اور بغاوت پسندی کو دیکھتے ہوئے خلیفہ نے حجاج بن بن یوسف کو 1200 سوار دیکر اصلاح احوال کے لئے عراق بھیجا حجاج بن یوسف ایک درشت مزاج اور سخت گیر حاکم تھا اس نے اہل کوفہ سے مخاطب ہوکر انہیں صراط مستقیم پر چلنے کی ہدایت کی اور احکامات نہ ماننے کی صورت میں خطرناک نتائج کی دھمکی دی اہل کوفہ حجاج کی گرجدار آواز اور شعلہ بیان تقریر سے دہل گئے اہل کوفہ کو ہر حکم کی بے عزتی کرنے میں مزہ آتا تھا حجاج کی آمد کی اطلاع پا کر وہ سب اپنے ہاتھوں میں چھوٹے بڑے پتھر لیکر آئے تھے تا کہ بوقت ضرورت حجاج پر برسا کر اس کو بھگا سکیں اور اپنی من مانی کر سکیں جیسے ہی حجاج ان سے مخاطب ہوا وہ سب سکیم بھول گئے۔ حجاج نے کہا'' اے منافقین عراق اے سرکشو اور باغیوں میری دلی خواہش تھی کہ آپ لوگوں کا واسطہ مجھ سے نہ پڑے۔

جس دلیری' دانش مندی اور جرات سے حجاج بن یوسف نے خوارجین پر قابو پایا تھا خلیفہ عبدالمالک کے لئے حیران کن تھا اس نے خوش ہوکر حجاج بن یوسف کو نئی ذمہ داریاں سونپتے ہوئے اسے خراسان' ایران اور سندھ کا وہ علاقہ جو مسلمانوں کے قبضے میں تھا کا والی مقرر کر دیا حجاج نے کوفہ اور بصرہ جیسے شورش زدہ شہروں پر مسلسل نظر رکھنے کے لئے ان دونوں شہروں کے درمیان میں ایک نیا شہر'' واسط'' بسانے کا حکم دیا اور ایک فوجی چھاؤنی قائم کی جہاں ایک مضبوط شاہی لشکر تیار موجود ہوتا اس طرح حجاج نے ممکنہ بغاوتوں پر قابو پانے کے لئے تلوار سے کام لیا کئی مواقعوں پر حجاج نے pre-emptivestrikes کی پالیسی بھی اپنائی۔

حجاج کی سخت گیر پالیسی سے اہل عراق انتہائی نالاں تھے لیکن یہ سخت گیری اموی سیاسی پالیسی کا حصہ تھی اموی خلفاء سخت گیر حاکموں کے ذریعے سے ہی انتشار پسند عوام کو قابو میں رکھ پائے تھے۔ حجاج نے خریم بن عمرو نامی ایک مجاہد کو اپنا بیٹا بنایا اور اسے مکران کے مسلمان لشکروں کا سپہ سالار مقرر کیا اس مجاہد کا انتخاب بھی ایک منفرد طریقے سے ہوا اسے چوری کی شکایت پر گرفتار کر کے حجاج کے حضور پیش کیا گیا تھا یہ کارروائی حجاج کے ایک سردار سلیمان کی شکایت پر کی گئی تھی اموی دور میں ایک معمولی جرم پر بھی موت کی سزا دی جا سکتی تھی چنانچہ جب خریم کو گرفتار کر کے حجاج کے

سامنے پیش کیا گیا تو اس کا چہرہ غصے سے چمک رہا تھا اس نے گرج دار آواز میں خریم بن عمرو سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور کس کے حکم سے اس نے یہ حرکت کی ہے۔

ابھی خریم بن عمر نے جواب دینے کیلئے منہ کھولا ہی تھا کہ حجاج کے پہلو میں بیٹھے سردار سلیمان نے کہا امیر محترم یہی وہ چرواہا ہے یہی وہ کم ذات کاما ہے جس کی میں نے آپ سے شکایت کی تھی ابھی سلیمان کی یہ الفاظ اس کی زبان پر تھے کہ عمر بن خریم نے اس کی بات کاٹ دی اور اس کی طرف مخاطب ہو کر بولا ''اے بنوحلاف کے سردار میں تمہاری فطرت کو جانتا ہوں تم انسان کو اس کے درجے کی بناء پر عزت دیتے ہو لیکن یہ مت بھولو کہ ریوڑ چرانا کوئی فعل بد نہیں اور نہ ہی توہین آمیز کام ہے۔ یہ ایک معزز پیشہ ہے جسے تمام انبیاء کرام نے اپنایا ہے اسی مقام سے ترقی کر کے انہوں نے ایک زمانے کی رہنمائی کے فرائض نبھائے خود ہمارے پیارے نبی حضرت محمدؐ نے گلے چرائے ہیں اس لئے میرے گذریا یا چرواہا ہونا کوئی ذلت آمیز اور توہین آمیز بات نہیں ہے''

حجاج خریم بن عمر پر نظریں گاڑھے تھا خریم کی کھری کھری غصیلی باتوں نے اسے متاثر کیا تھا اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے اور اس کی آنکھوں میں خریم کے لئے ستائش کی چمک پیدا ہوئی تھی دوسری طرف خریم چونکہ سچا تھا اس لئے سلیمان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہا تھا اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا سن اے سردار سلیمان مجھے معلوم ہے کہ تو کتنا بااصول ہے ابھی جب میں امیر محترم کے کمرے میں حاضر ہونے کے لئے آ رہا تھا تو تمہارے دو مسلح آدمیوں نے جو اس کمرے کے باہر کھڑے ہیں میرا راستہ روکا اور مجھے جان سے مارنے کی دھمکی دی کہ میں تمہارے خلاف منہ کھولوں اور تمہارے خلاف کوئی بات نہ کروں۔ لیکن سردار سلیمان یاد رکھو تمہاری بچھو والی فطرت اور آنکھوں میں اترا خون مجھے ذرا نہیں سکتا نہ میں خوفزدہ ہونے والا ہوں اگر چہ میں جانتا ہوں کہ تو اپنے وحشی جذبات کی تسکین کے لئے ہر سازش و حربہ استعمال کرنے کا ماہر ہے لیکن تو زندگی کی قدر و قیمت نہیں جانتا تجھ سے ملت اور آنے والی نسلوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا تیرے اندر سازشیوں کے حربے، شیطانی خیالات اور جذبات کی بھر مار ہے جبکہ ملت کی خدمت وہ لوگ ہی کرتے ہیں جن کے اندر سردار الانبیاء حضرت محمدؐ کی تعلیمات اور صحابہ کرام کی روحیں متحرک ہوں اور جو کوندتی شمشیروں کے سائے میں ملت کی تقدیر سنوارتے ہیں اور بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیتے ہیں انہی لازوال کارناموں کی بدولت تاریخ انہیں کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

اللہ واحد کی قسم! اگر مجھے امیر حجاج بن یوسف کا ادب اور لحاظ نہ ہوتا تو میں ایک ہی جھٹکے میں اپنی تلوار نیام سے باہر نکالتا اور تیری اور تیرے محافظوں کی گردنیں ایک ہی وار میں کاٹ دیتا کیونکہ تم تینوں بزدل باہم مل کر بھی میرا مقابلہ نہیں کر سکتے اور کٹی ہوئی بھیڑوں کی طرح زمین پر پڑے تڑپ رہے ہوتے تم اسے دھمکی نہ سمجھنا بلکہ میں تمہیں اور تمہارے دونوں پہریداروں کو چیلنج کرتا ہوں کہ تم لوگ میرے ساتھ تلوار بازی کا مقابلہ کر کے اپنا انجام دیکھ لو پھر پتہ چل جائے گا کہ قوم کی خدمت کا جذبہ کس میں زیادہ ہے ایک بات یاد رکھنا میں تمہاری سازشیں کبھی کامیاب نہیں ہونے دوں گا اگر میرے ساتھ انصاف سے کام لیا گیا تو میں تیرے غرور، تکبر کو مٹا کر رکھ دوں گا۔

اگر تو واقعی جواں مرد ہے تو مقابلے پر آ۔ میں اس معاملے میں امیر محترم کو منصف قرار دیتا ہوں اگر چہ میں نہیں جانتا کہ تم نے امیر حجاج

کے سامنے میرے خلاف کیا زہر اگلا ہے امیر اگر اجازت دیں تو میں تیرے سیاہ کارناموں کی کچھ تفصیل ان کی خدمت میں پیش کروں تا کہ وہ ٹھیک انصاف کر سکیں۔ حجاج بن یوسف نے یہ سن کر اس دلچسپ کیس کی تہہ میں جانے کا فیصلہ کر لیا اس نے پاس بیٹھے قتیبہ بن مسلم اور اپنے بیٹے سے کہا'' مجھے یہ نوجوان بہادر اور جوانمرد لگتا ہے اس کے لگائے الزام کی تحقیق کرنے کے لئے باہر کھڑے دونوں محافظوں کو بلا کر لاؤ تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو سکے تھوڑی دیر بعد دونوں محافظ کانپتی ٹانگوں کے ساتھ حجاج کے سامنے کھڑے تھے کمرے میں حجاج کی گرجدار آواز گونجی'' تمہارے ساتھ جو نوجوان کھڑا ہے تھوڑی دیر پہلے جب وہ میری طرف آ رہا تھا تو تم نے اسے کیا دھمکی دی تھی' حجاج کا سوال ان پر بجلی کی طرح گرا انہیں کچھ نہ سوجھا انہوں نے بے ساختہ سردار سلیمان کی طرف دیکھا جس پر حجاج غصے میں سیخ پا ہو گیا اپنے سردار کی طرف مت دیکھو اور میرے سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب دو ورنہ تھوڑی دیر میں تمہاری گردنیں تن سے جدا ہوں گی۔ محافظوں کا یہ حال تھا کہ جان پر بن آئی تھی مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق منہ کھول دیا اور اقبال جرم کر لیا کہ انہوں نے خریم بن عمر کو دھمکایا تھا حجاج نے غصیلے انداز میں کہا کہ تم دونوں اپنی تلواریں نکالو اور اس نوجوان کا مقابلہ کرو جس نے تمہیں چیلنج کیا ہے دونوں پہریداروں کے پاس اور کوئی چارہ نہ تھا حجاج نے خریم سے پوچھا کیا وہ ان دونوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے خریم نے فوراً ہاں کر دی حجاج نے کہا اس مقابلے کا منصف میں ہوں گا۔

حجاج کا اشارہ پاتے ہی دونوں محافظ خریم بن عمر پر ٹوٹ پڑے ان کے لئے یہ مقابلہ زندگی اور موت کا مسئلہ تھا اگر وہ خریم کو زیر کر پاتے تو خریم حجاج کی نظر میں گر جاتا اور اس کی باتوں کا وزن ختم ہو کر رہ جاتا شکست کی صورت میں دونوں کو شدید ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا یا ممکن تھا کہ جان سے جاتے دوسری طرف بہادری خریم بن عمر کی رگ رگ میں تھی حق و انصاف پر ہونے کے سبب اس میں جو پھرتی اور چیتے کی سی لپک تھی وہ جھوٹے محافظین میں کیسے آ سکتی تھی۔

سردار سلیمان کے دونوں محافظ شکست خوردہ تھے لیکن اپنی کھال بچانے کے لئے آخری داؤ کھیل رہے تھے شروع میں خریم بن عمر صرف دفاع کر رہا تھا پھر یکدم اس نے پینترا بدلا اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ایک پہریدار کو تلوار کے دستے سے اس زور کی ضرب لگائی کہ اس کے منہ سے خون کا فوارہ ابل پڑا اور وہ بیدم ہو کر نیچے ڈھلک گیا خریم نے زخمی پہریدار کو لاچار پا کر دیوار کے ساتھ لگا دیا۔

حجاج خریم بن عمر کی بہادری سے متاثر ہوا اس نے با آواز بلند خریم کی بہادری کی تعریف کی اور اسے اثاثہ قرار دیتے ہوئے اس کی حفاظت کی یقین دہانی کروائی اسی اثناء میں زمین پر گرے پہریدار نے اٹھ کر حملہ کیا خریم بھی غافل نہ تھا اس نے بڑھ کر اس حملے کو روکا اور جب پھر کر جوابی حملہ کیا تو مخالف کی تلوار دو ٹکڑے ہو گئی اس طرح دوسرا پہریدار بھی اب خریم کی تلوار کی نوک پر تھا خریم نے گرج کر انہیں پھر للکارا ہمت ہے تو آؤ اور میرا مقابلہ کرو۔ حجاج کے دربار میں سکوت طاری تھا تلواروں کی کھنک ختم ہو گئی تھی۔ ان دونوں جوانوں کو شکست دینے کے بعد خریم بن عمر نے سردار سلیمان کی جانب سے گہری آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا کہ

''سن! سانپ کی آنکھوں والے! میں نے تیرے دونوں محافظوں کو زیر کر دیا ہے اور میں کامیاب رہا ہوں یا ناکام اس کا فیصلہ امیر حجاج بن یوسف کریں گے لیکن اگر تیرے دل میں کوئی شک ہے تو میدان میں آ اور میرا مقابلہ کر کیا تو اس کے لئے تیار ہے۔''

حجاج کا فیصلہ

ایسے میں حجاج بن یوسف نے گرجدار آواز میں کہا کہ ''اے بہادر نوجوان! سلیمان نے تیرے خلاف جو شکایت کی ہے میں اس کی وضاحت کرتا ہوں تا کہ میں اس کا فیصلہ کرسکوں اور اس کے ساتھ ہی شکایت بھی بیان کردی'' خریم بن عمر نے جواب دیا کہ۔

''امیر محترم! جہاں تک اس سلیمان کا تعلق ہے اس پر چوری کا الزام ہے'' اس نے ابوفضہ کے جانور چوری ہونے اور برآمدگی کی ساری تفصیل حجاج بن یوسف کو بتادی سلیمان نے انتہائی غصے کے عالم میں خریم بن عمر سے کہا'' تو نے مجھ پر چوری کا الزام لگا کر ثابت کرنا چاہا ہے کیا تیرے پاس کوئی گواہ بھی ہے''؟ ابھی اس کی زبان سے یہ الفاظ پورے بھی نہ ہوئے تھے کہ سردار ہارون نمری اندر داخل ہوئے اور بلند آواز میں بولے'' اے سلیمان! تمہیں چور اور قزاق ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس گواہ موجود ہیں'' حجاج بن یوسف نے سردار ہارون نمری کو دیکھا تو اس کا استقبال کرتے ہوئے اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا سردار ہارون نمری نے کہا

''امیر! مجھے پہلے اپنے گواہ پیش کر لینے دیں اس کے بعد میں اپنی نشست پر بیٹھوں گا اس کے بعد اس نے باہر نکل کر اپنے آدمیوں سے کہا کہ گرفتار شدہ آدمیوں کو پیش کرو تا کہ امیر اس کا فیصلہ کرسکیں اس کے بعد حجاج بن یوسف سے مخاطب ہو کر کہا امیر محترم! یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس سے چوری شدہ جانور برآمد ہوئے ہیں اور انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے سردار سلیمان کے کہنے پر یہ واردات کی تھی اور ان ہی کے کہنے پر انہیں اپنی حفاظت میں رکھا'' حجاج بن یوسف نے قہر آلود نظر سلیمان پر ڈالتے ہوئے ان لوگوں سے مخاطب ہو گیا کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ تم نے یہ جانور سلیمان کے کہنے پر چوری کیے تھے؟

قیدیوں نے کہا حضور! جی ہاں ہم نے جانور ان کے کہنے پر چوری کیے تھے'' حجاج بن یوسف نے انتہائی طیش اور غصے کی حالت میں سلیمان سے مخاطب ہو کر کہا'' سلیمان جس وقت خریم بن عمر مجھے تمہارے سیاہ کرتوتوں سے آگاہ کر رہا تھا اس وقت تم صرف ملزم تھے اور میں نے تمہیں برداشت کیا لیکن اب یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ تم ہی اصل مجرم ہو اس لئے اب تم ایک مجرم کی حیثیت سے میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ تا کہ میں مقدمہ کا فیصلہ کرسکوں'' سردار سلیمان ہانپتا کانپتا اپنی جگہ سے اٹھا اور خریم بن عمرو کے پہلو میں جا کر کھڑا ہو گیا ایسے میں حجاج بن یوسف کی گرجدار آواز گونجی'' اے نوجوان! خریم بن عمرو اپنی جھکی ہوئی گردن سیدھی کر اور اپنی چھاتی تان لے تو نے جس طرح سلیمان کے دو بہادروں کا مقابلہ کیا ہے وہ قابل ستائش ہے اور میں تجھے اپنا بیٹا بناتا ہوں میں نے تمہارے لئے ایک عہدے کا انتخاب کیا ہے آ اور اپنی جگہ لے اور سلیمان والی نشست پر بیٹھ جا اب تو میری نظر میں ایک غریب گڈریا نہیں بلکہ ایک سردار ہے سلیمان تو ایک غلیظ ترین چور ہے اور میری نظر میں اپنی وقعت مکمل طور پر کھو چکا ہے تیری دوسری غلطی یہ ہے کہ تو اس سے پہلے سعید بن اسلم کلابی کے خلاف بھی سازش کر چکا ہے جسے میں نے معاف کر دیا تھا وہ تیری پہلی غلطی تھی اور اب تیری دوسری غلطی ہے اس لئے کہ تو نے ایک غریب اور نادار انسان پر چوری کا الزام لگایا اور خود کو بری کرنا چاہا اللہ کی قسم اگر آئندہ تو نے کوئی ایسی غلطی کی تو میں تجھے معاف نہیں کروں گا تیری گردن کاٹ دوں گا، اب تو میری نظروں سے دفع ہو جا'' سلیمان نے اپنی جان بخشی کو غنیمت جانا اور

فی الفور کمرے سے نکل گیا اس کے جانے کے بعد خریم بن عمرو آہستہ روی سے آگے بڑھے اور سلیمان والی نشست پر بیٹھ گئے۔

حجاج بن یوسف نے پھر خریم بن عمر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

موتی کی قدر

اے خریم بن عمرو! میں تمہاری کارگزاری سے بے حد خوش ہوا ہوں اور مطمئن ہوں کہ میں نے تمہارے لئے بہت سے فیصلے کیے، میں نے تمہیں پتھروں میں پڑا ہوا ایک موتی پایا اور تمہاری قدر کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ تم ایک نایاب مجاہد ہو اسی لئے میں نے تمہیں اپنا فرزند بنایا ہے اور تمہیں مکران کے مسلمانوں کا سپہ سالار مقرر کیا ہے قدرت شاید اس معاملے میں میری مدد کر رہی ہے اور تمہارے مقدمہ سے پہلے میں مسلم بن قتیبہ اپنے بیٹے عبداللہ اور سردار سلیمان اور بنو تمیم کے سردار جماعہ بن اسعر تمیمی کے ساتھ اس مسئلہ پر گفتگو کر رہا تھا مجھے ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو جماعہ بن اسعر کے ساتھ مکران جائے اور وہاں سعید بن اسلم کلابی کا نائب بن کر وہاں کے لشکریوں کی نمائندگی کے فرائض سرانجام دے اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے اس نے تمہاری صورت میں میری مشکل حل کر دی ہے میں تم کو مکران میں اپنے لشکریوں کا سالار مقرر کرتا ہوں کیا تمہیں یہ عہدہ قبول ہے؟

قبولیت سالاری مکران

خریم بن عمرو نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا میں اس کو قبول کرتا ہوں حجاج بن یوسف نے اس سے کہا تم مکران کے مختصر حالات سن لو اس کی روشنی میں تم وہاں اپنا کام بخوبی کر سکو گے تم کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ عراق کے نزدیک ترین علاقے مکران' بلوچستان' سندھ اور کرمان ہیں ایران کی سرحد سندھ سے جا ملتی ہے ایسے میں ہماری فوجیں مکران میں لڑ رہی تھیں اور فتوحات حاصل کر رہی تھیں تو یہاں کے فتنہ پرور لوگ سندھ میں پناہ حاصل کرتے تھے سندھ ان کا بہت بڑا مرکز تھا دوسری طرف سندھ کا راجہ داہر کسی صورت یہ نہیں چاہتا کہ ایران میں مسلمانوں کا تسلط ہو اس لئے ان معرکوں میں وہ فتنہ پروروں کی کھل کر مدد کرتا رہا اور اب جبکہ ایران میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی ہے، راجہ داہر نے آگے بڑھ کر ایران کے سرحدی صوبوں پر قبضہ جما لیا ہے دوسری طرف ان صوبوں کے ایرانیوں نے بھی راجہ کی اطاعت قبول کر لی ہے تاکہ مسلمان ان پر قابض نہ ہو جائیں وہاں کی صورتحال یہ ہے کہ اب بے شمار غیر مسلم ایرانی راجہ داہر کی سرکردگی میں ایران میں چھاپہ مار جنگ کا آغاز کر چکے ہیں کرمان ان کا مرکز ہے اور ان کا لیڈر نریش ہے اس وقت مکران کی پوزیشن یہ ہے کہ وہاں تین قوتیں مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہیں۔

(1) باغی غیر مسلم ایرانی جن کا سربراہ نریش ہے ان کا مرکز کرمان ہے۔

(2) بحری قزاق جو کہ مکران کے ساحل سے لے کر کاٹھیاوار کے ساحل تک پھیلے ہوئے ہیں اور سید کہلاتے ہیں وقتاً فوقتاً مکران کے ساحل پر مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے رہتے ہیں۔

(3) تیسری قوت سندھ کا راجہ داہر ہے اس نے بے شمار بھگوڑے مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا رکھا ہے اور آئے دن مسلمانوں پر حملہ آور رہتا ہے۔

(4) مکران میں الہامی نامی ایک شخص بہت طاقتور ہے جب میں نے مکران میں سعید بن اسلم کلابی کو گورنر مقرر کیا تو اس کے ساتھ ایک خط اس شخص کے نام بھیجا کہ مسلمانوں کی مدد کرے، میرا یہ خط امیر المومنین کی جانب سے حکم نامہ تھا لیکن اس سرکش اور باغی نے سعید بن اسلم کلابی کی بھی قسم کی مدد اور تعاون سے انکار کر دیا۔ سعید بن اسلم کلابی اور اس کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ میں تمہیں مختصراً بتا دیتا ہوں۔

سعید بن اسلم کلابی! تمہارے نام یہ خط امیر المومنین کی طرف سے ہے تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ دشمن قوتیں زیر کرنے میں تم میری مدد کرو۔

الہامی

اللہ کی قسم! میں تمہارا حکم کسی صورت میں نہ مانوں گا کیونکہ میرے نزدیک تمہارے حکم کو ماننا اپنی شان گھٹانا اور ذلت اختیار کرنا ہے۔

سعید بن اسلم کلابی نے اسے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ کسی طور پر بھی نہ مانا۔ تنگ آ کر اسے گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دیا گیا۔ میں نے اصلاح احوال کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ناکامی کے بعد قتل کر دیا اس کے قتل کی خبر سن کر مکران میں آباد قبیلہ اعلات نے بغاوت کر دی ان کا سردار حارث علافی ہے اس کے دو بیٹے محمد اور معاویہ ہیں جو اس کے معاون ہیں انہوں نے مکران سے اپنے ہزاروں ساتھیوں کے ساتھ ہجرت کر کے راجہ داہر کے علاقے میں پناہ لے رکھی ہے آئے دن راجہ داہر کی مدد سے سعید بن اسلم کلابی کو پریشان کرتے رہتے ہیں، میرا یہ مصمم ارادہ ہے کہ ان کی سرکوبی کر کے اس فتنہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دوں۔

دیکھو خریم بن عمر! یہ جو شخص تمہارے ساتھ بیٹھا ہے یہ مجاعہ بن سعر تمیمی ہے یہ مکران کا نائب گورنر ہے تم دونوں یہاں سے مکران جاؤ گے وہاں سعید بن اسلم کلابی کے ساتھ مل کر تمام قوتوں کے خلاف جنگ جاری رکھو گے وہاں پر موجود اسلامی فوجوں کے تم سالار اعلیٰ ہو گے خریم بن عمر و قدرے سوچ کے ساتھ سردار ہارون نمری کی جانب دیکھتا ہے سردار ہارون نمری اس سے کہتا ہے "اے خریم تم خوش قسمت ہو تمہیں ملت کے فرائض سونپے جا رہے ہیں اس لئے تم اس کو قبول کرو اور امیر کی خواہش کے مطابق مکران روانہ ہو جاؤ جہاں تک تمہارے ریوڑ اور املاک کا تعلق ہے ان کی تمام تر دیکھ بھال میرے ذمہ ہوگی تمہیں کسی بھی قسم کی شکایت نہ ہوگی خریم بن عمرو نے اس کے بعد کہا۔

"امیر محترم! میں ابھی اسی وقت مکران جانے کو تیار ہوں آپ جیسے حکم فرمائیں میں جماعہ کے ساتھ مکران روانہ ہو جاؤں گا" حجاج بن یوسف نے کہا "دو دن بعد تم یہاں سے کوچ کر جانا اس دوران تمہاری روانگی کی تیاریاں مکمل ہو جائیں گی" مکران میں توار دخریم بن عمر اور جماعہ بن سعر تمیمی کچھ دنوں کے سفر کے بعد مکران میں سعید بن اسلم کلابی کے پاس پہنچ گئے سعید بن اسلم کلابی نے ان کا استقبال اپنی حویلی میں کیا اور انہیں اپنے ساتھ اپنی حویلی میں لے گیا بعد از سلام و تعارف سعید بن اسلم کلابی یوں گویا ہوئے۔ "میرے عزیز! تمہارے اور جماعہ کے آنے کی اطلاع حجاج بن یوسف کی جانب سے مجھے مل چکی ہے حجاج بن یوسف نے تمہاری بے حد تعریف کی ہے کہ تم اپنے فن میں یکتا ہو دلیر ہو شجاع اور سرفروش ملت ہو اس لئے مجھے تم سے ملنے کا از حد اشتیاق تھا جہاں تک میرے میرے بھائی جماعہ کا تعلق ہے میں اس کو کافی عرصہ سے جانتا ہوں اس کی وفاداری و جانثاری ہر قسم کے شبہ سے بالاتر ہے حجاج بن یوسف نے تم کو یہاں کے لشکریوں کا سالار اعلیٰ اور جماعہ کو میرا نائب مقرر کیا ہے اس لئے یہاں

کے حالات سے تمہیں مکمل طور پر آگاہ کرنا میرا فرض ہے تاکہ تم اپنے فرائض صحیح طور پر انجام دے سکو اس وقت یہاں چار بڑی ذیل قوتیں ہیں جو ہمارے خلاف برسرپیکار ہیں اور ان میں سب پہلی قوت راجہ داہر کی ہے دوسری قوت ایران کے باغی غیر مسلم اور مجوسی ہیں جنہوں نے مکران کے شہر کئی کو اپنا مرکز بنایا ہوا ہے وسیع تر علاقہ ان کے زیر تسلط ہے ان کا سرغنہ نریش ہے تیسری قوت بحری قزاق ہیں جو ساحل سمندر کے ساتھ اپنی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں ان کا قبیلہ نکامرہ ہے اس کے دو حصے ہیں ایک ہندو اور دوسرا بدھ مت مجھے امید ہے تھوڑی سی محنت سے بدھ مت والے ہمارے ساتھ ہوں گے۔

چوتھی قوت نیرون کا حاکم سندرداس ہے وہ بدھ مت کا پیروکار ہے اس نے خفیہ رابطہ ہمارے ساتھ رکھا ہوا ہے ہمارا ہمدرد بھی ہے اور اکثر و پیشتر معاملات میں ہم سے مدد کا خواہاں رہتا ہے۔اس کے علاوہ یہاں ایک اور قوت بھی موجود ہے جو حارث علافی کی زیرِ کمان ہمارے خلاف برسر پیکار ہے راجہ داہر ان کا پشت پناہ ہے۔خریم بن عمر نے کہا مجھے کافی زیادہ حالات حجاج بن یوسف پہلے ہی بتا چکے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہم سب قوتوں سے بخوبی پیش آئیں گے پانچ قوتوں میں سے نیرون کا راجہ ہمارے ساتھ ہے باقی قوتوں سے نپٹنے کا طریقہ آنے والا وقت ہی طے کرے گا۔

بری خبر

ابھی یہ مجلس جاری تھی اتنے میں ایک دربان نے آکر اطلاع دی کہ نیرون کے راجہ سندرداس کا قاصد بڑی عجلت میں آیا ہے اور فوری باریابی کا طالب ہے سعید بن اسلم کلابی نے اس فوراً بلوایا اس سے آنے کا مقصد دریافت کیا قاصد نے کہا ''اے مسلمانوں کے امیر! میں ایک بری خبر کے ساتھ حاضر ہوا ہوں راجہ سندرداس کی بیٹی کو نکامرہ قبیلے کے ہندو سردار موہل نے اغوا کر لیا ہے ہماری تحقیق کے مطابق موہل کے ساتھی کوہ دشت میں اسے بگھی میں ڈال کر لے جا رہے ہیں میرے دو ساتھی ان کی نگرانی کر رہے ہیں آپ کے پاس بھاگ کر پہنچا ہوں میری آپ سے التماس ہے سندرداس کی بیٹی کو کسی طرح ان کے قبضے سے چھڑائیں اگر وہ موہل کے پاس پہنچ گئی تو پھر اس کی قید سے اسے چھڑانا بہت مشکل ہو جائے گا'' سعید بن اسلم کلابی نے اسی وقت خریم بن عمر سے کہا ''اے خریم! یہ ہمارے لئے ایک بہت بری خبر ہے سندرداس ہمارا حلیف ہے اس لئے اس کی بیٹی کی مدد کرنا ہمارا فرض بنتا ہے لہٰذا تم فوری جاؤ اور ان کی قید سے سندرداس کی بیٹی کو آزاد کرالاؤ خریم بن عمر نے قاصد سے پوچھا کہ اس قافلے میں موہل کے کتنے مسلح آدمی ہیں'' قاصد نے جواب دیا تقریباً پچیس کے قریب مسلح آدمی ہیں۔

پہلا معرکہ

خریم بن عمر نے سعید بن اسلم کلابی سے اجازت لی اور اپنے ساتھ دس مسلح افراد لے کر قاصد کے ساتھ روانہ ہو گیا سفر کرنے کے بعد قاصد نے خریم بن عمر سے کہا اے خریم بن عمر دریائے دشت کے بائیں کنارے پر سامنے جو ہیولے نظر آ رہے ہیں وہ نکامرہ قبیلے کے لوگ ہیں جو راجہ سندر داس کی بیٹی کو اغوا کر کے لے جا رہے ہیں'' یہ بات سنتے ہی خریم بن عمر نے فیصلہ کیا اور اپنے جوانوں کو ساتھ لے کر دریا کے بائیں جانب ہٹنا شروع کر دیا کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد دریا کو پار کیا اچانک نکامرہ قبیلے کے مسلح جوانوں کے سامنے پہنچ گیا اور ان کے سرخیل کو مخاطب کیا ہم تم سے لڑنے کے لئے نہیں آئے تمہارے لئے بہتر ہے کہ نیرون کے راجہ سندھ داس کی بیٹی کو ہمارے حوالے کر دو جسے تم اٹھا کر لے جا رہے ہو اگر تم نے

اسے واپس نہ کیا تو تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا'' سرخیل نے خریم بن عمر سے مخاطب ہو کر کہا اجنبی تم ہم پر الزام لگا رہے ہو ہم راجہ سندر داس کو جانتے ہیں نہ اس کی بیٹی کو جانتے ہیں اگر تم میں سے کوئی نیرون کے حاکم کی بیٹی کو جانتا ہے تو بگھی کا پردہ اٹھا کر دیکھ لے بگھی کے اندر ہماری دو لڑکیاں سوار ہیں ہم انہیں لے کر اپنے قبیلے کی طرف جا رہے ہیں اس کے علاوہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے خریم بن عمرو نے کہا تم ہمیں دھوکا دینے کی کوشش نہ کرو ہم کو معلوم ہے کہ بگھی کے اندر دو لڑکیاں موجود ہیں لیکن بگھی کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانہ میں سندر داس کی لڑکی موجود ہے جس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر تم نے اسے قید کر رکھا ہے اس کو تم اپنے سردار موہل کے پاس لے کر جا رہے ہو کیونکہ وہ اسے پسند کرتا ہے اس سے شادی کرنا چاہتا ہے اب بولو کیا میں تمہارے ساتھ جھوٹ بول رہا ہوں'' سرخیل نے انتہائی غضیلے لہجے میں اپنی تلوار نیام سے نکالتے ہوئے کہا تم کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ۔ ہمارا تعلق جس قبیلہ سے ہے اس کے نزدیک جذبات کی کوئی اہمیت نہیں ہے خریم بن عمرو نے بپھر کر کہا وحشی انسان دھوکے سے باہر نکل اور صاف بتا دے اگر لڑکی ہمارے حوالے نہیں کرتا تو پھر مقابلے کیلئے تیار ہو جا'' سرخیل نے ایک مکروہ قہقہ لگاتے ہوئے خریم بن عمر اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا خریم بن عمر بھی بڑے ہوشیار کھڑے تھے جواب میں انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے بھی تلواریں سونت لیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے ان سب کا خاتمہ کر دیا۔ مڈ بھیڑ کے خاتمے کے بعد سندر داس کی بیٹی کو بگھی کے تہہ خانہ سے نکالا گیا اور خریم بن عمر نے نکامرہ قبیلے کے نوجوانوں کی لاشوں کو ایک کھڈ میں ڈالا اور اس کھڈ کو اوپر سے پر کر دیا تا کہ نکامرہ قبیلے والے ان کے غائب ہونے کا راز نہ جان سکیں پھر اس بگھی کے پیچھے جھاڑ جھنکار باندھ دیا اور اس طرح وہاں سے روانہ کر دیا وہاں کسی بھی قسم کے تصادم کے اثرات باقی نہ رہیں۔ اس طرح وہ پہلا معرکہ سر کر کے سعید بن اسلم کلابی کی خدمت میں حاضر ہو گیا وہ اس سے بے حد خوش ہوا اور شاباش دی۔ اس واقعے نے علاقے میں مسلمانوں کی دھاک بٹھانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ یہ واقعہ عربوں کے دوستوں اور دشمنوں کے لیے یکساں پیغام تھا کہ عرب کس قدر ہوشیار اور چاک و چوبند ہیں اور ہر خطرے کا بخوبی مقابلے کر سکتے ہیں۔

راجہ داہر اور حارث علافی

خفیہ ملاقات

علاقائی سیاست ہر لمحہ بدل رہی تھی۔ مسلمان علاقے میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانا چاہتے تھے جبکہ اُن کے مخالفین اُنہیں کمزور کر کے یہاں سے نکالنے کے درپے تھے۔ راجا داہر ان مخالفین میں سرفہرست تھا۔ اس نے علاقے میں مسلمانوں کے گرد عرصۂ حیات تنگ کرنے کے لیے علاقے کا تفصیلی دورہ کیا۔

ایک روز حارث علافی اپنے دونوں بیٹوں معاویہ اور محمد کے ساتھ پنجگور میں اپنے محل میں بیٹھا ہوا تھا اچانک اسے اطلاع ملی کہ سندھ کا راجہ داہر اس سے ملنے آیا ہے اس نے اس کا استقبال کیا ان کے درمیان کافی دیر تک راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں راجہ داہر نے حارث سے کہا سنو حارث! میرے مخبروں کی اطلاع کے مطابق سعید بن اسلم کلابی خراج کی وصولی کے لئے ان علاقوں کا دورہ کر رہا ہے اس وقت تمہارے پاس بہترین موقع ہے کہ تم اس پر حملہ کر کے اس کو ہلاک کر دو اس طرح تمہیں مکران کی حکمرانی مل جائے گی میں تمہاری ہر طرح مدد کے لئے تیار ہوں میرے ساتھ جو لشکر آیا ہے میں وہ تمہاری سرکردگی میں دے دیتا ہوں سعید بن اسلم کلابی کے قتل کے بعد مکران کے اندرونی حصوں کی طرف پیش قدمی کر کے جتنے علاقوں پر قبضہ کر سکو کر لو اگر تم نے اس سنہری موقع کا فائدہ نہ اٹھایا تو کبھی بھی مکران کی حکومت حاصل نہ کر سکو گے اس دوران میرا قیام تمہارے پاس پنجگور میں ہی رہے گا" حارث نے راجہ داہر سے کہا میں آپ کی بات سے متفق ہوں اور آپ کی اس پیش کش پر آپ کا ممنون ہوں اور جیسے ہی سعید بن اسلم کلابی ان علاقوں کا دورہ کرے گا میں اس پر شہباز کی مانند ٹوٹ پڑوں گا مجھے امید ہے اس کے قتل کے بعد میں مکران میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا"

انتقام

کرمان کے تین شہروں سکسی، ہامان اور اتاس میں مجوسیوں کی اکثریت تھی ان کا سربراہ نرمیش بڑا عیار اور دھوکے باز انسان تھا اس نے اپنی تمام تر قوت سکی شہر کے گرد و نواح میں جمع کر رکھی تھی وہ مسلمانوں پر کاری ضرب لگانے کے منصوبے بناتا رہتا تھا اس سلسلہ میں وہ نکامرہ قبیلے کے سربراہ موبل اور راجہ داہر کے ساتھ ساز باز کر رہا تھا۔ اس بات کا خدشہ تھا کہ یہ تینوں قوتیں مل کر مسلمانوں کے خلاف کوئی بڑا محاذ قائم نہ کر لیں اس معاملہ کو ایک روز مجلس مشاورت میں زیر بحث لایا گیا اس وقت خریم بن عمر نے خطاب کیا اُس نے مجاہدانہ لہجے میں کہا میں نے دل میں اس بات کی قسم کھائی ہے کہ میں حارث علافی اور اس کے دونوں بیٹوں کو قتل کروں گا کیونکہ انہوں نے سعید بن اسلم کلابی کو قتل کیا ہے ان دونوں کا قتل مجھ پر واجب ہو چکا ہے اس وقت سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ان سب کو اکٹھا نہ ہونے دیا جائے میں نے اپنے نائب نیاز بن منظلمہ سے بات کی ہے اور یہ طے کیا

ہے کہ کچھ دنوں میں ایک لشکر ساتھ لے کر کرمان کی طرف کوچ کر جاؤں اس سلسلہ میں مخبر رام رتن میری راہنمائی کرے گا اور مظلمہ کی زیر نگرانی ایک لشکر یہاں رہے گا تاکہ میری غیر موجودگی میں مکران کے لئے کوئی خطرہ نہ ہو سب سے پہلے رام رتن کے ذریعہ زنبیل کی قوت کا اندازہ لگاؤں گا پھر جنگ کا طریقہ کار طے کروں گا ہو سکتا ہے کہ مجھے چھاپہ مار جنگ کرنی پڑے کچھ بھی ہو میں اس کی قوت کا خاتمہ کر کے رہوں گا"۔

مجاعہ بن سعر تمیمی نے کہا۔

"خریم بن عمر! مجھے تمہاری تجویز قبول ہے ٹھیک ہے تم جنگ کے لئے جلدی کوچ کر جاؤ" خریم بن عمر نے کہا "میں خود بھی وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا اس لئے میں کل ہی یہاں سے کوچ کر جاؤں گا"

مسکی پر حملہ

خریم بن عمر نے اپنی فوجوں کے ساتھ رام رتن کی راہنمائی میں کرمان کے شہر کی طرف بڑھنا شروع کیا مسکی کے نزدیک پہنچ کر چند میل کے فاصلے پر اس نے فوجوں کے ساتھ پڑاؤ ڈالا پھر رام رتن کو مسکی کے حالات جانچنے کے لئے روانہ کیا اور بے چینی سے اس کا انتظار کرنے لگا رام رتن نے جو جائزہ لیا تھا واپس آ کر خریم بن عمر کے سامنے پیش کیا جو اس کی توقعات سے بڑھ کر تھا۔ رام رتن کے مطابق زمیش کا لشکر کئی گنا زیادہ تھا وہ مسکی شہر سے باہر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا جبکہ مسکی شہر کے اندر زنبیل بھی ایک لشکر لئے تیار بیٹھا تھا اس کے علاوہ دو اور لشکر بھی اس کے دوسرے شہروں ہامان اور ناس میں موجود تھے۔

غروب آفتاب کے بعد خریم بن عمر نے رام رتن کو ساتھ لے کر مسکی شہر کا رخ کیا بڑی گہری نظروں سے جائزہ لیا ایک مناسب لائحہ عمل طے کر کے اپنی فوج میں واپس آیا اپنی فوج کی تربیت و نظم و نسق کو اپنے پلان کے مطابق درست کیا نصف رات کو عقاب کی مانند اپنے پڑاؤ سے فوج لے کر نکلا اور زمیش کے لشکر پر دھاوا بول دیا چونکہ نصف رات کے بعد کا وقت تھا اس لئے زمیش کا لشکر نیند کی آغوش میں ڈوبا ہوا تھا زمیش نے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ اس حملے کو روکے تمام کوششوں کے باوجود وہ ناکام رہا اس کو ابھی تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس پر حملہ کس نے کیا وہ بار بار کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح اپنا دفاع کریں لیکن ہر بار ناکام رہے حتیٰ کہ صبح سحر نمودار ہونے سے پہلے ہی زمیش شکست کھا گیا اور اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر بھاگ گیا خریم بن عمر نے پوری قوت سے اس کا تعاقب کیا زمیش اپنی فوج کا زیادہ حصہ گنوانے کے باوجود چند دستوں کے ہمراہ جان بچانے میں کامیاب ہو گیا طلوع آفتاب ہوتے ہی خریم بن عمرو نے زمیش کی لشکر گاہ کا رخ کیا اور وہاں قبضہ کر لیا اس کے علاوہ ضروریات زندگی کا بہت سا سامان بھی قبضہ میں لیا اور مکران واپس آ گیا خریم بن عمرو جب واپس صدر مقام مکران پہنچا تو اس کا بڑی شان و شوکت سے استقبال کیا گیا۔

معرکہ قندابیل

رات کو جب مجلس مجاعہ بن سعر تمیمی کی صدارت میں ہوئی تو اس نے کہا "اے بن عمر! میرے بیٹے مجھے تمہاری فتح سے بے حد خوشی ہوئی

ہے لیکن اس کے ساتھ ایک بری خبر بھی ہے جس کے مطابق راجہ داہر نے قنداببل شہر میں ایک بہت بڑا لشکر اکٹھا کر لیا ہے اور مزید فوجیں وہاں آ رہی ہیں حارث اور اس کے دونوں بیٹے بھی اپنی افواج کے ساتھ وہاں موجود ہیں مخبر کی اطلاع کے مطابق راجہ داہر نے نکامرہ قبیلے کے سردار موبل کے پاس اور مجوسیوں کے سردار نرمیش کے پاس قاصد دوڑائے ہیں تا کہ ایک دن مقرر کر کے ہم پر تین اطراف سے حملہ کر دیا جائے ان کے پلان کے مطابق راجہ داہر تندابیل کی جانب سے، نکامرہ قبیلہ ساحل کی جانب سے اور نرمیش اپنے لشکر کے ساتھ اپنی طرف سے حملہ آور ہوگا ایسے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے مجھے تمہارے مشورے کی اشد ضرورت ہے۔

خریم بن عمر نے کہا میرے محترم! میرے نقطہ نگاہ سے نرمیش میں ابھی اتنی سکت نہیں کہ وہ فوری حملہ کر سکے اس کو تیاری کے لئے چند ماہ درکار ہوں گے میں نے اس کی کمر مکمل طور پر توڑ دی ہے اور مسکی شہر کو بالکل تباہ کر دیا ہے البتہ اس کے پاس ہامان اور اناس میں کافی قوت عسکری موجود ہے میں اللہ تعالیٰ سے اس بات کی امید کرتا ہوں کہ جلد ان دونوں قوتوں کو تباہ کر دوں گا راجہ داہر کے دماغ میں جو کیڑا اپنپ رہا ہے اللہ کے فضل سے راجہ داہر اور حارث کے قندابیل کے جمگھٹے کو جلد پارہ پارہ کر دوں گا اب میں مکران میں قطعاً آرام نہیں کروں گا میں اپنے لشکر کے ساتھ ابھی روانہ ہو جاؤں گا اور اپنے کام کی ابتداء وہیں سے کروں گا''

جماعہ بن سعر تمیمی نے کہا'' ابھی تمہارا لشکر تھکا ہوا ہے اسے ابھی آرام دو اس کے بعد کوچ کرنا'' خریم بن عمر نے کہا آرام کرنے سے مراد یہ ہے دشمن کو اجازت دی جائے کہ وہ ہمارے اوپر چڑھ دوڑے اگر میں چند دن یہاں رکا تو دشمن کو پتا چل جائے گا کہ میں یہاں آرام کر رہا ہوں میں دشمن کو ایک لحہ کی بھی مہلت نہیں دینا چاہتا اس لئے آپ مجھے فوری اجازت دیں تا کہ میں قندابیل پہنچ کر ان کو منتشر کر سکوں جماعہ بن سعر تمیمی نے کہا میں تمہارے جذبہ کی قدر کرتا ہوں اور تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ اجازت ملتے ہی خریم بن عمر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اپنے لشکر میں آیا اپنی تلوار فضا میں بلند کی اور یوں مخاطب ہوا اے میرے بہادرو میں تمہارا سالار ہوں میری بات غور سے سنو اور فوری کوچ کا فیصلہ کرو قندابیل میں راجہ داہر اور حارث علافی اپنے بیٹوں اور فوج کے لشکر لئے بیٹھے ہیں اس سے قبل کے وہ آندھی اور طوفان کی طرح ہماری طرف بڑھیں ہمیں ان پر عقاب کی طرح ٹوٹنا ہوگا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم سب تھکے ہوئے ہو ہم بڑی مہم سے واپس آئے ہیں لیکن اگر تم میرے ساتھ نہیں جانا چاہتے تو میں تم کو مجبور نہیں کروں گا البتہ میں دوسرے لوگوں کو لے کر روانہ ہو جاؤں گا خریم بن عمر کی تقریر ابھی جاری تھی اس کی فوج کے گھوڑ سواروں میں سے ایک نوجوان تلوار لہراتا ہوا آگے آیا اور پوری قوت وطاقت سے چلایا'' اے امیر! آپ اس قسم کی گفتگو کر کے ہماری توہین کر رہے ہیں ہم ہر قسم کے حالات میں بغیر آرام کئے آپ کے ساتھ دیں گے'' ابھی اس کی گونج ختم نہ ہوئی تھی کہ ایک اور نوجوان اپنی تلوار لہراتا ہوا بلند آواز سے بولا اے محترم ہم کسی بھی حال میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے'' دشمن کا مقابلہ اس کی سرزمین پر ہی کریں گے ان کی چڑھتی ہوئی تیوریاں اور ان کی اینٹھی ہوئی گردنیں جھکا کر دم لیں گے ہم آپ کے ایک اشارے پر اپنی گردنیں کٹوا سکتے ہیں لیکن آپ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اس کے بعد خریم بن عمر اپنے لشکر کے ہمراہ کوچ کر گیا۔

خریم بن عمر کی جنگی حکمتِ عملی

War Strategy Of Kureem Bin Umar

خریم بن عمر اپنے لشکر کے ہمراہ قنداببل سے تقریباً دس میل دور پہنچ گیا تو اس نے مخبر رام رتن کو آگے روانہ کیا تا کہ دشمن کی طاقت کا اندازہ ہو سکے رام رتن نے واپس آ کر بتایا کہ قنداببل شہر کی فصیلوں کے اندر بے شمار لشکر موجود ہیں اس لئے شہر پر حملہ کیا گیا تو کامیابی کی بجائے شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ خریم بن عمر نے اپنے تمام سالاروں کو بلایا اور ان سے مشورہ کر کے اپنے لشکر میں سے کچھ دستے الگ کئے اور انہیں اپنے منصوبے سے آگاہ کیا اور کہا کہ قنداببل شہر پر براہ راست حملہ آور نہ ہوں گے کیونکہ راجہ داہر کا تمام لشکر اندر محفوظ ہے ان سے الجھنے کی قوت ہماری نہیں ان کے مقابلے میں ہمارے پاس بہت تھوڑی قوت ہے دشمن کو بہانے سے ختم کرنا ہوگا میرے منصوبے کے مطابق جو دستے علیحدہ کئے گئے ہیں وہ شہر کے نواح میں واقع بستیوں قصبوں اور آبادیوں کو تاراج کریں گے اس تباہی کی خبر فی الفور قنداببل میں سالار لشکر تک پہنچے گی وہ خاموش بیٹھنے کی بجائے شہر سے باہر لوٹ مار کرنے والوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے یہ سارا کھیل ہمیں آج رات ہی کھیلنا ہے یہ سب تمہارے ذمہ ہے اپنے چند آدمی شہر سے باہر آنے والے راستوں پر کھڑے کر دو تا کہ فوج کے شہر کی طرف آنے کی اطلاع تم کو مل جائے جیسے لشکر تمہارے نزدیک آئے تم وہاں سے بھاگ نکلنا مگر میری سمت مت آنا میں کچھ سمت آگے بڑھ کر گھات لگاؤں گا جب وہ لوگ میرے نزدیک سے گزر کر آگے بڑھیں گے تو میں نعرہ بلند کر کے ان پر حملہ کر دوں گا تم بھی پلٹ کر ان پر حملہ کر دینا اس طرح ان کے لشکر خاتمہ کر دیا جائے گا البتہ چند آدمیوں کو زندہ پکڑنا ہے تا کہ واپس جا کر بتا ئیں کہ سارا لشکر نیست و نابود ہو گیا ہے۔ اس طرح راجہ داہر مزید فوج لے کر شہر سے باہر آئے گا ہم اپنی اپنی جگہیں تبدیل کرتے ہوئے اسی طرح شب خون مارتے رہیں گے جیسا کہ ہم نے مکی شہر میں کیا تھا'' خریم بن عمرو کی اس تجویز پر سب نے لبیک کہا اب ان علیحدہ شدہ دستوں نے بستیوں میں لوٹ مار شروع کر دی اور بستیوں میں آگ لگانا شروع کر دی جبکہ خریم بن عمر مناسب جگہ پر گھات لگائے بیٹھا رہا جیسے ہی راجہ داہر کے حکم سے فوجیں نکلیں تو منصوبے کے مطابق اچانک حملہ بول کر دشمن کو تہس نہس کر دیا گیا۔

اس کے بعد خریم بن عمر نے منصوبہ کے مطابق گھات والی جگہ تبدیل کر کے شہر کے مزید نزدیک اور مناسب جگہ دیکھ کر گھات لگا دی راجہ داہر کے سالار لشکر نے رات کی تاریکی میں پوری فوج شہر سے باہر نکالی اور حملہ آوروں کی تلاش شروع کر دی جیسے ہی اس کا لشکر خریم بن عمر کی گھات سے آگے نکلا تو خریم بن عمر نے فوری طور پر پیچھے سے عقاب کی مانند حملہ کیا اور آگے کی طرف سے اس کے بقیہ دستے پوری قوت سے اس فوج پر ٹوٹ پڑے اچانک حملہ سے گھبرا کر دشمن کے حوصلے پست ہو گئے دیکھتے ہی دیکھتے ایک خوفناک لڑائی شروع ہو گئی س طرح دشمن اپنا معتدبہ حصہ گنوا بیٹھا جب سالار لشکر کو کوئی راہ نظر نہ آئی تو وہ بچے کھچے دستوں کے ساتھ قنداببل شہر میں داخل ہو کر شہر بند ہو گیا خریم بن عمر نے اپنی فوجوں کو جمع کیا اور واپس مکران کی راہ لی۔

مکران کا نیا والی

مکران کا گورنر جماعہ بن سعر تمیمی کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد وفات پا گیا جب اس کی اطلاع حجاج بن یوسف کو ملی تو اس نے کافی سوچ

بچار کے بعد سردار ہارون نمری کو مکران کا نیا والی مقرر کیا اور اس سے مخاطب ہو کر کہا ہارون مکران جا کر خریم بن عمر کا خیال رکھنا اس کی ہر فوجی خواہش کو پورا کرنا یہ بات یاد رکھنا ایسے نوجوان روز روز پیدا نہیں ہوتے جب وہ پہلی مرتبہ میرے سامنے آیا تھا تو ایک ملزم تھا میں نے اس کی آنکھوں میں مخصوص چمک دیکھی تو خود بخود دھیم سی شفقت میرے دل میں پیدا ہو گئی وہ کشیدہ قامت خوش اندام' جانثار اور وفادار ہے ایسے نوجوان ڈھونڈنے سے نہیں ملتے۔ یاد رکھنا جب سپاہی زین سے آ کر قالین پر بیٹھنے لگے تو کام کا نہیں رہتا خریم بن عمر کے آہنی طوفانی جذبوں سے صحیح کام لینا۔ خریم بن عمر جیسے نوجوان اپنی کارکردگی' اپنی جانثاری کی وجہ سے وقت کے عمل میں خوابوں کے سنسار کی طرح حسین اور شرق کے سلسلوں میں مقاصد اور منزل کی گرد کی طرح پر فشاں ہو کر آتے ہیں اس لئے اس کا خیال رکھنا کیونکہ وہ مجھے اپنے بیٹے سے بھی زیادہ عزیز ہے'' ہارون نمری نے کہا۔

''اے امیر محترم! آپ کسی بھی قسم کے تردد کا شکار نہ ہوں مجھے بھی خریم بن عمر بہت عزیز ہے وہ میری بستی کا رہنے والا ہے میں بھی اسے اپنے بیٹے کی طرح چاہتا ہوں' ہارون نمری نے حجاج بن یوسف سے اجازت طلب کی اور اجازت ملتے ہی چند محافظوں کے ساتھ مکران روانہ ہو گیا۔

وانگہ سے معاہدہ

خریم بن عمر نے رام رتن کے ذریعے نکامرہ قبیلے کے بدھ سردار وانگہ سے ملاقات کی اور اس سے سارے معاملات طے کئے اس طرح اس نے نکامرہ قبیلے کو ہندو سردار موہل کے خلاف اپنا حلیف بنا لیا خریم بن عمر کی درخواست پر وانگہ سردار نے تین بہترین اشخاص مہیا کئے جنہوں نے اس کی راہنمائی سردار موہل کی بستیوں تک کی عین آدھی رات کو ایک دھنسی ہوئی ندی کے کنارے اس نے اپنی فوجوں کی ترتیب درست کی اور وانگہ کے راہنماؤں کو واپس جانے کی اجازت دی اس نے اپنا جنگی لائحہ عمل تیار کیا اور موہل کی بستیوں پر حملہ کر دیا۔

شب خون

موہل کے لشکریوں نے اس شب خون کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی بکھری ہوئی طاقت کو مجتمع کرنا چاہا لیکن ناکام رہے دیکھتے دیکھتے خریم بن عمر طوفان کی طرح چھا گیا موہل کے لشکریوں نے دیکھا وہ شب خون مارنے والوں کا مقابلہ زیادہ دیر تک نہیں کر سکتے تو ساحل پر کھڑی کشتیوں پر سوار ہوئے اور سمندر کی طرف بھاگ گئے سحر نمودار ہونے سے پہلے خریم بن عمر نے اپنے لشکر کے ساتھ واپسی کی اور بستی سے ملنے والی ہر شے کو ڈھیر کیا جانوروں کی ایک کثیر تعداد اس کو ہاتھ لگی جن میں اونٹوں کی تعداد زیادہ تھی۔ بستی سے خوراک کے وسیع ذخائر ملے تھے وہاں سے قدرے پیچھے ہٹ کر اس نے پڑاؤ ڈالا اور دشمن کے ردعمل کا انتظار کرنے لگا۔

نرمیش کی یورش

خریم بن عمر موہل کے ردعمل کا انتظار کر رہا تھا اسے نرمیش کے بہت بڑے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے علاقوں پر یورش کی اطلاع ملی مخبر کے مطابق مظلمہ بھی مکران سے اس کی سرکوبی کے لئے فوج لے کر روانہ ہو چکا ہے خریم بن عمر نے فوج کے لشکر کو اسی وقت کوچ کرنے کا حکم دیا کھلے وسیع ریگستان کی طرف چل دیئے ایک وسیع و عریض ریگستان میں مظلمہ کا سامنا نرمیش کے لشکر سے ہوا نرمیش کے لشکر سے ایک مجوسی نوجوان باران نے آگے بڑھ کر مظلمہ کے لشکریوں کو للکارا اس کے مقابلے کے لئے ایک مسلمان سامنے آیا مقابلے کے وقت خریم بن عمر بھی وہاں پہنچ گیا اس نے مخصوص

جگہوں پر گھات لگالی دوسری طرف بازان مکمل طور پر لوہے میں غرق تھا بہت بہادر شخص تھا اس نے پے در پے وار کر کے مسلمان لشکری کی گردن کاٹ دی ابھی بازان مسلمان لشکری کی گردن کاٹ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہی ہوا تھا کہ خریم بن عمر ایک ہی جست میں میدان میں کود ے اور بازان دیکھتے ہی دیکھتے جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ بازان کا خاتمہ کرنے کے بعد خریم بن عمر نے اپنے گھوڑے کا منہ دشمن کے لشکر کی طرف کرتے ہوئے ایڑ لگائی اور نعرہ تکبیر بلند کر کے اپنی فتح کا اعلان کر کے گھوڑے کو موڑ کر اپنے لشکر کی طرف چل پڑے۔ بازان کے مارے جانے پر زمیش سخت غصے میں آ گیا۔ اس نے لشکر کو آگے بڑھا دیا اور مظلمہ کے لشکر پر حملہ آور ہوا وہ زمیش کے حملوں کا دفاع کرنے لگے جب جنگ عروج پر پہنچی تو اچانک خریم بن عمر اپنے لشکر سمیت نمودار ہوا ایک طوفان کی مانند زمیش کے لشکر پر حملہ آوار ہوا اس سے پیشتر زمیش کے لشکر مظلمہ کی فوج پر بڑھ چڑھ کر حملے کر رہا تھا جب زمیش کے پشتی پہلو سے حملہ کیا گیا تو زمیش کے لشکری ہراساں اور پریشان ہو گئے کچھ ہی دیر میں زمیش لڑائی میں شکست کھا کر بھاگ گیا۔

تعاقب

زمیش کے بھاگتے ہی خریم بن عمر نے مظلمہ کی طرف منہ پھیرا اور اسے حکم دیا" تم اپنے لشکر کو لے کر فوراً مکران کی طرف چلو اور موہل کی بستیوں سے ملنے والا مال غنیمت بھی ہمراہ لے جاؤ میں زمیش کا تعاقب کرتا ہوں تا کہ اس کے لشکر کی تعداد کم کی جا سکے اور آئندہ خطرے کا سد باب کیا جا سکے" خریم بن عمر نے اپنے لشکر کے ساتھ زمیش کا تعاقب کیا اور اس کے علاقوں تک اس کا تعاقب کیا۔ زمیش اس تعاقب سے تنگ آ کر اپنے بچے کھچے ساتھیوں سمیت ساحل سمندر کی طرف دوڑ گیا جس پر خریم بن عمر نے اس کا تعاقب ترک کر دیا اس کے بعد اس نے زمیش کی بستیوں سے مال غنیمت لوٹا اس مال سے ان مسلمان بستیوں کی اعانت کی جو زمیش کے ہاتھوں نقصان اٹھا چکے تھے۔

زمیش سردار وانگہ کی خدمت

ایک روز وانگہ سردار کو اطلاع ملی کہ زمیش چند آدمیوں کے ساتھ اس سے ملنے آیا ہے اس نے اس کا استقبال کیا کافی دیر تک ان کی گفتگو جاری رہی اس نے وانگہ سردار کو اپنا ساتھ دینے پر مجبور کیا جس پر وانگہ سردار نے نیم دلی سے رضامندی کا اظہار کیا پھر اس نے وانگہ کو مجبور کیا کہ وہ اس کے ساتھ موہل کی طرف چلے تا کہ اسے بھی اپنے ساتھ ملایا جا سکے موہل کے پاس پہنچ کر وانگہ نے اظہار افسوس کیا" موہل میرے بھائی مجھے بے حد افسوس ہوا مسلمانوں کے ہاتھوں تمہیں اور تمہاری بستیوں کو نقصان پہنچا ہے مسلمانوں کے حملہ آور ہونے کی اطلاع مجھے مل گئی تھی میں نے اندازہ لگایا موہل ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا میں نے پیش بندی کے طور پر اپنے لوگوں کو پہلے ہی کشتیوں پر سوار کرا دیا تھا بھگوان کی کرپا سے مسلمان واپس لوٹ گئے اور انہوں نے جا کر زمیش پر حملہ کر دیا اس پر زمیش بولا سارے فساد کی جڑ مسلمان سالار خریم بن عمر ہے اب اس سے اپنی شکستوں کا بدلہ لینے کا وقت آ گیا ہے اس لیے تم میرے ساتھ راجہ داہر کے پاس چلو تا کہ کوئی ٹھوس لائحہ عمل تیار کر کے آئندہ کیلئے اس کا سد باب کیا جا سکے تینوں مشاورت کے بعد اس بات پر متفق ہو گئے اور راجہ داہر کی جانب چل پڑے۔

محمد بن قاسم

رے سے قاصد کی آمد

ایک دن حجاج بن یوسف اپنے محل میں بیٹھا ہوا لوگوں سے محو گفتگو تھا کہ اس کے بیٹے نے اطلاع دی کہ رے سے ایک قاصد آیا ہے حجاج نے قاصد کو فی الفور طلب کیا اس سے رے کے حالات دریافت کیے قاصد نے کہا ''اے امیر! انتہائی بری خبر ہے رے اور اس کے گردونواح کے غیر مسلموں نے بغاوت کر دی ہے تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا جا رہا ہے اگر ان لوگوں کی سرکوبی نہ کی گئی تو ایسا طوفان برپا ہوگا جو کسی طرح بھی قابو میں نہ آئے گا'' حجاج بن یوسف نے فوری طور پر اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو بلا بھیجا رے جیسی خطرناک مہم کے لئے محمد بن قاسم کا انتخاب حجاج کی دوربینی کا منہ بولتا ثبوت ہے حالانکہ اس کے پاس ایک سے بڑھ کر ایک جری بہادر اور تجربہ کار افراد موجود تھے۔

محمد بن قاسم الثقفی

محمد بن قاسم ایک خوبصورت نوجوان تھا آنکھیں بڑی بڑی پیشانی کشادہ بازو گول چوری کلائیاں ابھرا ہوا بدن گلابی رنگ اور ہیبت ناک آواز تھی فولادی دل جگرے کا مالک تھا بلند خیالات مستحکم ارادے اور بہادروں کے جوہر سے مزین تھا انتہائی رحم دل حلیم طبیعت کا مالک شیریں زبان ہنس مکھ چہرے والا ہر چھوٹے بڑے سے شیریں زبان میں محبت بھری باتیں کرنے والا تھا ہر چھوٹا بڑا اس کی عزت کرتا تھا بعض روایات کے مطابق وہ حجاج بن یوسف کے چچا کا لڑکا تھا اور اس کا داماد تھا۔ محمد بن قاسم بھی طائف میں پیدا ہوا تھا جب حجاج بن یوسف عراق کا گورنر مقرر ہوا تھا تو اس کے خاندان کے لوگوں کو عراق بلا کر مختلف عہدوں پر نامزد کر دیا تھا اس نے محمد بن قاسم کے والد کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا تھا وہ محمد بن قاسم کے بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا پانچ سال کی عمر میں اس کے اندر ذہانت کے جوہر دیکھ کر حجاج بن یوسف نے اسے بصرہ کے حربی سکول میں داخل کروا دیا تھا وہاں سے اس نے عسکری تعلیم حاصل کی تھی وہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا محمد بن قاسم اور اس کا دوست جیسم بن زحر حجاج بن یوسف کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے ان سے مخاطب ہو کر کہا بیٹے ایک مہم آن پڑی ہے اس مہم کے لئے میری نظر انتخاب تم پر پڑی ہے رے میں کردوں نے بغاوت کر دی ہے اس بغاوت کو ختم کرنے کے لئے یہ ذمہ داری میں تم پر ڈالتا ہوں کیا تمہیں منظور ہے'' محمد بن قاسم نے کہا ''اے امیر! آپ حکم دے کر دیکھیں میں اس کام کے لئے کس برق رفتاری سے نکلتا ہوں محمد بن قاسم کے پراعتماد لہجے اور باڈی لینگویج نے حجاج بن یوسف کو مطمئن کر دیا۔

ابھی صبح کا سورج طلوع ہونے کے لیے کرنیں بکھیر رہا تھا، اندھیرا چھٹ رہا تھا۔ خلاف معمول بازاروں میں خاموشی نہ تھی بلکہ دمشق کی چھتوں اور بازاروں میں اہل شام اسلامی فوج کی روانگی کا منظر دیکھنے کے لیے صبح کی نماز کے بعد سے ہی اکٹھے ہو گئے تھے۔ یہ دن اس لحاظ سے تاریخ

کے اہم دنوں میں ایک اہم دن بننے کو تھا جب مسلمانوں کی فوج ایک نوجوان سپہ سالار کی قیادت میں ایک دور اُفتادہ اور ان دیکھی سرزمین کی طرف رواں دواں تھی۔ یہ لشکر اس غیور قوم کے بہادر بیٹوں پر مشتمل تھا جو ایک مظلوم عورت کی فریاد پر ظلم کا حساب لینے نکلا تھا۔ ہر مجاہد جذبہ جہاد سے سرشار تھا۔ اسی جذبے کی بدولت مسلمانوں نے اُس وقت کی قدیم تہذیب اور اس کی جنگی قوت (MIlitary might) کو للکارا تھا۔ عوام الناس نے اس مہم کی مالی اور اخلاقی ہر قسم کی امداد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا۔

محمد بن قاسم اپنے دوست جیم بن زحر کے ساتھ رے کی جانب کوچ کر گیا

محمد بن قاسم کی کارروائیاں

رے کے غیر مسلم کردوں کو اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ حجاج بن یوسف نے اپنے نوعمر اور نابالغ بھتیجے محمد بن قاسم کو فوج دے کر ان کی سرکوبی کیلئے بھیجا ہے انہوں نے اس کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے اسے راستے میں ہی روکنے کا فیصلہ کیا تا کہ رے محفوظ رہے انہوں نے اصطفر شہر کے باہر ریتیلے میدانوں میں محمد بن قاسم کا راستہ روک لیا دونوں طرف سے جنگ کی تیاریاں کی گئیں محمد بن قاسم نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ کو اپنے پاس رکھا اور دوسرا حصہ جیم زحر کے حوالے کر دیا اس کے بعد محمد بن قاسم گھوڑے پر بیٹھا اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کر لیا اور سجدہ کی حالت میں یہ دعا مانگی" اے رب کریم! اصطفر کے ریگستان کے میدانوں میں تیرے سوا کوئی میری فوجوں کا نگہبان نہیں ہے ہم تیری رضا کے لئے نکلے ہیں اگر تو چاہے تو ان غیر مسلم کردوں کے سامنے تیری نصرت کے سہارے فتح حاصل کر سکوں گا" دعا مانگنے کے بعد اس نے اپنا سر اونچا اٹھایا اپنے عمامہ کے پلو سے آنکھوں کو صاف کیا اور اپنا رخ دشمنوں کی طرف موڑ لیا کردوں نے آگے بڑھ کر حملہ کیا جب وہ مخصوص مقام پر پہنچ گئے تو محمد بن قاسم نے اپنی تلوار فضا میں بلند کی اور نعرہ تکبیر بلند کیا جواب میں اس کے لشکریوں نے بھی نعرہ بلند کیا اور پھر فضا اللہ اکبر کے جنگی نعروں سے گونجنے لگی اور تلواریں ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہوتی چلی گئیں۔ شام سے پہلے محمد بن قاسم کے لشکر نے کردوں کا تقریباً صفایا کر دیا بہت تھوڑے کرد جان بچا کر بھاگ جانے میں کامیاب ہوئے محمد بن قاسم کے لشکر نے مال غنیمت سمیٹنا شروع کر دیا اتنے میں ایک مخبر نے آ کر اطلاع دی کہ کردوں کا ایک عظیم الشان لشکر جرجان میں اکٹھا ہو رہا ہے محمد بن قاسم نے وقت ضائع کئے بغیر جرجان کا رخ کیا اور جرجان کے باہر کردوں کو شکست سے دوچار کر کے جرجان کو اپنا مستقر بنا لیا حجاج بن یوسف کو اس فتح کی خبر ملی تو اس نے محمد بن قاسم کو جرجان اور اس کے گردونواح کا گورنر مقرر کر دیا۔

محمد بن قاسم نے اپنے زمانہ گورنری میں شیراز شہر کی بنیاد رکھی محمد بن قاسم نے نظامِ عدل پر خصوصی توجہ دی۔ انصاف کی بدولت شیراز شہر اَمن و آشتی کا گہوارہ بن گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے غیر مسلموں کی کثیر تعداد نے بخوشی ، اسلام قبول کر لیا جس سے مسلمانوں کی تعداد میں بے حد اضافہ ہو گیا۔ جب شیراز شہر مکمل ہو گیا تو محمد بن قاسم نے اسکو اپنا مرکز بنا لیا۔

راجہ داہر کی سازشیں

زمیش موہل اور دانگہ جب راجہ داہر کے پاس پہنچے تو اس نے ان کا پرتپاک استقبال کیا کافی دیر تک ان کے درمیان مختلف امور پر بات ہوتی

رہی ایک فیصلہ کن تجویز پر اتفاق ہوگیا راجہ داہر نے کہا میں اپنا قاصد سندر داس اور دیبل کے گورنروں کی طرف بھجواتا ہوں تا کہ وہ اپنے حصے کے لشکر پنجگور روانہ کر سکیں موہل تم بھی اپنا لشکر لے کر پنجگور پہنچ جاؤ حارث اور اس کے دونوں بیٹے پہلے سے وہاں موجود ہیں اس طرح تین قوتوں پر مشتمل یہ لشکر پنجگور سے نکل کر مکران کا رخ کرے گا۔

زمیش تم جاؤ اور اپنے علاقے میں تیاری کر و اپنا لشکر لے کر مشرق کی طرف سے مکران کی طرف بڑھنا جس وقت مسلمانوں کا سپہ سالار ان سے جنگ شروع کرے تم پشت کی طرف سے حملہ کر دینا اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے گا اس لائحہ عمل کے لئے تاریخ اور وقت کا تعین کرنا تمہارا کام ہے" راجہ داہر کے جواب میں سب نے اثبات میں گردن ہلا کر منظوری دی راجہ داہر نے کہا ایک اچھی خبر سن لو سراندیپ کا فرمانروا مسلمانوں سے اچھے تعلقات رکھنے کے لئے کسی طرح مسلمانوں کے خلیفہ ولید بن عبدالمالک کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہے اب حج کا زمانہ ہے اس کے ہاں آباد مسلمان حج اور مقدس مقامات کے لئے جانا چاہتے ہیں ان کے ہاتھ سراندیپ کا راجا تحائف اور ہدیہ جات ولید بن عبدالمالک کی خدمت میں بھیج رہا ہے تفصیل کے مطابق جہازوں پر سامان لادا ہوا ہے جس میں مختلف قسم کے موتی' جواہر' حبشی غلام اور کنیزیں اور دوسرے تحائف شامل ہیں تا کہ وہ ان تحائف کو حجاج بن یوسف کے ذریعے خلیفہ عبدالمالک کی خدمت میں پیش کر کے ان سے دوستی کر سکے موہل تمہارے لئے یہ سنہری موقع ہے اگر تم کوشش کر و تم اس سامان پر قبضہ کر سکتے ہو تمہارا اس معاملے میں کیا خیال ہے" ثابت ہوا کہ بدی کا محور راجا داہر تھا جس کی پشت پناہی کے بغیر سمندری قزاق مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں والے جہاز پر حملہ کرنے کی جرات کبھی نہ کر سکتے تھے۔ موہل نے راجہ داہر سے کہا آپ بے فکر رہیں میرے لئے یہ بہت بڑی خوشخبری ہے ہم پیشہ ور بحری قزاق ہیں ہم ان کے راستے کو بخوبی سمجھتے ہیں ہم انہیں راستے میں ہی قابو کر لیں گے۔ اس طرح سے لوٹ مار کریں گے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی کہ جہاز کدھر گئے اب میں اپنے علاقوں کی جانب چلتا ہوں جہاز کو لوٹنے کی تیاری کرتا ہوں زمیش اس دوران پنجگورہ سے حارث اور اس کے بیٹوں کو لے کر میرے پاس آئے تا کہ حملہ کے لئے وقت اور تاریخ کا تعین کیا جا سکے اس کے بعد اجلاس ختم ہوا اور سب اپنی اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئے۔

وانگہ کی جانب سے مسلمانوں کو اطلاع

ایک روز خریم بن عمر والی مکران کے ساتھ محو گفتگو تھا کہ انہیں وانگہ کی طرف سے قاصد کے آنے کی اطلاع ملی جس نے آ کر راجہ داہر کی زمیش اور موہل سے رچائی سازش سے آگاہ کیا نیز یہ بھی بتایا کہ زمیش اور موہل راجہ داہر سے مل کر واپس آ رہے ہیں وانگہ سے مل کر اپنے ٹھکانوں پر واپس پہنچیں گے وانگہ نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ زمیش کو کسی طرح مسکی نہ پہنچنے دیا جائے اور راستے میں ہی اس کا کام تمام کر دیا جائے تا کہ کرمان کی طرف سے مسلمانوں کے لئے خطرہ ختم ہو جائے۔

صلاح مشورے کے بعد خریم بن عمر قاصد کے ہمراہ وانگہ کی طرف روانہ ہو گیا اس کے ہمراہ آٹھ سے دس مسلح افراد تھے رات ڈھلتے ہی خریم بن عمر وانگہ کے سردار کی حویلی میں پہنچا وہ خاموشی سے اسے اندر لے گیا پھر وانگہ سردار نے جو تفصیل بیان کی راجہ داہر سے ملنے کے بعد دونوں

نے میرے پاس آنا تھا لیکن تازہ اطلاع کے مطابق موہل تو اپنے قبیلے کی جانب چلا گیا ہے تا کہ سرانديپ سے آنے والے جہازوں کو لوٹ سکے جس کی ترغیب راجہ داہر نے اسے دی ہے جبکہ مشترکہ منصوبہ پر زمیش کام کرے گا وانگہ سے تفصیل سن کر خریم بن عمر نے کہا وانگہ تم نے میرا کام آسان کر دیا ہے اب میں زمیش کا خاتمہ کر کے ہی دم لوں گا جب وانگہ کو پتا چلا کہ خریم بن عمر کے ساتھ دس مسلح افراد موجود ہیں تو اس نے اس کی منت سماجت کر کے اپنے دس مسلح آدمی بھی اس کے ہمراہ کر دیئے اور ساتھ ہی راستوں کی نشاندہی کے لئے اپنے قاصد کو بھی بھیج دیا۔ وانگہ نے ایسا اس لیے کیا کہ طاقت کا توازن کچھ تو مسلمانوں کی طرف ہو جبکہ خریم بن عمر اور اس کے ساتھی جذبۂ ایمانی اور نصرتِ الٰہی کے بل پر جوش و جذبہ کی معراج پر تھے۔ وانگہ ایمان کی اس درجہ حرارت کو سمجھنے سے قاصر تھا۔

خریم کی بروقت کارروائی

خریم بن عمر نے ریت کے ٹیلوں پر جوانوں کو اکٹھا کیا اور سمندر کی طرف کوچ کر گیا پنجگور سے موہل کے قبیلے کی طرف آنے والے راستے پر گھات لگائی دوسری طرف وانگہ کی طرف سے مہیا کردہ جاٹوں کو آگے بھیجا تا کہ وہ ان ٹارگٹ کے آنے کی اطلاع بروقت پہنچا سکیں فراہم کردہ لوگوں کو خفیہ رپورٹنگ کے لیے تین دن کے بعد زمیش' معاویہ اور محمد کے ساتھ ادھر سے گزرا خریم بن عمر نے اپنے لائحہ عمل کے مطابق ان کی راہ روکی ان کے ساتھ پینتیس جوان تھے خریم بن عمر نے اس تیزی سے حملہ کیا کہ ان کو سنبھلنے کا موقع نہ ملا دوسری طرف سے وانگہ کے فراہم کردہ ساتھیوں نے پشت کی جانب سے حملہ کر دیا اس طرح زمیش' معاویہ اور محمد سمیت سب کا صفایا ہو گیا صرف تین لشکریوں کو زندہ پکڑا گیا خریم بن عمر نے ان تینوں (زمیش معاویہ، اور محمد) کے سر کاٹ کر ان کے حوالے کر دیئے اور ان کو حکم دیا کہ ان کو موہل کے پاس لے جاؤ اور میرا پیغام اسے دے دو" تم نے اور زمیش نے راجہ داہر کے ساتھ مل کر جو سازش کی تھی وہ ناکام ہوگئی ہے تمہیں تحفے کے طور پر تینوں کے سر بھجوا رہا ہوں۔ تم اب بھی اپنی سازشوں سے باز نہ آئے تو چوتھا کٹنے والا سر تمہارا ہوگا'' اس نے ان تینوں کو موہل کی بستیوں کی طرف روانہ کر دیا اور خود مکران واپس چلا گیا۔

دیبل

دیبل ایک قدیم بندرگاہ تھی۔ یہ چھ سو برس سے سندھ کی اہم بندرگاہ تھی ان دنوں دیبل بحری قزاق سردار موہل کا مرکز تصور کی جاتی تھی موہل اپنے مسلح ساتھیوں کے ساتھ سرانديپ سے آنے والے بحری جہازوں پر حملہ آور ہوا اور ان پر قبضہ کر لیا تمام مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر لیا اور قیدی بنا کر راجہ داہر کے دارالخلافہ اروڑ بھجوا دیا سب سامان موتی جواہرات بھی انہوں نے لوٹ لئے

عورت کی فریاد

قیدی عورتوں میں سے ایک کا تعلق بنی عزیز سے تھا اس نے جہاز کے عرشے پر کھڑے ہو کر آسمان کی جانب دیکھا پھر اللہ تعالیٰ کو مدد کے لئے پکارا اس کے بعد عراق کی جانب منہ کر کے زور سے چلانے لگی۔

''یا حجاج المدد! یا حجاج المدد!''۔

اس وقت اس کی صدا سننے والا کوئی نہ تھا تکامرہ قبیلے کے وحشی لوگ زور سے قہقہے لگانے لگے کچھ مسافر کسی طرح اپنی جان بچا کر جھاڑیوں میں چھپ گئے بعد میں ایک چھوٹی کشتی میں سوار ہو کر کسی طرح مکران پہنچ گئے پھر وہاں سے خشکی کے راستے جنگلات' میدانوں اور عریض و عمیق دریاؤں اور دشوار گزار پہاڑی سلسلوں کو عبور کرتے ہوئے شیراز پہنچ گئے شہراز شہر محمد بن قاسم نے آباد کیا تھا ملک ایران میں خلیج فارس کے قریب واقع ہے یہاں چند روز آرام کرنے کے بعد بصرہ روانہ ہوئے ان دنوں حجاج بن یوسف بصرہ میں قیام پذیر تھا انہوں نے بصرہ پہنچ کر کسی طرح حجاج بن یوسف تک رسائی حاصل کی اور باریابی کی اجازت چاہی حجاج بن یوسف نے ان کو اپنے پاس بلا بھیجا اور ان سے استفسار کیا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔

حجاج کے دربار میں فریاد

زیاد نامی ایک شخص نے جواب دیا ہم سرانديپ سے آئے ہیں حجاج بن یوسف نے انتہائی تعجب سے کہا سرانديپ سے زیاد نے جواب دیا جی ہاں سرانديپ سے حجاج بن یوسف نے کہا مجھے لگتا ہے سرانديپ کے راجہ نے امیر المومنین ولید بن عبد الملک کے نام کوئی پیام دوستی بھیجا ہے زیاد نے جواب دیا جی یہ بالکل درست ہے حجاج بن یوسف نے کہا میرے علم میں ہے کہ سرانديپ کا راجہ بہت نیک اور انصاف پسند ہے زیاد نے کہا وہ بہت نیک اور مسلمانوں کا بہی خواہ ہے حجاج نے اس سے پوچھا وہاں مسلمانوں کی کس قدر آبادی ہے زیاد نے کہا اٹھاون کی تعداد ہے۔ حجاج نے پوچھا کیا وہاں مسلمان خوش ہیں اور انہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے زیاد نے جواب دیا جب تک سرانديپ میں تھے خوش تھے حجاج نے پوچھا اب کیا بات ہے؟ زیاد کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اس نے ساری داستان حجاج کے گوش گزار کر دی پھر اس عورت کی فریاد اور حجاج کو پکارنے کا بھی ذکر کیا۔

لبیک حجاج

اس کی بات سن کر حجاج بن یوسف اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور بے ساختہ کہا۔

لبیک یا بنت قوم لبیک!

اس فقرے کو اس نے تین مرتبہ دہرایا ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی جب زیاد نے ساری داستان سنائی تو اس کا چہرہ غیض و غضب سے دمک اٹھا وہ جوش سے یکدم کھڑا ہو گیا کچھ دیر بڑے عجب سے جذبے کے ساتھ کھڑا رہنے کے بعد غضبناک ہو کر بیٹھ گیا اور کہا ''اللہ کی قسم میں شر کے خلاف خاموشی اختیار نہیں کروں گا میں ایسا شخص نہیں ہوں آج سے عہد کرتا ہوں کہ ان کے جسموں سے خون کا ایک ایک قطرہ نکال دوں گا جب تک قیدیوں کو رہا نہ کروالوں گا پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاؤں گا میں حملہ آوروں پر کاری ضرب لگاؤں گا ان کے پیچھے رونے والا کوئی نہ بچے گا دشمن کو یہ علم نہیں ہے کہ انہوں نے کس قوم کو للکارا ہے وہ نفرتوں کے آگ کو ہوا دے رہے ہیں وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ لٹنے والوں کا اس کائنات میں شاید کوئی مدد گار نہیں تو انہیں جان لینا چاہیے یہ محض ان کا فریب نفس ہے ہم ان کی نیتوں کے اس فریب کو ان کے چہروں پر کالک بنا کر مل دیں گے ان کی کرچیاں کرچیاں کر دیں گے۔

کچھ دیر تو حجاج بن یوسف کی وہی کیفیت رہی اس کے بعد اس نے ایک خط راجہ داہر کے نام مکران کے والی ہارون نمیری کے پاس قاصد

کے ہاتھ بھیجا اور ہدایت کی کہ اس خط کو جلد راجہ داہر کے پاس بھیجو خط میں حجاج نے مکران کے والی ہارون نمیری کو لکھا تھا خط کا متن یہ تھا۔

''جو تحائف سراندیپ کے راجہ نے امیر المومنین کے لئے بھیجے ہیں انہیں واپس دے ان بیواؤں یتیموں اور عورتوں کو جو کہ حج کی نیت سے نکلی ہیں آزاد کردے جن کو دیبل کے قریب تمہاری فوجوں نے یرغمال بنایا ہے'' حجاج بن یوسف نے جو خط لکھا تھا اس کا متن یہ تھا سندھ کے راجہ داہر کو یہ معلوم ہونا چاہیے ہماری رعایا کے لوگ تمہارے علاقے میں قید کر لئے گئے ہیں انہیں با عزت طریقے سے رہا کردو مال و اسباب جو تم نے لوٹا ہے اسے واپس کردو ورنہ نقصان کا تاوان ادا کرو'' خط پر حجاج بن یوسف کے دستخط اور مہر ثبت تھی۔

راجہ داہر کا جواب

راجہ داہر کے پاس جب خط پہنچا تو اس نے بجائے معقول جواب دینے کے بھونڈے انداز میں کہا'' یہ کام بحری قزاقوں کا ہے میرا ان پر کوئی بس نہیں اور نہ میرا ان سے کوئی تعلق ہے''

راجہ داہر کون تھا

راجہ داہر راجپوت برہمن زادہ تھا تاریخ کے مطابق سندھ کا اصل راجہ ساہسی تھا جس کا دارالسلطنت الور تھا اس کے زیر نگرانی سندھ، ملتان اور اٹک تک اس کا علاقہ تھا وہ نہایت نیک اور رعایا کا خیر خواہ تھا۔ اس کا ایک وزیر بدھی من تھا ایک روز دیوان میں راجہ ساہسی بدھی من سے کسی مسئلہ پر گفتگو کر رہا تھا ایک برہمن آیا جس کا نام چچ تھا جو نہایت چالاک، ہوشیار، تعلیم یافتہ شخص تھا اس نے راجہ ساہسی سے کچھ ایسی گفتگو کی کہ راجہ اس سے بے حد خوش ہوا اور اس کو بدھی من کا نائب بنا دیا چچ نے دربار میں ایسا طریقہ اختیار کیا سب درباری اور رعایا اس سے خوش رہنے لگے ساہسی کی بیوی سوبھی دیوی تھی ایک روز اس نے چچ کو دیکھا اس کی ایک نظر پر مرمٹی ادھر چچ بھی اس کا گرویدہ ہوگیا سوبھی دیوی خاموشی سے چچ کو اپنے محل میں بہانوں سے بلانے لگی اور کئی کئی گھنٹے تخلیے میں گزرنے لگے جس سے ان کے تعلقات میں گہرائی پیدا ہوگئی ان کی محبت کا دریا ٹھاٹھیں مارنے لگے دوسری طرف لوگوں میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں ارا کین سلطنت نے اس کے خلاف راجہ ساہسی کے آگے شکایت لگادی جس سے ان کے معاملات میں خلل پیدا ہونے لگا چچ نے لوگوں کی اس بدگمانی کا ذکر رانی سے کیا پھر انہوں نے ایک خوفناک منصوبہ بنایا کسی نہ کسی طرح کو قتل کروادیا جائے ساتھ ہی سلطنت کے تمام دعوے داروں کو بھی قتل کرا دیا جائے جب سلطنت کا کوئی دعویدار نہ بچے گا تو رانی چچ سے شادی کر کے اس کو راجہ ساہسی کی جگہ راجہ بنوادے گی اس طرح ایک برہمن ذادہ راجہ بنا رانی کے بطن سے اس کے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئے بڑے لڑکے کا نام دہرسیا تھا اور چھوٹے لڑکے کا نام داہر تھا لڑکی کا نام مائی تھا جو کہ نسوانی حُسن کا اعلیٰ شاہکار تھی۔

بڑے ہونے پر دہرسیا کو جو علاقہ حکومت کے لئے تفویض ہوا اس کا پایہ تخت برہمن آباد تھا راجہ داہر کو جو سلطنت کا حصہ ملا اس کے مطابق اس کا پایہ تخت بدستور الور رہی تھا راجہ داہر عیاش طبع تھا، اس کے حرم میں دو رانیاں امادیوی اور رانی لاڈی تھی رانی لاڈی خوبصورت اور کمسن لڑکی تھی جبکہ امادیوی ایک درمیانی عمر کی بھرپور عورت تھی اس کے علاوہ محل میں اس نے اپنی عیاشی کے لئے بے شمار حسین کنیزیں رکھی ہوئی تھیں یہ راجا داہر کا کردار

تھا۔ دوسری طرف اس کا بھائی دہرسیا نہایت نیک اور خوش دل انسان تھا وہ رعایا کا چہیتا تھا اس نے اپنی بہن مائی کی شادی بھالیہ کے راجہ سوہن سے طے کر کے اُسے داہر کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ بہن کے ہاتھ پیلے کر کے اُسے رُخصت کر دے۔ اُس کے ہمراہ بطور جہیز سات سو گھوڑے اور پانچ سو پیادے بھیجے اور نالائق وعیاش بھائی کو لکھا کہ میں نے مائی کی شادی بھالیہ کے راجہ سوہن سے طے کر دی ہے اس لئے اس کو دھوم دھام سے اس کے پاس بھیج دیا جائے جب مائی داہر کے پاس پہنچی تو وہ اپنی حقیقی بہن کی خوبصورتی دیکھ کر دنگ رہ گیا اور ہندوانہ رسم ورواج کے برخلاف اس نے مائی سے شادی رچالی راجہ داہر ہندوانہ رسوم ورواج کے مطابق صرف دھوتی پہنتا تھا اس کا اوپری بدن ننگا رہتا تھا جس میں برہمن رسم کے مطابق بے شمار ہار اور مالے پڑے ہوئے تھے وہ انتہائی غرور وتکبر کے ساتھ اپنی گردن ہر وقت تانے رکھتا تھا۔

حجاج کی یاداشت ولید کی خدمت میں

راجہ داہر کا جواب جب حجاج بن یوسف کو ملا تو وہ غصے سے کھڑا ہو گیا اور امیر المومنین کی خدمت میں ایک یاداشت بھیجی تا کہ اس کو راجہ داہر پر حملہ کرنے کی اجازت مل جائے بعض مصلحتوں کی بناء پر ولید بن عبدالمالک نے اس بات کی اجازت دینے سے انکار کر دیا حجاج نے ایک یاداشت امیر ولید کے پاس بھیجی جس میں قیدیوں کی حالت زار کا ذکر کچھ اس انداز میں کیا گیا کہ امیر المومنین کا دل پگھل گیا ساتھ ہی اس نے امیر ولید کو لکھا کہ شاید امیر المومنین اس مہم میں کثیر اخراجات کے پیش نظر اجازت دینے میں پس وپیش سے کام لے رہے ہیں بہر حال میں اس بات کی یقین دہانی کرواتا ہوں کہ اس مہم میں خرچ ہونے والی رقم سے دوگنی رقم شاہی خزانے میں جمع کروادی جائے گی ولید بن عبدالمالک اس خط سے بے حد متاثر ہوا اس نے سندھ پر حملہ کا شاہی فرمان لکھ کر اس پر اپنی مہر ثبت کر کے حجاج بن یوسف کی خدمت میں بھیج دیا۔

شاہی فرمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے از حد بندہ خدا ولید بن عبدالمالک خلیفۃ المسلمین بجانب حجاج بن یوسف ثقفی والئی بلاد مشرق۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ تمہارا عریضہ پہنچا سراندیپ کے قیدی مسلمانوں کی خبر سن کر اس قدر اضطراب پیدا ہوا کہ بھوک اور نیند اڑ گئی ہے ایک مسلمان کا بیکار ہونے سے اچھا ہے کہ میں مرجاؤں مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کسی مسلمان کو مصیبت میں دیکھے اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پھر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو تکلیف میں کیسے دیکھ سکتا ہے اگر کوئی دیکھ سکتا ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم فوراً سندھ پر لشکر کشی کر دو سندھ کافی فاصلہ پر ہے لہٰذا معمولی مہم نہ بھیجی جائے نہ ہی معمولی لوگوں کو بھرتی کیا جائے بلکہ تجربہ کار پر جوش مجاہدین کو بھیجا جائے ان کو ہدایت کی جائے کہ پہلے صلح وآتشی سے کام لیں اگر مغرور ومتکبر راجہ داہر نہ مانے تو جنگ کریں اور اس وقت تک لڑیں جب تک کہ تمام مجاہدین شہید نہ ہو جائیں یا اس راجہ کو نہ مار لیں اس بات کا خیال رکھا جائے کسی مندر یا معبد کو نہ گرایا جائے نہ کسی عورت اور بچے یا بوڑھے بیمار کو ستایا جائے نہ کسی کھیتی کو پامال کیا جائے نہ ہی کسی آبادی کو جلایا جائے اور غنیم کے فریب میں نہ آئیں نماز اور روزے کی پابندی کریں مسلمان جس قدر ہو سکے اللہ کو یاد کریں اللہ تعالیٰ ان پر اس قدر لطف وکرم کرے

گا اگر چہ میں اور دمشق کے لوگ مجاہدین سے دور ہوں گے مگر ہماری دعائیں ان کے ساتھ ہوں گی آج سے یہ حکم دے دیا گیا ہے کہ ہر مسجد میں مسلمانوں کی عافیت اور فتح وکامرانی کی دعا کی جائے تمام مسلمانوں کو السلام وعلیکم!

فقط

ولید بن عبد الملک

اس شاہی فرمان کے ملتے ہی حجاج بن یوسف نے بے حد خوش ہوا اور اس نے سندھ پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

......❀......

سندھ کی فتح

سندھ پر پہلی مہم

حجاج بن یوسف نے فوری طور پر اپنے ایک سپہ سالار عبداللہ اسلمی کی ہمراہی میں چھ ہزار سپاہ دیبل روانہ کی راجہ داہر اور عبداللہ اسلمی کے درمیان دیبل کے باہر شدید لڑائی ہوئی اور عبداللہ اسلمی کے شہید ہونے پر مسلمان اپنا مقصد حاصل کرنے میں ناکام رہے۔

سندھ کی دوسری مہم

اس مہم کے بعد حجاج بن یوسف نے بدیل بن طہفہ کی سرکردگی میں فوج کو دیبل پہنچنے کا حکم دیا جو اس وقت عمان میں تھا دوسری طرف اس نے مکران کے حکمران ہارون نمری کو بھی تین ہزار سپاہ اس مدد کے لئے دیبل بھیجنے کا حکم دیا بدیل اپنی سپاہ کے ساتھ مکران پہنچا وہاں سے سپاہ حاصل کرنے کے بعد دیبل کی جانب روانہ ہوا ادھر مخبروں نے راجہ داہر کو اس کی خبر دی اس نے اپنے لڑکے جسے سینہ کے ہاتھ چار ہزار سواروں کو جو کہ گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار تھے دیبل روانہ کر دیا لیکن اس کے لشکر کے پہنچنے سے پہلے ہی بدیل دیبل پہنچ چکا تھا کافی شدید لڑائی کے بعد وہ دیبل کے سالار کو شکست دینے میں کامیاب ہو گیا ادھر راجہ داہر کا لشکر جے سینہ کی قیادت میں دیبل پہنچ گیا تو بدیل سے ان کا سخت مقابلہ شروع ہو گیا بدیل کا گھوڑا ایک ہاتھی کو دیکھ کر بھڑ کا جس سے بدیل گھوڑے سے نیچے گر گیا اور راجہ داہر کے لشکریوں نے اسے شہید کر دیا حجاج بن یوسف کو جب بدیل کی شہادت کی خبر ملی تو اسے بے حد صدمہ ہوا وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ سندھ پر معمولی حملوں سے کام نہیں چلے گا۔

افواج سندھ کا نیا سپہ سالار محمد بن قاسم

کافی دیر کی سوچ بچار کے بعد حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو سندھ پر لشکر کشی کی مہم کا نیا سپہ سالار بنانے کا فیصلہ کیا محمد بن قاسم ان دنوں رے پر بھرپور حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھا اسے حجاج بن یوسف کا حکم ملا کہ وہ رے کو چھوڑ کر فوراً سندھ پہنچے اور اس بات کا انتظار کرے جو میں اس کے لئے خشکی کے راستے بھیج رہا ہوں اس لئے تم شیراز پہنچ کر اس کا انتظار کرو وہاں دو روز قیام کرنے کے بعد مکران میں داخل ہونا اور مکران عبور کر کے دیبل کے سامنے پہنچ جانا وہاں اس وقت تک ٹھہرنا جب تک میں جہازوں کو نہ بھیجوں وہ جہاز جب تک وہاں پہنچ نہ جائیں تم وہیں رہنا۔ میں نے اس بات کا انتظام کر دیا ہے کہ جہاں تک تمہارا لشکر جائے دو دو سوار ہر پانچ میل کے فاصلے پر ٹھہریں رہیں جب تم خط بھیجو تو ایک سوار وہیں ٹھہرے اور ایک سوار دوڑ کر دوسری چوکی تک اس خط کو پہنچائے اور دوسرا تیسری چوکی پر اس طرح تمام خط و کتابت دست بدست ہوتی رہے گی تم روزانہ مجھے وہاں کے حالات سے آگاہ کرتے رہنا محمد بن قاسم نے فوراً شیراز کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر حجاج بن یوسف کے اگلے قدم کا انتظار کرنے

لگا حجاج بن یوسف نے سندھ پر حملہ کرنے کے لئے پوری تیاری کر لی تھی اس نے سندھ پر حملہ کے لئے ایک مضبوط لشکر تیار کر لیا تھا جمعہ کے روز اس نے عوام کے سامنے ایک خطبہ دیا جس میں اس نے اپنے جذبات واحساسات کا اظہار کیا اس نے اپنے خطبہ میں عوام سے براہ راست جو درخواست کی اس کے مطابق ''میں تم لوگوں کو واضح طور پر بتا دیتا ہوں کہ وقت تیزی سے گزر رہا ہے حالات بدل رہے ہیں وقت کبھی ہمارے موافق اور کبھی دوسرے کے موافق ہو جاتا ہے وقت ہمارے موافق ہو تو ایسے میں اپنی پوری تیاری رکھنی چاہیے جب وقت غیر موافق ہو تو بھی مصائب کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہم پر زیادہ ہو مجھے بدیل جیسے سالار کی موت کا شدید صدمہ ہے ہر لمحہ انتقام کی صدائیں میرے کانوں میں گونجتی ہیں اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے میں اس مہم پر عراق کی تمام دولت خرچ کر دوں گا اور راجہ داہر کو سبق سکھا کر رہوں گا'' اس کے بعد حجاج بن یوسف نے چھ ہزار تربیت یافتہ سپاہ کا انتخاب کیا اس کو محمد بن قاسم کی سرکردگی میں دے دیا جسے لے کر وہ مکران کے راستے سے روانہ ہو گیا۔ فوج سب تیز رفتار گھوڑوں پر سوار تھی مکران کے ساحل سے وہ پنجگور پہنچا اور اسے فتح کر لیا اس طرح خشکی کے راستے سے وہ ارمن بیلہ پہنچ گیا ارمن بیلہ کو فتح کرتا ہوا دیبل کی جانب بڑھا۔

دیبل پہنچنے کے بعد بحری جہازوں میں کئی منجنیقیں اور دوسرا ساز وسامان اور رسد مل گئی ان منجنیقوں میں سے ایک کا نام عروس تھا یہ بہت بڑی منجنیق تھی جس کو پانچ سو آدمی مل کر حرکت میں لاتے تھے۔

مجوسیوں کا فاتح

دوسری طرف خریم بن عمر نے مجوسیوں کے خلاف زبردست چھاپہ مار جنگ شروع کر رکھی تھی اور پے در پے شبخون مار کر مجوسیوں کی تمام قوت کا اس نے خاتمہ کر دیا تھا اس اطلاع پر کہ موہل نے سراندیپ سے آنے والے جہازوں کو لوٹ لیا ہے اس نے سردار وانگہ سے مل کر ان قیدیوں کا سُراغ لگانے کی بڑی کوشش کی لیکن مگر اسے کوئی سراغ نہ مل سکا پھر محمد بن قاسم کے مکران آنے کی خبر سن کر وہ سیدھا مکران واپس پہنچا۔

دیبل کا محاصرہ

ارمن بیلہ میں محمد بن قاسم نے اپنے لشکری سالاروں کو بلا کر مجلس مشاورت قائم کی اس میں آئندہ کا لائحہ عمل تیار کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اپنی فوج کے تین حصے کئے ان میں قلب کا کمانڈر اور سالار وہ خود تھا اس کے دوست اور نائب جہم بن زمر اور حسان بن صام کو میمنہ کا سالار مقرر کیا گیا میمنہ کا سالار اس نے خریم بن عمر کو مقرر کیا اور اس کا نائب بنہ بن منظلمہ کو بنایا۔ جبکہ میسرہ کا سالار زکوان بن علوان اور اس کا نائب عطاء بن مالک کو مقرر کیا گیا لشکر کی تقسیم اس طرح کی کہ خریم بن عمر اور بنانہ بن منظلمہ کی زیر سرکردگی میں پہلے سے کام کرنے والا لشکر انہیں کے پاس رہے گا بقیہ اپنے لشکر کو اس نے دو حصوں میں برابر تقسیم کر دیا لشکر کی تقسیم کے بعد محمد بن قاسم نے کچھ دن ارمن بیلہ میں گزارے یہیں سے حجاج بن یوسف کی طرف سے ہدایت نامہ جنگ ملا جس سے واضح کر دیا گیا کہ وہ اپنی اور فوج کی حفاظت کے لئے اردگرد خندق کھودے پھر حملہ کرے اس کے علاوہ جو لوگ حافظ یا قاری ہوں وہ بدستور قرآن کی تلاوت جاری رکھیں اور اللہ عزوجل سے دعا مانگتے رہیں دیبل کے گردونواح میں پہنچ کر بارہ گز لمبی اور چھ گز گہری خندق کھود اور جنگ

شروع کرنے سے پہلے ہدایات کا انتظار کرو اور میری ہدایات پر حرف بہ حرف عمل کرنا تاکہ تمہاری فتح با آسانی ہو اس ہدایت نامہ کے بعد لشکر کی ترتیب کی گئی اور محمد بن قاسم نے دیبل کی جانب کوچ کیا بروز جمعہ کو دیبل کے نواح میں پہنچ کر جمعہ کی نماز خود پڑھائی دیبل پہنچ کر محمد بن قاسم نے خریم بن عمر کے ہمراہ شہر کا مکمل جائزہ لیا دیبل بہت بڑا شہر تھا اس کی آبادی بہت زیادہ تھی شہر کے وسط میں ایک عالیشان مندر تھا مندر کا گنبد بہت بڑا اور بلند تھا اور بہت دور سے نظر آتا تھا اس گنبد کی چوٹی پر ریشمی رنگ کا سبز پرچم لہرا رہا تھا جس کی اونچائی اس گنبد کی اونچائی سے بھی چالیس گز اونچی تھی یہاں کے باشندوں کا عقیدہ تھا کہ جب تک یہ پرچم لہراتا رہے گا اس شہر پر کوئی قبضہ نہیں کر سکتا اس سمندر میں سات سو پجاری تھے شہر کے اردگرد فصیل بنی ہوئی تھی دیبل پہنچنے پر دیبل والے قلعہ بند ہو گئے محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کو مورچہ بند ہونے کا حکم دیا اور شہر کے اردگرد خندقیں کھود کر شہر کا محاصرہ کر لیا دیبل کے لشکری وقتاً فوقتاً شہر سے باہر نکلتے اور حملہ کر کے واپس شہر پناہ کے دروازے بند کر لیتے تھے محمد بن قاسم کو حجاج بن یوسف کی ہدایات کا انتظار تھا اور خاموشی سے ان حملوں کو پسپا کر رہا تھا جیسے ہی حجاج بن یوسف کی ہدایات اور حکم نامہ ابتدائے جنگ ملا تو اس نے اپنی فوج کے سالاروں کو ہدایات دینی شروع کر دیں خود کو درمیان سے خریم بن عمر کو دائیں جانب سے اور زکوان بن علوان کو بائیں جانب سے حملہ کا حکم دیا۔

محمد بن قاسم شہر کے صدر دروازے کے سامنے موجود رہا جنگی حکمتِ عملی یہ تھی کہ جیسے ہی دشمن ادھر سے حملہ آور ہو تو محمد بن قاسم کے لشکر سے اس کا مقابلہ ہو اور دوسری طرف کے سالار ہر طرف نگاہ رکھے رہیں اور موقع ملتے ہی دشمن کی پشت سے حملہ کر کے اسے پسپا کریں اس ترتیب سے دوسرے دروازوں سے نکلنے والے دشمنوں سے نپٹا جا سکے گا۔ ابھی یہ معاملہ ہو ہی رہا تھا کہ قلعہ سے ایک برہمن باہر نکلا اور محمد بن قاسم کے پاس حاضر ہوا اس نے محمد بن قاسم کو قلعہ فتح کرنے کا اصل راز بتا دیا اور خود محمد بن قاسم کے پاس پناہ حاصل کر لی اس راز کے مطابق جب تک مندر کا گنبد اور پرچم قائم رہے گا اس شہر کو فتح کرنا مشکل ہو گا اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس طرف توجہ مرکوز کی جائے مندر پر سنگ باری کا راز معلوم ہونے پر محمد بن قاسم نے عروس منجنیق کے انچارج جمعونہ کو بلایا اور اسے ہدایات دیں اگر تم اس جھنڈے کو گرا دو اور مندر کے گنبد کو منجنیق کی سنگ باری سے تباہ کر دو تو میں تمہیں انعام کے طور پر ہزار درہم دوں گا" محمد بن قاسم نے فوری طور پر حالات سے حجاج بن یوسف کو آگاہ کیا۔ حجاج بن یوسف کے عمدہ ڈاک کے انتظام کی بدولت ایک ہی ہفتے میں اس کا جواب آ گیا، حجاج بن یوسف نے اس منصوبے کی منظوری دے دی اور مزید ہدایات یہ دیں اپنے لشکر کی ترتیب اس طرح کرو کہ سورج نکلتے وقت وہ تمہارے لشکر کی پشت پر ہو تاکہ تم دشمن کی نقل و حرکت پوری طرح دیکھ سکو۔ دن کے ابتدائی حصہ میں جنگ شروع کرو اور پہلے اللہ عزوجل سے فتح و نصرت کی دعا مانگو سندھ میں عام شخص تم سے رحم اور پناہ کی درخواست کرے تو اسے پناہ دے دو لیکن دیبل والوں کے ساتھ کسی قسم کی رعایت سے کام نہ لینا اور نہ ہی انہیں پناہ دینا کیونکہ انہوں نے سراندیپ سے آنے والے ہمارے جہازوں کو لوٹا ہے اس کے علاوہ عروس منجنیق کو مشرق کی سمت گاڑ دو اس کا ایک پایہ کم کر کے مندر کے گنبد کو نشانہ بنا کر اس سے سنگ باری کرو انشاء اللہ فتح تمہاری ہو گی۔

دیبل پر زوردار حملہ

دیبل کے محاصرے کے نویں روز محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کی ہدایات کے مطابق بوقت طلوع آفتاب دیبل پر حملہ کر دیا۔ جیسے ہی

عروس سے پہلا پتھر نکلا، دوسری منجیقوں نے بھی پتھر اگلنے شروع کر دیئے عروس سے پھینکے پہلے ہی پتھر سے گنبد ٹوٹ گیا اور پرچم زمین پر جا گرا پرچم اور گنبد کے گرتے ہی پورے شہر میں ہلچل مچ گئی دیبل کے تمام دروازوں سے فوج تیزی سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئی محمد بن قاسم نے سب سے پہلے حملے کا جواب دینے کے لئے اپنی تلوار کو عجیب مستانہ وار طریقے سے نعرہ تکبیر بلند کر کے اپنی فوجوں کو جواب دینے کا اشارہ کیا اس طرح محمد بن قاسم کی فوج آندھی و طوفان کی طرح دیبل پر ٹوٹ پڑی ایک پہر تک شدید لڑائی ہوئی پھر دیبل کے لشکریوں نے شہر میں داخل ہو کر دروازے بند کر لئے تین روز کی شدید لڑائی کے بعد اہل دیبل نے ہتھیار ڈال دیئے دیبل کا گورنر وہاں سے بھاگ گیا شہر میں امن قائم کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے پیائش کے بعد شہر کو سات برابر حصوں میں تقسیم کر دیا اسے اور مسلمانوں کے سپرد کر دیا دیبل کی فتح کے بعد سراندیپ کے صرف دو قیدی وہاں سے ملے باقی کے متعلق علم ہوا کہ اڑور میں راجہ داہر کی قید میں تسلط ظلم و ستم سہہ رہے ہیں بہرحال یہاں کے مسلمان قیدیوں کے بیان پر کہ قید خانہ کے منتظم کا ان سے سلوک اچھا رہا ہے محمد بن قاسم نے اسے معاف کر دیا اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جو اس نے قبول کر لی محمد بن قاسم نے دیبل میں حمید کو گورنر مقرر کیا سارا شہر کا نظم و نسق درست کروایا شہر کے اندر ایک مسجد تعمیر کروائی جو سندھ میں اسلام کی پہلی مسجد شمار کی جاتی ہے وہاں سے سارا مال غنیمت اکٹھا کیا اور جنگوروڈ ارمن بیلہ اور دیبل کے تمام مال میں سے پانچواں حصہ الگ کر کے فوری طور پر حجاج کی خدمت میں بھیج دیا باقی اپنے لشکریوں میں عہدے اور قابلیت کے حساب سے تقسیم کر دیا گھوڑ سواروں کو شتر سواروں اور پیادے سے دوگنا حصہ دیا گیا۔

راجہ داہر کا طیش بھرا خط

محمد بن قاسم دیبل کے انتظامات میں مصروف تھا اسے راجہ داہر کا خط ملا جس سے اس کے غم و غصہ کا اظہار واضح نظر آ رہا تھا اس خط کا متن کچھ یہ تھا ''چچ کے بیٹے داہر کی طرف سے جو سندھ کا بادشاہ ہند کا راجہ ہے جس کے حکم کے بغیر علاقے میں کوئی کام نہیں کر سکتا تمہارا نام شاید محمد بن قاسم ہے جو انسانوں کے قتل میں اول رہتا ہے اس کام میں اسکا چسکا اس قدر بڑھا ہوا ہے جسکی مثال نہیں ملتی جس نے اپنی بے وقوفی کی سزا اپنے لشکر کو دینے کے لئے اسے ہلاکت اور تباہی کی راہ پر لگا دیا ہے تم سے پہلے بھی کچھ لوگوں کے دماغ خراب ہوئے تھے وہ سندھ اور ہند کو فتح کرنے آئے لیکن شہر دیبل میں ہم نے ان کو برے طریقے سے شکست دی اب یہی سودا دماغ میں بٹھا کر تم ایسی چھچھوری حرکت کرتے ہو جس کی مثال نہیں ملتی اب دیبل کی فتح پر تم پھولے نہیں سماتے حالانکہ یہ کوئی قابل فخر کارنامہ نہیں ہے کیونکہ دیبل ہماری نظر میں چھوٹا سا قصبہ ہے یہاں کے لوگ کاروباری ہیں ان کو جنگ کا کچھ پتا نہیں ہے نہ ہی دیبل کوئی مضبوط قلعہ ہے نہ ہی ہماری فوجوں کا مرکز ایسے میں اگر تم نے دیبل کو فتح کر لیا ہے تو کوئی بہادری والا کام نہیں ہے اگر ہمارا ایک بھی سپہ سالار دیبل میں ہوتا تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ جنگ کیا شے ہے شاید تمہارے لشکر کا ایک بھی آدمی زندہ نہ رہتا تمہاری بھلائی اس میں ہے کہ یہیں سے واپس چلے جاؤ ورنہ بعد میں تم کو سوائے پچھتاوے کے کچھ حاصل نہ ہوگا تمہارا واسطہ میرے بیٹے جے سینہ سے نہیں پڑا جس کی بہادری کے خوف سے بڑے بڑے مہاراجے گھبراتے ہیں اس کے پاس سو سے زیادہ بدمست ہاتھی ہیں وہ خود ایک سفید ہاتھی پر سواری کرتا ہے جس کا مقابلہ تو کوئی گھڑ سوار کر سکتا ہے نہ کوئی بڑے سے بڑا سورما۔ یاد رکھو وہ تمہارا بھی وہی حال کرے گا جو اس نے تمہارے سابقہ جرنیل بدیل کا کیا تھا'' اس تحقیر آمیز اور پر تکبر خط نے محمد بن قاسم کی پیشانی پر بے شمار شکنیں پیدا کر دیں۔

محمد بن قاسم کا جواب

محمد بن قاسم نے قدرے غور وفکر کے بعد اس خط کا جواب لکھا جس کا متن یہ تھا۔

از طرف محمد بن قاسم سالار لشکر اسلام! جو قہاروں اور سرکشوں سے نپٹنا بخوبی جانتا ہے مخاطب! کافر' جاہل' متکبر' مغرور' اور منکر خدا داہر بن چچ برہمن کے نام جس کو اپنی آنکھوں پر بندھی ہوئی جہالت کی پٹی اتار کر حقیقت کو دیکھنے اور سمجھنے سے اللہ تعالیٰ نے محروم رکھا ہوا ہے جس طرح تم طاقت کے اندھیارے جالوں کو اپنے اوپر تانے ہوئے ہو اس پر مجھے تحقیر آمیز اور ذلیل خط لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں طاقت' حشمت اختیار اور ساز وسامان جنگ' ہاتھیوں اور لشکر کے ساتھ ساتھ اپنے بیٹے جےسینہ کی اندھی قوت پر بڑا فخر ہے جبکہ میرا ایمان صرف اور صرف ذات واحدہ لاشریک اللہ عزوجل پر ہے ہر قسم کی قوت وطاقت اسی کی ہے میرا دارومدار اسی کی کارسازی اور مدد پر ہے۔ اور بدبخت! مغرور انسان تو نے ہاتھی کو نہ جانے کیا سمجھ رکھا ہے جس کو ایک معمولی سی چیونٹی با آسانی مسل سکتی ہے تم شاید گھڑ سواروں اور پیدل جوانوں کی قوت دیکھ کر پاگل ہو گئے ہو جو بہادری میں بے مثل اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے اور صرف اللہ کے سپاہی ہیں جن کا مطمع نظر اللہ تعالیٰ کی ذات کے نام کو بلند کرنا اور مظلوموں کی مدد کرنا ہے او ظالم راجہ مسلمانوں کو سندھ پر حملہ آور ہونے کی دعوت کس نے دی ہے کبھی غور کیا یہ سب تمہاری کم عقلی' بے وقوفی بے پناہ وحشی قوت اور طاقت پر گھمنڈ کی وجہ سے ہے اس گھمنڈ کے تحت تو نے سراندیپ کے جہازوں کو زبردستی لوٹا اور مسلمانوں کو قید کر لیا نہ صرف ان کو قید کیا بلکہ ان کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا اس کے ساتھ تو بڑی ڈھٹائی سے بحری قزاقوں کا بہانہ بنا کر ان کی موجودگی سے منکر ہوا ہے تو نے مسلمانوں کے خلیفہ ولید بن عبدالمالک کی طرف سے پیغام امن کو اپنی حماقت اور خباثت کے باعث رد کر دیا اور تمام باتوں سے منکر ہو گیا اگر تم سندھ کے بادشاہ اور ہند کے صحیح معنوں میں راجہ ہوتے تو ایسا ظلم وستم نہ کرتے اور بحری قزاق جو کہ تمہاری خباثت کے کارندے ہیں تیرے ایماء پر ایسی حرکت کے مرتکب نہ ہوتے اب تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ ان مسلمان قیدیوں کو باعزت رہا کر دو اور سراندیپ کے جہازوں سے جو سامان لوٹا ہے وہ بمعہ تاوان کے واپس لوٹا دو اس کے ساتھ تم آئندہ کے لئے ایسی حرکتوں سے باز رہنے کی یاد دہانی کے ساتھ اطاعت امیر المومنین کا اقرار کرو تو تمہاری سلطنت کا شیرازہ بکھرنے سے محفوظ رہے گا اسی میں تمہاری اور رعایا کی فلاح و بہبود مضمر ہے اگر تم نے اپنے فخر وتکبر' گھمنڈ اور طاقت کے نشے والی عادت کو نہ چھوڑا اور بدستور اس میں مگن رہے اور ہماری طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھا تو یاد رکھو تیری یہ آنکھ ہمیشہ کے لئے نکال دی جائے گی تیرے غرور وتکبر اور طاقت کے گھمنڈ کو خاک میں ملا دیا جائے گا مجھے اپنی ذات پر یقین واثق ہے میرا اور تیرا کہیں بھی مقابلہ ہو گا میں اللہ وحدہ لاشریک کی اعانت سے تم جیسے سرکشوں کو مغلوب اور ذلیل کرتا رہوں گا تمہارا سر کاٹ کر امیر المومنین کے پاس دمشق بھیج دوں گا پھر اسی سعی میں اپنی جان قربان کر دوں گا مجھے میرے اللہ نے کفار کے خلاف جہاد کا حکم دیا ہے میں نے اس کو اپنا فرض جان کر دل اور ایمان کی گہرائیوں سے قبول کر لیا ہے میرا حق الیقین ہے کہ مالک کل کائنات اللہ عزوجل ہمیں فتح اور کامیابی سے ہمکنار فرمائے گا''۔

راجہ داہر کے پاس جب یہ خط پہنچا تو وہ اس کو سن کر غصے میں پاگل ہو گیا اور زور زور سے چلانے لگا یہ چھوکرا اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے اسے میری طاقت کا اندازہ نہیں ہے میں اس کو مچھر کی طرح مسل دوں گا اسے شاید معلوم نہیں تھا کہ دیبل میں بزدل لوگ رہتے ہیں اب اس کا مقابلہ بہادر لوگوں سے ہو گا اسے پتا چلے گا کہ سندھ کا راجہ اور ہند کا بادشاہ راجہ داہر کیا چیز ہے اس کے بعد اس نے اپنے وزیر بدھی من کو حکم دیا کہ وہ نیرون کے راجہ

ساہسی' سوستان کے راجہ لیجرا' بدیعہ کے راجہ کاکا اور بیت کے راجہ موکا کو ہماری طرف سے فرمان لکھو کہ وہ محمد بن قاسم کو اپنی اپنی سرحدوں پر روکیں اس سے لڑ کر اس کو شکست دیں اور اس کا سر کاٹ کر ہمارے حضور پیش کریں اس کے لشکر کو بالکل بھی آگے نہ بڑھنے دیں اس کے ایک ایک لشکری کا صفایا کر دیں جس کی تعمیل اسی وقت اس کے وزیر بدھی من نے کی۔

حجاج بن یوسف کی طرف سے تہدید نامہ

حجاج کو جب دیبل کی فتح کے بعد راجہ داہر کے خط اور محمد بن قاسم کی طرف سے بھیجے گئے جواب سے آگاہی ہوئی تو اس نے فی الفور ایک تہدید نامہ محمد بن قاسم کی جانب بھیجا جس کے ساتھ نئی ہدایات بھی ارسال کیں اس میں لکھا تھا ''اے میرے بیٹے! میں اس بات کو سن کر خوش نہیں ہوا تم نے راجہ داہر کو مصالحت کا خط لکھا ہے تم نے اپنی طرف سے نیک دلی سے یہ قدم اٹھایا ہے لیکن راجہ داہر اس کو تمہاری کمزوری گردانے گا اور صلح پر ہرگز آمادہ نہ ہوگا تم ہندوستان کے راجاؤں سے واقف نہیں ہو یہ بے انتہا خود سر' مغرور' گھمنڈی، نیم وحشی اور نہایت سنگدل ہونے کے ساتھ ساتھ عقل سے نابلد اور طاقت کے نشہ میں مست رہتے ہیں ان کے نزدیک اخلاق نام کی چیز کوئی وقعت نہیں رکھتی اگر کوئی شے وقعت رکھتی ہے تو وہ صرف طاقت کا نشہ ہے اس کے اظہار کے لئے یہ کھلم کھلا ظلم وستم کرتے ہیں اور نہایت سنگدل لوگ ہیں یہ ہر حال میں اپنے مفاد پر دوسروں کو قربان کرنے کے درپے رہتے ہیں تاکہ ان کا رعب و دبدبہ دوسروں کو ہراساں رکھے اور ان کے مقابل آنے کی کوئی جرات نہ کر سکے میں تم کو ہدایت کرتا ہوں جو تم کو مصالحت کی درخواست کرے اس سے فوراً صلح کرو اور جن شرائط پر صلح کرو اس کی پوری پوری پابندی کرو اپنی طرف سے کوئی قدم صلح کے لئے نہ اٹھاؤ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے پاس لشکر کم ہے اور دشمن کے پاس بے شمار لیکن مسلمان دشمنوں کی کثرت سے کبھی بھی خائف نہیں ہوتا اس کا بھروسہ اللہ عزوجل پر ہوتا ہے وہ اس سے ہی اعانت کی امید رکھتا ہے ہندو نہ تو اللہ کو مانتے ہیں اور نہ ہی اس سے امید رکھتے ہیں اس لئے تم بالکل اندیشہ نہ کرو انشاء اللہ تعالیٰ تم کو اللہ تعالیٰ سے فتح ہی ملے گی۔ آج ساری سلطنت اسلامیہ کی نظریں تم پر ہی مرکوز ہیں ہر مسلمان مرد عورت تمہاری فتح کیلئے دعا گو ہیں جب دشمن ہاتھیوں کا لشکر لے کر تم پر حملہ کرے تو تم گھوڑوں کے سامنے مہمیز ین لگا دو یا پیدل ہو کر نیزوں سے حملہ کرو جب دریائے سندھ پر پہنچو تو اس کا ایک نقشہ میرے پاس بھیج دینا اور میری طرف سے سب مسلمانوں کو سلام کہہ دو۔''

نیرون کی جانب پیش قدمی

محمد بن قاسم نے حسب ہدایت نامہ نیرون کی طرف پیش قدمی کی اور منجنیقوں اور دیگر عسکری ساز وسامان کو کشتیوں میں لاد کر اپنے ایک سالار کرنالہ ساکرہ کے ذریعے آگے روانہ کر دیا اور خود ٹھٹھہ میں آ کر قیام کیا۔

راجہ سندر داس راجہ داہر کے دربار میں

راجہ نیرون جو دلی طور پر مسلمانوں کے ساتھ تھا لیکن بظاہر راجہ داہر کے خوف سے اس کا ساتھی بنا ہوا تھا اس کو راجہ داہر نے اپنے دربار میں طلب کیا اور جس پر نیرون اروڑ چلا گیا اور پھر وہاں سے نئی ہدایات لے کر نیرون واپس آ گیا۔

نئی فتوحات

ٹھٹھہ شہر

ٹھٹھہ اور دیبل شہر کے حالات دبیز پردہ پڑا ہوا ہے تاریخ اس کے مفصل حالات بیان کرنے سے قاصر ہے اس لئے نہ تو دیبل کے اصل مقام وقوع کا تاریخ سے پتا چلتا ہے اور نہ ٹھٹھہ شہر کے بارے میں کوئی بات معلوم ہے یہ بھی پتا نہیں چلتا کہ یہ شہر کب آباد ہوئے اور کس نے کئے دیبل ایک کاروباری مرکز تھا اس کے مقابلے میں ٹھٹھہ کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی بہر حال 658ھ میں دیبل شہر کے نام و نشان مٹ جانے کے بعد ٹھٹھہ شہر کو صحیح معنوں میں اہمیت حاصل ہوئی اور 671ھ میں اس شہر نے ترقی کا زینہ طے کرنا شروع کیا۔

سیم کی فتح

ٹھٹھہ میں قدرے آرام کے بعد محمد بن قاسم نے سیم کی جانب پیش قدمی کی اور اس کا محاصرہ کرلیا وہیں پر اسے حجاج بن یوسف کا نیا ہدایت نامہ ملا جس میں لکھا تھا تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے دلی ارادوں اور ہمت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم ہر حال میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہیں اور کامیابی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ ذات پاک تمہیں کامیابی سے ہمکنار کرے گا وہ دشمن کو ذلیل وخوار کرے گا انہیں دنیا کی سزا اور آخرت کے عذاب میں مبتلا کرے گا اس بات کو دل سے قطعی نکال دو کہ تمہارا مقصد صرف اور صرف ہاتھی' گھوڑے' دولت اور دشمن کا تمام مال و اسباب ہے وہ تمہاری ملکیت ہو جائے تم اپنے رفیقوں کے ساتھ ایک پر مسرت زندگی گزارنے کی سعی کرو اور ہر ایک ساتھ احترام اور حسن سلوک سے پیش آؤ انہیں ہر طرح سے یقین دلاؤ کہ ملک تمہارا ہے تم جب کوئی قلعہ فتح کرو تو لشکر کی ضرورت کی ہر شے کو لشکر کی تیاری پر کرو اشیاء کی پرخ مناسب قیمتیں مقرر کرو سستا غلہ خرید کر لشکر کی ضرورت کے مطابق ذخیرہ کرو مفتوح علاقوں کے لوگوں کو مطمئن رکھو تا کہ وہ تمہارے ساتھ امن وسکون کے ساتھ رہ سکیں اور کسان' تاجر آسودہ زندگی بسر کریں گے تو ملک سرسبز وشاداب ہوگا'' سیم کی اطاعت کے بعد محمد بن قاسم نے آگے کی جانب پیش قدمی جاری رکھی اور آگے بڑھ کر نیرون کا محاصرہ کرلیا۔

اطاعت راجہ سندرداس

جب محمد بن قاسم نیرون پہنچا اور شہر سے باہر پڑاؤ ڈال دیا۔ شہر میں راجہ سندرداس موجود نہ تھا وہ راجہ داہر کے طلب کرنے پر اس کے پاس گیا ہوا تھا سندرداس نے ایک خفیہ سفارت کار کو حجاج بن یوسف کے پاس بھیج کر اس سے امان طلب کی تھی وہ جانتا تھا کہ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی اس میں سکت نہیں ہے حجاج بن یوسف نے اسے امان دے دی تھی لیکن راجہ سندرداس نے اس بات کو اپنے شہروں سے بھی خفیہ رکھا تھا اگر

راجہ داہر کو اس بات کا پتا چل جاتا تو وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسے قتل کروا دیتا اس کی عدم موجودگی میں اہل شہر نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور شہر کے اندر محصور ہو گئے محمد بن قاسم نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا اور سندر داس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا ایک روز بعد از نماز فجر سندر داس راجہ داہر سے ملاقات کے بعد سیدھا محمد بن قاسم کے لشکر میں پہنچا اور اپنے آپ کو محمد بن قاسم کے حوالے کر دیا اور کہا ''میں آپ لوگوں کا شکر گزار ہوں آپ نے میری عدم موجودگی میں شہر پر حملہ نہیں کیا اگر چہ شہر کے محافظوں نے تمام دروازے بند کر دیے تھے لیکن یہ سب کچھ میری غیر موجودگی میں ہوا ہے میں اس پر معذرت خواہ ہوں'' محمد بن قاسم نے کہا ''اے راجہ تو نے جو سفارت حجاج بن یوسف کے پاس بھیجی تھی اس کی وجہ سے تمہیں اور تمہارے شہر کو امان دی جا چکی ہے اور امان دینے والوں سے ہم باز پرس نہیں کرتے اور نہ ہی انہیں کوئی تکلیف پہنچاتے ہیں جاؤ اپنے شہر کو بتا دو انہیں امان دی جا چکی ہے اب ان سے کسی قسم کا کوئی تعرض نہ ہوگا'' راجہ سندر داس نے کہا'' آپ اس بارے میں بے فکر رہیں میں نے شہر والوں پر حقیقت احوال واضح کر دی ہے وہ اس بات پر تیار ہیں اس سے پہلے یہ بات ان سے خفیہ رکھی گئی تھی کیونکہ اگر راجہ داہر کو اس بات کی بھنک بھی پڑ جاتی تو وہ اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا'' راجہ سندر داس کے حکم سے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے گئے اس کے بعد محمد بن قاسم کو شہر میں داخل ہونے کی دعوت دی جسے محمد بن قاسم نے رد کر دیا۔ سندر داس نے محمد بن قاسم سے دریافت کیا اب آپ کا ارادہ کس طرف جانے کا ہے کیونکہ راجہ داہر نے جنگ کی تیاری پورے زور و شور سے کر رکھی ہے راجہ داہر نے اپنے بیٹے کی مدد سے جنگی تیاریاں عروج پر پہنچا دی ہیں یہ سب کچھ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں اس لئے آپ کو مطلع کر رہا ہوں تاکہ اس کے مقابلے کے لئے آپ خود کو تیار کر لیں'' محمد بن قاسم نے سندر داس سے کہا ''سندر داس تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے جب ہمارا مقابلہ ہوگا تو تب پتا چلے گا کہ کون کتنے پانی میں ہے اور اس کی تیاریاں کتنی اسے بچاتی ہیں یا ڈبوتی ہیں اب میں سیوِن کی جانب رخ کروں گا سیوِن کی فتح کے بعد مجھے توقع ہے راجہ داہر اپنے شہر اروڑ سے باہر نکل کر ہمارے مقابلے پر آئے گا اس طرح اس پر قابو پانا آسان ہو جائے گا'' سندر داس نے اس بات سے اتفاق کیا اور محمد بن قاسم سے التجا کی کہ نیرون میں اپنا کوئی والی مقرر کریں اور میں آپ کے ساتھ جاؤں گا کیونکہ اس علاقے میں بدھ لوگ آباد ہیں۔ بدھ ہونے کے ناطے وہ میرا بھی اور آپ کا احترام کریں گے اُن کے تعاون سے راجہ داہر کے بھتیجے بجر کو زیر کرنے میں آسانی رہے گی۔ اس طرح میں آپ کے لئے رسد کا بھی بندوبست کر سکوں گا۔

موج کی فتح

محمد بن قاسم نے نیرون میں بھی ایک مسجد تعمیر کروائی وہاں اپنا ایک کارندہ مقرر کیا اور خود آگے بڑھ گیا سیوِن کی راہ میں موج کے مقام پر پڑاؤ ڈالا موج کے حاکم نے اہل شہر کے ساتھ صلاح و مشورہ کیا بالآخر یہ طے ہوا کہ سیوِن کے راجہ کی خدمت میں ایک قاصد بھیجا جائے جو پیغام لے کر جائے پیغام میں لکھا تھا چونکہ آپ محفوظ مقام پر ہیں جبکہ ہم غیر محفوظ ہیں ان حالات میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اگر اجازت ہو تو ہم آپ کے لئے ان لوگوں سے امان حاصل کر لیں'' وہ اس کام سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ راجہ نیرون ان کے پاس پہنچا اور انہیں مسلمانوں کی امان میں آنے پر راضی کیا انہوں نے اس مسئلے کو اپنے قاصد کی واپسی سے مشروط کیا جبکہ سندر داس نے انہیں قاصد کی واپسی تک مسلمانوں کے حملے سے بچاؤ کی ضمانت دی۔ چند دن بعد موج کا قاصد بجے رائے کی طرف سے کسی مثبت جواب کی بجائے ناکام لوٹ آیا دوسری طرف رائے نے اپنی جنگی تیاریاں

زور و شور سے شروع کر دیں اس کے بعد موج کے حاکم نے محمد بن قاسم سے ملاقات کی اور اس سے امان طلب کی اس طرح بغیر لڑائی کے موج پر بھی قبضہ ہو گیا۔

سیون کی طرف پیش قدمی

محمد بن قاسم موج سے نکلا اور منازل طے کرتا ہوا سیون کے سامنے جا پہنچا وہاں کا راجہ بجے رائے لشکرِ اسلام کے پہنچتے ہی قلعہ بند ہو گیا راجہ بجے رائے راجہ داہر کا بھتیجا تھا اس نے اپنی تمام فوج کو فصیل کے سامنے لا کھڑا کیا دوسری طرف سیوستان کے باشندوں نے اس پر بہت زور دیا کہ وہ مسلمانوں سے صلح کر لے اور سیون کو نقصان سے بچا لے لیکن بجے رائے نہ مانا کیونکہ وہ ایک ضدی انسان تھا محمد بن قاسم نے سیوستان کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ادھر شہریوں کے ایک وفد نے راجہ سے مایوس ہو کر ایک قاصد کو چوری چھپے محمد بن قاسم کے پاس بھیجا جس نے محمد بن قاسم کے پاس آ کر یوں عرض کیا ''اے مسلمانوں کے سپہ سالار مجھے سیون شہر کے سرکردہ لوگوں نے بھیجا ہے آپ کے پاس بھیجنے سے پہلے انہوں نے راجہ بجے رائے سے التماس کیا تھا وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی بجائے صلح کر لے اور ان کی اطاعت قبول کر لے وہ نہیں مانا اور لڑنے مرنے پر تلا ہوا ہے چونکہ شہریوں کی اکثریت کسان پیشہ کاریگر اور کاروباری ہے جن کا لڑائی سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ ہی وہ لڑائی چاہتے ہیں لیکن وہ راجہ کے آگے بے بس ہیں اور اس کے ظلم و ستم سے تنگ آ گئے ہیں اس سے نفرت کرتے ہیں اس کے پاس اتنا بڑا لشکر نہیں ہے وہ کھل کر مقابلہ کر سکے اس لئے وہ قلعہ بند ہو گیا ہے تاکہ جنگ کو طول دے سکے اور راجہ داہر اس کے لئے اپنا لشکر بھیجے وہ صرف مہلت چاہتا ہے تاکہ راجہ داہر کی طرف سے لشکر آتے ہی آپ کا مقابلہ کر سکے'' محمد بن قاسم نے اس سے جواب میں کہا ''ہماری طرف سے شہریوں کو بتا دو کہ ان سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا البتہ راجہ کو سخت ترین سبق سکھایا جائے گا'' اس پر قاصد واپس چلا گیا۔ شہری محمد بن قاسم کے پیغام سے مطمئن ہو گئے۔ محمد بن قاسم نے اپنے سالاروں کو ساتھ لیا اور قلعے کی فصیل کا گھوم پھر کر ہر طرف سے جائزہ لیا انہیں جائزہ لینے کے بعد بھی کہیں سے حملہ کرنے کی کوئی راہ نظر نہ آئی بالآخر اس نے ایک فیصلہ کیا اور اس کے لئے رات کا پچھلا پہر مقرر کیا گیا۔

قلعہ پر حملہ

خفیہ مشن کے تحت قلعہ کی طرف رات کو خاموشی سے فوجیں روانہ ہوئیں چند فوجی بنانہ بن حنظلہ کی سرکردگی میں کسی نہ کسی طرح سیڑھیاں لگا کر فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئیں اور نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے ہندوؤں پر حملہ کر دیا اُن کے پیچھے مزید فوجیوں کو اوپر چڑھنے میں آسانی ہو گئی انہوں نے ہندوؤں پر ایک بھرپور حملہ کر دیا جب لڑائی نے زور پکڑا اور فصیل پر چیخ و پکار کا ایک شور اٹھا تو راجہ بجے رائے خود بھی فصیل پر آ گیا کیونکہ اس کا محل قدرے فاصلے پر تھا اس لئے اسے دوڑ کر فصیل پر آنا پڑا اس نے وہاں چمکتی ہوئی تلواریں دیکھیں ابھی رات باقی تھی اندھیرا پھیلا ہوا تھا تاریکی میں اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کتنے مسلمان فصیل پر آئے ہیں اور کہاں کہاں جنگ ہو رہی ہے اسے آگے بڑھنے کی جرات نہ ہوئی وہ زینے کے دروازے کے پاس تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا ادھر فصیل پر اب تک پچاس کے قریب مسلمان پہنچ چکے تھے انہوں نے نعرہ تکبیر کی پرہیبت آواز کے ساتھ

ہندوؤں پر ایک بھرپور حملہ بولا اور انہیں گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا مسلمان کافی جوش وخروش سے لڑ رہے تھے اتنے میں مزید مسلمان فصیل پر پہنچنے میں کامیاب ہوگئے نعرہ تکبیر کی پرزور آواز سے وہ سماں بندھا کہ فصیل کے اوپر جو ہندو لڑ رہے تھے ان کے دل دہشت سے کانپ اٹھے دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اوپر پہنچنے میں کامیاب ہوگئی اور پرزور نعروں کے ساتھ انہوں نے ہندوؤں کو کاٹنا شروع کر دیا اتنے میں ہندوؤں کا سپہ سالار فصیل پر چڑھ آیا اس نے آتے ہی للکار کر ہندوؤں کو ترغیب دی انہوں نے جوش میں آ کر بڑا سخت حملہ کیا لیکن مسلمان اپنی جگہ پر ڈٹے رہے اور نہایت تندہی اور جانفشانی سے لڑتے رہے اس دوران کافی مسلمان شہید ہوگئے لیکن ان کے جوش شہادت میں کوئی کمی نہ آئی اس دوران فصیل پر مسلمانوں کی تعداد تین سو کے قریب ہوگئی تھی جس سے لڑائی مزید زور پکڑ گئی اور بالآخر ہندوؤں کی ہمت جواب دے گئی ادھر مسلمانوں کے حملے میں شدت پیدا ہوئی انہوں نے بڑھ چڑھ کر ہندوؤں پر حملے کرنا شروع کر دیے جس سے ان میں خوف وہراس پھیل گیا ہندو فصیل چھوڑ کر بھاگنے لگے مسلمانوں نے اس دوران کئی ہندوؤں کو اس حالت میں بھی کیفر کردار تک پہنچا دیا اور اس قدر بدحواسی کے ساتھ بھاگے کہ زینوں کے اندر بھگدڑ مچنے سے بھاگنے والے ہندوؤں کی ایک کثیر تعداد کچلی گئی۔ اس بدنظمی پر قابو پانا محال ہوگیا تھا اسی اثنا میں محمد بن قاسم کی تمام تر فوج فصیل کے نیچے پہنچنے میں کامیاب ہوگئی تھی بے شمار سیڑھیاں فصیل کے ساتھ لگا دی گئیں پھر مسلمانوں کی فوج تیزی سے فصیل پر چڑھنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے سینکڑوں مسلمان فصیل پر اکٹھے ہوگئے اور ہندوؤں کی بدحواسی کی وجہ سے کھلے زینوں کے ذریعے نیچے اترنے لگے فصیل سے نیچے اتر کر مسلمانوں نے ہندوؤں کا تعاقب کرنا شروع کر دیا اور انہیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے لاتعداد ہندوؤں کو موت کے گھاٹ اتار دیا صبح کے اجالے تک ہندو میدان جنگ سے بھاگ چکے تھے دوسری طرف شہری ہراساں اور سہمے ہوئے کھڑے تھے مسلمانوں نے محمد بن قاسم کے فرمان کے مطابق کسی بھی شہری کو کچھ نہ کہا تھا پھر طلوع آفتاب کے بعد بچے کچھے ہندو سپاہیوں نے اپنے ہتھیار پھینک دیے اور گرفتاری دے دی۔

بجے رائے کی تلاش

جب مسلمانوں کا سیوان پر قبضہ مکمل ہوگیا اب انہوں نے بجے رائے کی تلاش شروع کر دی ہر چند اسے تلاش کیا گیا مگر وہ نہ ملا اسے ہندوؤں کی لاشوں میں بھی تلاش کیا گیا لیکن وہاں بھی نظر نہ آیا بہرحال محمد بن قاسم نے حسب وعدہ اہل شہر اور قلعہ والوں کو امان دے دی بعد میں پتا چلا بجے رائے بدیسہ کی جانب بھاگ گیا ہے جو ندی کے کنارے واقع تھا اور اس کا دارالخلافہ سیم تھا جس کا راجہ کاکا تھا۔ راجہ کے محل کی تلاشی لینے پر جب ساز وسامان برآمد ہوا تو مسلمانوں کی آنکھیں سامان کی کثرت دیکھ کر خیرہ ہوگئیں یہ نہایت ہی قیمتی سامان تھا اس میں سونا' چاندی اور ہیرے جواہرات وانگشت تھے جنگ میں کل چورانوے مسلمان شہید ہوئے جن کی نماز جنازہ ادا کر کے انہیں دفنا دیا گیا ادھر حنظلہ پچاس مسلمان لے کر بھاگنے والے ہندوؤں کے تعاقب میں گیا ہوا تھا لیکن وہ جان بچا کر نکلنے میں کامیاب ہوگئے اور وہ ناکام لوٹ آئے البتہ کچھ قیدی اپنے اپنے ہمراہ گرفتار کر کے لے آئے جن میں ہندوؤں کا سپہ سالار بھی تھا محمد بن قاسم نے مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکلوا کر اسے حجاج بن یوسف کی خدمت

میں روانہ کر دیا باقی تمام سامان سواروں اور پیدل فوج میں مراتب کے حساب سے برابر برابر تقسیم کر دیا۔ یہاں محمد بن قاسم نے سیون میں ایک مسجد تعمیر کروائی اور مسجد کے لئے ایک امام اور موذن مقرر کیا اس کے علاوہ یہاں پر اپنا ایک نمائندہ مقرر کیا۔ سیون کے نواح میں آباد چنا قوم نے محمد بن قاسم کی اطاعت قبول اسلام قبول کر لیا محمد بن قاسم نے اس قوم کو مزدوق کا خطاب دیا، مزدق کا مطلب اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں اضافہ اور برکت عطا فرمائے۔

بُری خبریں

ابھی محمد بن قاسم سیون سے روانہ ہوا ہی تھا کہ اسے سردار وانگہ کے قاصدوں نے آ کر دو بُری خبریں سنائیں جن میں سے ایک خبر یہ تھی کہ خریم بن عمر کے ہاتھوں حارث علافی کے دونوں بیٹے معاویہ اور محمد ہلاک نہیں ہوئے تھے بلکہ ان کی جگہ رمیش کے ساتھ دو دوسرے جوان تھے جن کے نام بھی تھے کیونکہ حارث علافی ایک عیار اور چالاک شخص تھا اور حالات کو جلد بھانپ لینے کی صلاحیت رکھتا تھا اس کی چھٹی حس نے اس کو خبردار کر دیا تھا جس سے اس نے اپنے بیٹوں کی جگہ رمیش کے ساتھ دو دوسرے جوان روانہ کر دیئے تھے جو خصلت و عادات کے لحاظ سے اس کے بیٹوں کے ساتھ مشابہ تھے اب حارث علافی اور اس کے دونوں بیٹے اروڑ پہنچ چکے تھے حارث علافی راجہ داہر کا مشیر اور اس کے دونوں بیٹے راجہ داہر کے بیٹے جے سینہ کے مشیر بن چکے تھے دوسری خبر یہ تھی کہ بحری قزاق اور ہندو سردار موبل اپنی تمام تر قوت جمع کر کے سردار وانگہ کے قبیلے پر حملہ کرنے کو تیار تھے وانگہ سردار نے مسلمانوں سے مدد مانگی تھی محمد بن قاسم نے وانگہ سردار کی التجا قبول کرتے ہوئے خریم بن عمر اور زکوان کو حکم دیا تھا کہ وہ لشکریوں کو ساتھ لے کر وانگہ سے جا کر ملیں اور صورتحال کے مطابق موبل کا مقابلہ کریں۔

سیم کی جانب پیش قدمی

اس کے بعد محمد بن قاسم اپنے لشکر کے ساتھ سیون سے سیم کی جانب روانہ ہوا اور اپنی راہ میں پڑنے والے دو چھوٹے شہروں کو فتح کرتے ہوئے سیم کی طرف پیش قدمی کی راستہ میں اسے حجاج بن یوسف کا خط ملا "میرے پیارے فرزند محمد بن قاسم! مجھے تعجب ہے کہ تم نیرون سے اروڑ کی طرف بڑھنے کی بجائے بدلیہ اور قندابیل کی جانب چلے گئے ان شہروں کے اطراف میں تمام چھوٹے راجہ ہیں اور ان کا کوئی قصور نہیں ہے میں بلاوجہ کی لشکر کشی کرنا غیر مناسب سمجھتا ہوں اور تمہارا کام تو راجہ داہر کو سزا دینا ہے اس کا غرور توڑنا ہے لہٰذا تم فوراً واپس لوٹ آؤ اور دریائے مہران (سندھ) کو عبور کر کے اروڑ پر حملہ کر دو داہر فتنہ جو اور دغاباز ہے اس کی بات کا اعتماد نہ کرنا البتہ جو شخص تم سے امان مانگے اسے امان دے دو جو مسلمان ہو جائے اس سے اچھا اور نیک سلوک کرو اور مال غنیمت میں سے حصہ دو دولڑنے والوں سے لڑو اور انہیں قتل کرو مگر امن پسند شہری کو قتل نہ کرو نماز پڑھتے رہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ہر وقت اس سے مدد طلب کرو کیونکہ وہی تمہاری مدد کرے گا کیونکہ تم حق پر ہو انشاء اللہ تعالیٰ فتح تمہاری ہوگی تمام مسلمانوں کو میرا اسلام کہہ دو"

بجے رائے سیم میں

بجے رائے تیز رفتاری سے رات اور دن سفر کرتے ہوئے بغیر آرام کئے سیم کے راجہ کاکا کے پاس پناہ لینے کے لئے پہنچ گیا کاکا ادھیڑ عمر

آدمی تھا وہ بہت ہی باحوصلہ اور اقبال مند تھا اس نے نہایت شان کے ساتھ بجے رائے کا استقبال کیا جس کی بجے رائے کو توقع نہ تھی کہ کاکا اس قدر عزت کرے گا جس قدر کاکا نے کی تھی اس پر وہ کاکا کا بے حد مشکور ہوا اور کہا "جب آپ پر مصیبت آن پڑی تو میرا فرض بنتا ہے کہ میں آپ کی ہر ممکن مدد کروں" بجے رائے نے کہا "دراصل ہم ہندوؤں میں یہی بات تو موجود نہیں ہے کہ بوقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد کریں" کاکا نے کہا "یہ ہماری خود غرضی ہے جو ہمیں نقصان پہنچاتی ہے" اس کے بعد بجے رائے کی شکست پر اس نے اس سے اظہار افسوس کیا بجے رائے نے شیخی بگھارتے ہوئے کہا "آپ جانتے ہیں کہ میں میدان جنگ سے ہٹنا نہ چاہتا تھا کسی وجہ سے ڈرنا نہ چاہتا تھا اس لئے مسلمانوں سے بھی نہ ڈرا اور ان سے لڑا جب تک کہ ایک سپاہی بھی زندہ رہا (حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی)" کاکا نے کہا اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کا سارا لشکر کام آ گیا بجے رائے نے کہا تقریباً سارا ابھی لشکر باقی بچا ہے جو میرے ساتھ آیا ہے کاکا نے کہا آپ کے پاس کس قدر لشکر موجود تھا بجے رائے نے کہا بیس ہزار کے قریب تھا۔ کاکا نے کہا مسلمان آپ کے اندازے سے کتنے تھے بجے رائے نے کہا سنا تو یہی ہے کہ چھ ہزار کے قریب کاکا اور بجے رائے دربار میں بیٹھے ہوئے ابھی باتیں کرنے میں مصروف تھے کہ چند جاٹ بری حالت میں دربار میں ان کے پاس پہنچے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ محمد بن قاسم نے نیلباں کو فتح کر لیا ہے جو کہ سیم سے کچھ میل کے فاصلے پر واقع ہے کاکا اس خبر کو سن کر بڑا پریشان ہوا اور ان سے تفصیلات پوچھنے لگا پھر ان سے مخاطب ہو کر پوچھا وہ کس لئے آئے ہیں جاٹ کہنے لگے آپ سے مدد مانگنے آئے ہیں کاکا نے پوچھا کہ کس قسم کی مدد جاٹ بولے ہمیں ڈر ہے مسلمان کہیں کسی بات سے ناراض ہو کر شہر کو لوٹ نہ لیں کاکا نے کہا تم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو تمہیں کبھی نہیں لوٹیں گے اس کے بعد کاکا نے اپنے وزراء اور بجے رائے کے ساتھ صلاح مشورہ کیا کہ سیم پر حملہ کی صورت میں اسے کیا کرنا چاہیے کیا جنگ کرنی چاہیے یا صلح کر لینی چاہیے۔ وزراء نے مشورہ دیا کہ مسلمانوں سے ان حالات میں لڑنا ٹھیک نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ صلح کر لینی چاہیے تاکہ ہمارا شہر تباہ و برباد ہونے سے بچ جائے۔

عجب واقعہ

بجے رائے، اس کے ساتھیوں اور مضافات سے آنے والے بعض لوگوں کے پرزور اصرار پر یہ بات طے پائی کہ کاکا وزیر بھمن ایک ہزار سپاہ کا لشکر لے کر آدھی رات کو مسلمانوں پر شب خون مارے گا اس کے لئے اس نے اپنی فوج کے بہترین جنگجوؤں کا انتخاب کیا اور ایک سالار لکھیہ کی نگرانی میں آدھی رات کو قلعہ سے نکلے چونکہ رات اندھیری تھی لیکن یکدم جیسے ہی ہندو لشکر مسلمانوں پر اچانک حملے کے لیے روانہ ہوا آندھی کا طوفان اٹھا جس سے یہ لشکر راستہ بھٹک گیا اور ساری رات قلعہ کے گرد و نواح میں چکر لگاتا رہا اور مسلمانوں تک نہ پہنچ سکا جب صبح ہوئی تو انہوں نے اپنے آپ کو سیم کے قلعہ کے سامنے پایا اور اس طرح ان کی شب خون مارنے کی تدبیر ناکام ہو گئی کاکا کو اس بات سے اندازہ ہو گیا کہ تقدیر ان کی مخالف ہے ایسے میں مسلمانوں سے لڑنا اپنی جان گنوانا ہے اس لئے اس نے مزید شب خون مارنے کا ارادہ ترک کیا اور فیصلہ کیا کہ وہ اپنے عمائدین کے ساتھ محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوگا اور اپنی فرمانبرداری اور تابعداری کا اظہار کرے گا جب محمد بن قاسم کو یہ حالات معلوم ہوئے کہ کاکا نے مسلمانوں پر شب خون مارنے کا ارادہ کیا تھا جو تقدیر الٰہی کی وجہ سے ناکام ہو گیا اس نے صبح کو حنظلہ کی سرکردگی میں لشکر کا ایک حصہ دے کر حالات

معلوم کرنے کے لئے بھیجا دوسری طرف کا کا اپنے وزیر بھمن اور عمائدین شہر کے ساتھ جن کی تعداد لگ بھگ تین سو کے قریب تھی محمد بن قاسم کی جانب روانہ ہوا اور سیم سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر ان دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ کا کا نے خود آگے بڑھ کر نباتہ بن حنظلہ کو تمام واقعات سنائے اور کہا چونکہ تقدیر الٰہی یہی ہے کہ مسلمان اس ملک پر قابض ہو جائیں اس لئے وہ اطاعت قبول کرنے کو تیار ہے اس لئے وہ خود محمد بن قاسم کی جانب جا رہا ہے اس پر نباتہ بن حنظلہ اسے لے کر خود محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہو گئے ان کے درمیان درج ذیل گفتگو ہوئی محمد بن قاسم نے کہا "آپ نے بجے رائے کو پناہ دی ہے لیکن وہ میرا مجرم ہے اس کی خاطر میں سیم پر حملہ کرنے کے لئے آیا ہوں" کا کا نے کہا "میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے ایک دشمن کو پناہ دی ہے لیکن جب کوئی شخص میرے پاس آئے اور پناہ مانگے تو آپ بتایئے کہ میرا کیا فرض بنتا ہے" محمد بن قاسم نے کہا کہ یہی کہ آپ اسے پناہ دے دیں بجے رائے نے کہا اسی لئے مجھے پناہ دینا پڑی محمد بن قاسم نے کہا اب آپ کس نیت سے آئے ہیں" کا کا نے کہا کہ وہ صلح کرنے کے لئے" محمد بن قاسم نے اس کا جواب سن کر کہا "آپ بہت ہی نیک ارادے سے آئے ہیں میں خود بھی خونریزی کو پسند نہیں کرتا اس لئے میں نے راجہ داہر کو سمجھانے کے لئے سفیر بھیجے مگر وہ صلح پر آمادہ نہ ہوا اور نہ ہی اس نے تمام مسلمانوں کو رہا کیا جو کہ اس نے قیدی بنا رکھے ہیں" کا کا نے یہ سن کر کہا میرے نزدیک یہ اس کی سنگین غلطی ہے جب کسی قوم یا ملک کے برے دن قریب آتے ہیں تو اس کی عقل ماری جاتی ہے اب اس بارے میں آپ کو میں کیا کہہ سکتا ہوں" پھر دونوں کے درمیان صلح کی بات چیت ہوئی اور بلا کسی شرط و شرائط کے محمد بن قاسم نے ان کی اطاعت کی درخواست قبول کر لی علاقائی ریت رو رواج کے مطابق کا کا کو امتیازی نشان کرسی اور ریشمی کپڑا سر پر باندھنے کے لئے دیا گیا۔

قلعہ سیم کی جانب روانگی

عین دوپہر کو محمد بن قاسم اور اس کی افواج کا کا کی ہمراہی میں قلعہ سیم کے سامنے پہنچے لیکن وہاں جا کر معلوم ہوا کہ قلعہ کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور سپاہی فصیل پر تیر کمان لئے تیروں کی بارش کرنے پر آمادہ ہیں کا کا یہ کیفیت دیکھ کر سخت بدحواس ہوا خیال کیا لوگوں نے سوچا ہے کہ شاید مسلمانوں نے صلح کرنے سے انکار کر دیا ہے اس لئے ایسی کاروائی کی ہے اس نے اپنے وزیر بھمن کو قلعہ والوں کو با آواز بلند حکم دینے کو کہا کہ مسلمانوں سے ہماری صلح ہو گئی ہے اس لئے وہ قلعہ کا دروازہ کھول دیں جس پر بھمن نے اونچی آواز میں اس کا اعلان کرنا شروع کر دیا اس کی آواز کے جواب میں قلعہ کی فصیل سے ایک سپاہی نے بلند آواز میں جواب دیا اگر کا کا نے مسلمانوں سے صلح کی ہے تو اپنے واسطے کی ہوگی اب ہمارا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے ہم قلعہ کا دروازہ نہیں کھولیں گے اور اس وقت تک ان سے لڑیں گے جب تک کہ ان کو یہاں سے شکست دے کر بھگا نہ دیں" کا کا یہ سن کر بے حد حیران و پریشان ہوا قلعہ والوں سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب میں کہا اب تو ہمارا راجہ بجے رائے ہے اور اس کے زیر کمان ہم لڑنے مرنے کو تیار ہیں اس خبر نے کا کا پر بہت اثر کیا اس نے محمد بن قاسم کے سامنے جا کر اپنے سر سے پگڑی اتاری اور گلے میں ڈالتے ہوئے اپنی ناکامی کا اعلان کیا اور شرمندگی کے ساتھ معافی چاہی محمد بن قاسم نے کہا کا کا کوئی بات نہیں تم بدستور ہمارے لئے معتزز راجہ ہو اس لئے اس بات سے مت گھبراؤ مجھے پہلے سے علم تھا کہ بجے رائے بہت زیادہ بدنیت انسان ہے اس نے تمہاری عدم موجودگی میں اپنا رنگ دکھا دیا ہے اور دھوکے سے تمہارے تخت پر قبضہ کر لیا ہے بہر حال میں اب اس سے ایسا انتقام لوں گا کہ اس کی سات نسلیں بھی اس بات کو یاد رکھیں گی اور آئندہ کسی کے ساتھ

احسان فراموشی نہیں کرینگی اور نہ ہی اپنے محسنوں کو دھوکا دیں گی۔

بجے رائے کی چالاکی اور ناکامی

اس دن محمد بن قاسم نے آرام کیا اور فیصلہ کیا اگلی صبح قلعہ پر حملہ کیا جائے گا ابھی نصف رات بھی نہ گزری تھی کہ اسلم نے اسے آ کر جگایا اور بتایا کہ بجے رائے اپنی تمام سپاہ کو لے کر شب خون مارنے آ رہا ہے اس وقت بجے رائے کے پاس کل ساڑھے تیرہ ہزار فوج ہے جس میں بارہ ہزار کا کے سپاہی ہیں اور باقی ڈیڑھ ہزار سپاہی اس کے بھگوڑے ہیں محمد بن قاسم نے فوری طور پر اپنی ساری فوج کو ہوشیار کیا اور جوابی حملے کے لئے تیار ہو گیا دوسری طرف بجے رائے اپنی نگرانی میں اپنے سپاہیوں کو دبے قدموں لئے چلا آ رہا تھا اور جب وہ مسلمانوں کے حفاظتی دستے کے پاس سے گزرا تو اچانک دونوں اطراف سے اور پشت کی جانب سے مسلمانوں نے نعرہ تکبیر لگایا جس سے ساری فضا گونج اٹھی اور زمین لرزنے لگی اپنی طرف سے بجے رائے مسلمانوں کو خواب غفلت میں سمجھ کر شب خون مارنے آیا تھا لیکن یہاں تو صورتحال مختلف تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے دونوں فوجوں میں گھمسان کا رن پڑ گیا بجے رائے اور اس کے ساتھیوں نے واپس بھاگ کر قلعہ میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن اس خوفناک رات میں کوئی موقع نہ مل سکا اور وہ اپنے بڑے بڑے سرداروں کے ساتھ قتل ہو گیا، صبح ہوتے ہی میدان محمد بن قاسم کے ہاتھ رہا اور مسلمان افواج قلعہ میں داخل ہو گئیں سیم کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے یہاں اپنا ایک والی مقرر کیا اور کاکا سے خراج طے کیا وہاں کے سب لوگوں کو امن و حفاظت میں لینے کا حکم دیا چند روز تک وہ اس شہر میں مقیم رہا پھر اس نے حجاج بن یوسف کی ہدایت کی روشنی میں یہاں سے نیرون واپس جانے کا قصد کیا اور نیرون میں جا کر کچھ عرصہ قیام کیا اور اپنی فوجوں کو بھی درست کیا اس کے بعد محمد بن قاسم نے خریم بن عمر کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ موہل سے نبٹنے کے بعد نیرون پہنچ جائے۔

خریم بن عمر سردار وانگہ کے پاس

ایک رات پچھلے پہر خریم بن عمر اپنے لشکر کے ساتھ سفر کرتا ہوا وانگہ قبیلے کی بستی میں پہنچ گیا اور باہر صحرا میں اپنی فوج کو ذاکوان بن خلوان کی سرکردگی میں ہدایات کے ساتھ چھوڑ کر علی الصبح وانگہ سردار کی حویلی میں جا پہنچا اس وقت راجہ سندر داس بھی اس کے ہمراہ تھا وانگہ نے ان کا پرجوش استقبال کیا پھر ان کے درمیان مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی وانگہ نے کہا ''مجھے موہل کی جانب سے بار بار دھمکیاں مل رہی ہیں وہ میری طرف سے مکمل طور پر مشکوک ہو چکا ہے، اسے یقین ہو گیا ہے کہ میرے مسلمانوں کے ساتھ مراسم ہیں اور میں اندر ہی اندر ان کے ساتھ خفیہ معاملات طے کر رہا ہوں اب جبکہ آپ لوگ آ گئے ہیں تو میرے نزدیک موہل کا خطرہ زیادہ سنگین نہیں رہا اب اگر وہ حملہ کرتے ہیں تو اس سے نپٹا جا سکتا ہے اب اگر آپ کے پاس اس بارے میں کوئی لائحہ عمل ہو تو مجھے بتا دیں'' خریم بن عمر نے کہا ''وانگہ پچھلی لڑائی میں موہل اس لئے بچ گیا تھا کہ وہ اس کے قبیلے کے کچھ لوگ بھاگ کر کشتیوں میں سوار ہو گئے تھے اور ساحل سمندر سے دور چلے گئے تھے میرے پاس چونکہ کشتیاں موجود نہ تھیں اس لئے میں کھلے سمندر میں ان کا تعاقب نہ کر سکا تھا اس طرح وہ بچ گیا تھا لیکن اس دفعہ ایسا نہیں چاہتا کہ پہلے والے واقعات دہرائے جائیں اب اس پر حملہ سے پہلے میں تمہیں اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہوں میں اپنے لشکر کی تھکاوٹ دور کرنے کے لئے دو دن انہیں آرام دوں گا اس کے بعد میں موہل کے خلاف حرکت میں آ جاؤں گا

میرا یہ منصوبہ ہے کہ جس قدر تمہارے پاس مسلح جوان ہیں ان کے ساتھ تم کشتیوں میں سوار ہو کر کھلے سمندر کی جانب جانا اور موہل کی بستیوں عین سامنے رات کی تاریکی میں اپنی کشتیاں کھڑی کر دینا، میں سورج طلوع ہوتے ہی ان کی بستیوں پر حملہ کر دوں گا اس دفعہ شب خون نہیں مارا جائے گا وہ رات کی تاریکی میں کشتیوں میں سوار ہو کر بھاگ نہ سکیں اس دفعہ حملہ کرنے کا طریقہ کار پہلے سے مختلف رہے گا لشکر کا ایک حصہ میرے پاس ہوگا اور دوسرا زکوان بن خلوان کے پاس ہوگا۔ میں موہل پر حملہ کروں گا اس کے بعد جو ان میں سے بھاگ کر ساحل کی جانب بڑھیں گے وہاں زکوان ان کا سواگت کرے گا انہیں کشتیوں پر سوار نہیں ہونے دے گا اگر کوئی کشتیوں پر سوار ہو بھی جائیں گے تم اپنی تیر اندازی سے ان کو ہلاک کر دو گے تمہیں ہر حال میں یہ کوشش کرنا ہوگی کے موہل کشتی میں سوار نہ ہونے پائے اس کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جا سکے جب موہل بری طرح ہمارے شکنجے میں پھنس جائے تم موہل کے خلاف جنگ میں شریک ہو جانا تا کہ اس کے مسلح لوگوں کا خاتمہ کیا جا سکے وانگہ سردار نے خریم بن عمر کی بات سن کر کہا'' میں آپ کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں اور اس کا خیر مقدم کرتا ہوں آپ ایک لا جواب سپہ سالار ہو اور موہل سے نپٹنے کا جو طریقہ آپ نے سوچا ہے وہ لا جواب ہے'' اس کے بعد یہ مجلس برخاست ہوئی اور خریم بن عمر اور سردار وانگہ اپنی اپنی جانب سے حملے کی تیاریوں میں لگ گئے۔

خریم کی یلغار طے شدہ منصوبے کے مطابق خریم بن عمر اپنی فوج کو لے کر رات کے پچھلے پہر موہل کی بستیوں کی جانب پہنچ گیا منصوبہ کے مطابق زکوان بن خلوان کو ساحل کی جانب بھجوا دیا خود ان بستیوں کے سامنے مورچہ بندی کر لی اور صبح نمودار ہوتے ہی ان بستیوں پر طوفانی انداز میں حملہ کر دیا اس اچانک حملہ سے موہل کی بستیوں میں افراتفری مچ گئی وہ اس اچانک حملہ سے بوکھلا گئے جب انہوں نے صورتحال کو مکمل طور پر اپنے مخالف پایا تو جانیں بچانے کے لئے ساحل سمندر کی جانب بھاگے موہل بلند آواز میں ان کی راہنمائی کر رہا تھا جیسے ہی وہ کشتیوں میں سوار ہونے کے لئے ساحل سمندر پر پہنچے تو اس طرف سے زکوان بن خلوان نے ان پر حملہ کر دیا اور اب موہل اور اس کا لشکر مسلمانوں کے گھیرے میں پھنس چکا تھا موہل کے جوان مولی گاجر کی طرح کٹتے چلے گئے انہیں اپنی تباہی و بربادی واضح انداز میں نظر آنے لگی دوسری طرف وانگہ اپنے مسلح لشکریوں کو کشتیوں سمیت لے کر ساحل پر آ گیا لیکن اسے جنگ میں حصہ لینے کا موقع نہ مل سکا اس وقت تک موہل کو زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اس طرح جنگ کا خاتمہ ہو گیا وانگہ اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ ساحل پر آ پہنچا اور خریم بن عمر کے پاس چلا آیا موہل نے جب سردار وانگہ کو دیکھا تو زمین پر تھوک پھینکتے ہوئے بولا'' اگر مجھے پہلے خبر ہو جاتی کہ تم میرے ساتھ غداری کرو گے تو میں سب سے پہلے تمہاری گردن اُڑاتا پھر کوئی دوسرا کام کرتا'' سردار وانگہ نے کہا'' موہل قدرت کا فیصلہ یہی تھا جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا تم میری گردن کیسے کاٹ سکتے تھے تم نے مسلمانوں کے ساتھ جو بد سلوکیاں کیں ان کی سزا تو تمہیں بھگتنا تھی میں نے تجھے بہت سمجھایا تو نے شاید اپنی سماعت اور ذہن کو قفل لگا رکھا تھا جس کا نتیجہ اب تمہارے سامنے ہے جہاں تک تمہارے سرپرست راجہ داہر کا تعلق ہے اس کا انجام تم سے بھی برا ہوگا'' اس کے بعد خریم بن عمر نے موہل سے مخاطب ہو کر کہا'' موہل! تم مجھے جانتے ہو تمہارا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ تم نے راجہ داہر کے اکسانے پر سراندیپ سے آنے والے جہازوں کو لوٹا ہے مسلمان مردوں' عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر راجہ داہر کے حوالے کیا ہے اس کے علاوہ تم نے مسلمانوں کے خلاف ان گنت سازشیں کی ہیں تمہارا جرم نا قابل معافی ہے اس لئے میں تمہارے قتل کا حکم صادر کرتا ہوں'' پھر زکوان بن خلوان نے خریم بن عمر کا اشارہ پاتے ہی موہل کی گردن اڑا دی دو دن آرام کرنے کے بعد خریم بن عمر

اپنے لشکریوں کے ساتھ نیرون اور وانگہ سردار اپنی کشتیوں میں سوار ہو کر اپنے قبیلے کی جانب روانہ ہو گیا۔

حجاج کے نام خط سے منتخب مندرجات

نیرون سے محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کو درج ذیل خط بھیجا ''یا امیر محترم میں آپ کے حکم پر نیرون آ گیا ہوں اور ایک قلعہ کے قریب ڈیرے ڈال دیئے ہیں یہ قلعہ بہت ہی بلند ہے جبکہ نیرون کا قلعہ اروڑ کے بالکل قریب ہے اور ہمارے قبضے میں ہے سیم اور سیوِن کے قلعے بھی فتح ہو چکے ہیں اور یہاں پر راجہ داہر کے چچازاد بجے رائے کا خاتمہ بھی کر دیا گیا ہے۔ فتح شدہ علاقوں میں مسجدیں بھی تعمیر کروادی گئی ہیں۔ تاکہ وہاں اسلام کے دستور کے مطابق اللہ کی عبادت ہوتی رہے آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مہران (سندھ) کے مشرق کی جانب کچھ کے سمندر کا جزیرہ ہے جو قلعہ بیٹ کہلاتا ہے اس کا والی بہنامی راسل عرف وسایو بن سربند ہے جبکہ اس کا بیٹا راجہ داہر کا مقرب خاص ہے دیبل کے لوگ مکمل طور پر ہمارے مطیع ہو چکے ہیں اور ہمارے ساتھ ہیں وہ ہمارے ساتھ اپنے عہد کو مزید مستحکم کرنے کے خواہاں ہیں اس طرح دریا پار کرنے میں بہت آسانی ہو جائے گی مزید یہ کہ آپ کے فرمان کا انتظار ہے کہ آگے کیا کیا جائے''

حجاج بن یوسف کا جواب

حجاج بن یوسف نے اس کے جواب میں لکھا ''اے فرزند مجھے معلوم ہے کہ دشمن ہر جانب سے جنگ لڑنا چاہتا ہے بہرحال تم دشمنوں پر اپنے انعامات اور بخششوں کی بوچھاڑ کر دو اور ان کی التجاؤں کو مناسب پذیرائی بخشو۔ یاد رکھو سلطنت حاصل کرنے کے چار اصول ہیں:

1- صلح و ہمدردی، چشم پوشی اور رشتہ داری

2- مال خرچ کرنا انعامات و عطیات دینا

3- دشمنوں کی مخالفتوں کے طوفان میں صحیح رائے قائم کرنا اور ان کا اخراج معلوم کرنا۔

4- رعب و دلیری اور قوت و دبدبہ

اب ہر قسم کے شر کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرو اور عہد ناموں والوں کو تسلی دو خیر خواہ مقررہ کے علاوہ جو بھی نقد یا سامان خزانے میں پہنچ جائیں اسے قبول کرو اور ہر ایک کو تسلی دو قاصد جب بھی بھجواسے بھیجو جو عقل مند دور اندیش ذہانت اور امانت دار ہو اس پر تمہیں بھرپور اعتماد ہو یاد رکھو کسی غلط آدمی کا انتخاب ہمیشہ نقصان پہنچاتا ہے کیونکہ ذرا سی بے احتیاطی اور غلطی انتہائی نقصان پہنچاتی ہے اور متوقع فوائد سے محروم کر دیتی ہے اپنے قاصدوں کی ہمت دل کش وعدوں سے بڑھاؤ انہیں سمجھاؤ تم سارے اسلامی لشکر کے پیشوا اور امام ہو سب کی آنکھیں تم پر لگی ہوئی ہیں اس طرح تمہیں چاہیے کہ پیغام کو پوری طرح پہنچاؤ اور بات کو پر شکوہ اور بغیر کسی کمی بیشی کے ادا کرو دشمن کو اول دعوتِ توحید دو جو اس دعوت کو قبول کرلے اس کو مال، شہر زمین اور کھیت عطا کرو جو سرکشی کرے اس کی سرکوبی کرو اور داہر اور اس کے لشکر کو دریائے مہران (سندھ) عبور نہ کرنے دینا بلکہ خود مہران کو پار کرو اور ان پر حملہ کر دو دشمن سے مقابلہ ہمیشہ کھلے میدان میں کرنا تاکہ پیدل اور سوار با آسانی اپنے مدمقابل کو پہچان سکیں جنگ شروع کرنے سے پہلے اللہ

عزوجل پر توکل کرو اس کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اس سارا معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو پھر دیکھو کو وہ پردہ غیب سے کیا ظہور فرماتا ہے دیکھو ایسی جگہ سے دریا پار کرنا جہاں تم مضبوطی سے قدم جما سکو سیدھے سادے راستوں سے سمجھ بوجھ کے ساتھ گزرنا اور طریقہ عزم واحتیاط کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا، گزرتے وقت کے ساتھ لشکر کو اکیلا مت چھوڑنا، جس طرح میں نے کہا ہے اسی طرح دریا کو عبور کرنا اس سے دشمن پر تمہارا رعب پڑے گا اور وہ تمہارا آمنا سامنا کرتے ہوئے گھبرائے گا۔''

عزم نو لیکن تین رکاوٹیں

حجاج بن یوسف کا خط ملتے ہی محمد بن قاسم نے عزم نو کیا کہ وہ راجہ داہر سے ہر صورت ٹکرائے گا راجہ داہر سے مقابلے کے لئے تین بڑی رکاوٹیں تھیں

1- قلعہ اشبہار جہاں داہر کی بہت بڑی فوج تھی اور جو لڑنے کے لئے تیار کھڑی تھی

2- قلعہ بیٹ کا حاکم جس نے دیبل کے شکست خوردہ حاکم جاہین کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی تھی اس حاکم نے جاہین کی ہدایت پر یہاں بہت بڑی فوجی قوت جمع کی تھی پھر راجہ داہر کی طرف سے بھی اس کے پاس ایک بہت بڑا لشکر بھیجا گیا تھا۔

3- سورتھ کا حاکم موتو جس نے راجہ داہر کی ایماء پر بہت بڑی قوت اکٹھی کر رکھی تھی۔

اب جب تک محمد بن قاسم راہ کی ان رکاوٹوں کو نہ ہٹا پاتا اس وقت تک وہ ارور کی طرف نہ بڑھ سکتا تھا۔

قلعہ اشبہا پر حملہ

قلعہ اشبہا بہت بڑا قلعہ تھا اس کے چاروں طرف وہاں کے لوگوں نے خندقیں کھود کر اس پر حملے کے امکانات کو بے حد کم کر دیا تھا قلعے کو گردونواح کے مکینوں سے خالی کروا دیا گیا تھا تا کہ وہاں کا کوئی بھی فرد قلعہ کے بارے میں کوئی بات نہ بتا سکے ایسے حالات میں قلعہ کے اندر موجود عسکری قوت کا پتا چلانا محمد بن قاسم کے لئے بے حد دشوار تھا محمد بن قاسم حجاج بن یوسف کے فرمان کے مطابق نیرون سے نکلا اور قلعہ اشبہا کے باہر اپنی فوج کے ساتھ پڑاؤ ڈالا پھر وہاں کی صورتحال کے مطابق اپنا جنگی منصوبہ تیار کیا محمد بن قاسم نے اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا'' اس قلعہ کا محاصرہ انتہائی سختی سے کیا جائے اس میں اس قدر سختی کی جائے کہ باہر سے کوئی شے بھی قلعے کے اندر نہ جانے پائے اور اسی طرح شہر سے کوئی فرد بھی باہر نہ آسکے ابھی قلعہ پر منجنیقوں سے سنگ باری بھی نہ کی جائے کیونکہ مجھے امید ہے کہ اس سخت ترین محاصرہ سے تنگ آ کر یہ لوگ اطاعت اور فرمانبرداری قبول کر لیں گے اس بات کا سختی سے خیال رکھا جائے کہ کہیں رات کے وقت قلعہ سے فوج باہر آئے اور ہمارے اوپر شب خون مارے لشکر کے جس حصے پر شبخون مارا جائے دوسری طرف کے لشکر فوراً اس جانب لپکیں اور دشمن کے شب خون کو ناکام بنا دیں تا کہ دشمن ہر طرف سے مایوس ہو کر صلح وفرمانبرداری پر مجبور ہو جائے کچھ دنوں کے محاصرے کے بعد ہندوؤں کا لشکر ایک طوفانی بگولے کی مانند نکلا اور اس نے مسلمانوں کے ایک حصہ پر دھاوا بول دیا اس حصے کی سالاری خریم بن عمر کے پاس تھی انہوں نے فوری طور پر اپنے لشکر کو پیچھے ہٹا لیا تا کہ دشمن کی ساری نفری قلعہ سے باہر آ جائے جب قلعہ لشکریوں

سے خالی ہو گیا تو انہوں نے پلٹ کر دشمن پر حملہ کر دیا اور دوسری طرف دائیں اور بائیں طرف موجود لشکر بھی خبر ملتے ہی دشمن پر قہر بن کر ٹوٹے۔اس سہ طرفہ حملے نے دشمن کے لشکر کو بوکھلا دیا اور وہ دلجمعی کے ساتھ لڑنے کی بجائے اپنی قوت ارادی کھو بیٹھے اور انہوں نے وہاں سے بھاگ کر واپس قلعہ کی جانب بڑھنا چاہا لیکن محمد بن قاسم نے کچھ اس طرح ان کے گرد حصار باندھا کہ وہ اپنی ہر راہ فرار کو بند ہی پاتے۔اس ہڑ بونگ میں ہندو لشکر کا نظم وضبط جاتا رہا اور وہ محض ایک ہجوم بن کر رہ گیا جسے مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر اللہ اکبر کی گونج میں اپنی تلواروں کی نوک پر رکھ لیا ان کا ایک بھی لشکری زندہ نہ بچا اس طرح محمد بن قاسم نے قلعہ اشبہا بغیر کسی نقصان کے باآسانی فتح کر لیا قلعہ میں داخل ہو کر محمد بن قاسم نے وہاں کے لوگوں کو امان دے دی اور ان سے طے شدہ شرائط پر ان کی اطاعت وفرمانبرداری کو قبول کر لیا اس کے بعد محمد بن قاسم نے اپنا ایک شخص وہاں والی مقرر کیا۔

قلعہ بیٹ پر حملہ

کچھ دن وہاں لشکر کو آرام کا موقع دیا گیا پھر فوج کے لئے رسد کا انتظام کیا گیا پھر اپنے منصوبے کو آگے بڑھانے کے لئے اور فرمان حجاج بن یوسف پر عمل پیرا ہونے کے لئے محمد بن قاسم نے اروڑ کی جانب پیش قدمی شروع کی گئی کئی روز کی مسافت کے بعد وہ راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ قلعہ بیٹ پہنچ گیا قلعہ بیٹ پہنچ کر اس نے دیکھا کہ راجہ موکہ اور اس کا مشیر سابقہ راجہ دیبل جاہین دونوں دریائے سندھ کے کنارے اپنی فوجیں لئے کھڑے ہیں اور ان کا خونی استقبال کرنے کو تیار ہیں راجہ موکہ جو راجہ داہر کا عزیز اور وفادار تھا بے حد دانش مند شخص تھا اس نے جاہین سے مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ مسلمانوں کا مقابلہ قلعہ میں بند ہو کر نہیں بلکہ دشمن کی جانب خود پیش قدمی کر کے کیا جائے اس سے فوج میں بددلی کے آثار پیدا نہیں ہوتے بلکہ لڑائی کا جوش وخروش پیدا ہوتا ہے اس لئے وہ اپنی فوجوں کو لئے دریائے سندھ کے اس پار مقابلہ کرنے کے لئے تیار بیٹھا ہوا تھا اس کے پاس بارہ ہزار کے قریب لشکر تھا جبکہ محمد بن قاسم کے لشکر کی تعداد تقریباً چھ ہزار کے قریب تھی اس طرح دو ایک کا مقابلہ تھا پہلے روز دونوں لشکر ایک دوسرے کا جائزہ لیتے رہے دوسرے دن صبح کو بعد از نماز فجر محمد بن قاسم حملہ کے لئے تیاریاں کرنے کے بارے میں منصوبہ سوچ رہا تھا کہ ہندوؤں کی جانب سے چند سوار سفید پرچم لہراتے ہوئے آئے محمد بن قاسم کے لشکر کے سامنے آ کر ان کے سردار نے اپنا تعارف بطور سفیر کروایا اور سفارت کاری کی اجازت طلب کی جس پر انہیں محمد بن قاسم کے سامنے پیش کر دیا گیا محمد بن قاسم نے ان سے آنے کا مقصد دریافت کیا تو انہوں نے کہا راجہ موکہ محمد بن قاسم سے بذات خود ملاقات کرنا چاہتا ہے اس کے ادھر آنے کی صورت میں محمد بن قاسم اس کو امان دینے کو تیار ہے؟ تھوڑی سی گفتگو کے بعد محمد بن قاسم نے اسے امان کا وعدہ دیا اور پیش ہونے کی اجازت دے دی اور لڑائی کو گفتگو کے نتیجے تک موخر کر دیا سفیر نے واپس آ کر راجہ موکہ کو تمام گفتگو سے آگاہ کیا اور امان کی خوشخبری سنائی جس پر راجہ موکہ سو سواروں کی معیت میں محمد بن قاسم کے پاس پہنچا محمد بن قاسم نے اس کا پرتپاک استقبال کیا اسے اپنے برابر میں بٹھایا اور گفتگو شروع ہوئی کچھ دیر بعد ذیل کی شرائط پر صلح نامے پر دستخط ہوئے "موکہ اور اس کی نسل ہی قلعہ بیٹ کے حاکم رہیں گے، خلیفہ کو باقاعدگی سے خراج ادا کرتے رہیں گے اور محمد بن قاسم کو دریائے سندھ عبور کرنے کے لئے کشتیاں مہیا کریں گے" اس طرح قلعہ بیٹ کے حاکم نے بھی اطاعت قبول کر لی اس کے بعد محمد بن قاسم نے سورتھ کے حاکم کو پیغام بھیجا کہ ہمارے خلیفہ کی اطاعت قبول کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا اس کی حاکمیت کو برقرار رکھا جائے گا بصورت دیگر اس کا حشر بھی دوسرے راجاؤں کی طرح ہوگا۔ مقابلہ کر کے شکست دے دی جائے گی سورتھ کی راجانے بعد

ازغور وغوض خراج دیئے اور اپنی اطاعت کا اعلان کر دیا اسے اس کی طرف سے مطمئن ہو کر محمد بن قاسم نے دریائے سندھ کو پار کرنے کا ارادہ کیا راجہ موکہ نے اسے کشتیاں فراہم کیں اس کے علاوہ بہت سی نئی کشتیاں مسلمانوں نے درختوں کے ٹہنے جوڑ کر بنائیں۔

راجہ داہر کی نئی حکمت عملی

راجہ داہر کو جب یہ معلوم ہوا کہ اروڑ کی تمام رکاوٹیں محمد بن قاسم نے عبور کر لی ہیں اور وہاں کے رجاؤں نے اطاعت قبول کرنی شروع کر دی ہے تو اس کو اپنے لئے خطرہ محسوس ہوا اس نے فوری فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو اروڑ تک نہ پہنچنے دیا جائے وہ دریائے سندھ کو کسی بھی صورت میں عبور نہ کر سکیں ان کا راستہ وہیں روک کر ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔

انوکھا پل

راجہ داہر کا بیٹا جسے سینہ ایک لشکر جرار کے ساتھ تیزی سے سفر طے کرتا ہوا دنوں میں دریائے سندھ کے کنارے آ کر خیمہ زن ہوا ایسی تدبیر سوچنے لگا جس سے مسلمانوں سے نپٹا جا سکے اس مقصد کے لئے اس نے دریائے سندھ کے کنارے پانچ ہزار سپاہیوں کی ڈیوٹی لگائی کہ جیسے ہی کسی کو دریا پار کرتا دیکھیں تو فوراً اس پر حملہ کر کے اس کی راہ روک لیں اور اسے کسی بھی صورت دریا پار نہ کرنے دیں۔ دوسری طرف محمد بن قاسم نے دو سو کشتیاں تیار ہونے کے بعد دریائے سندھ کو عبور کرنے کا عزم کیا اپنے سواروں کو کشتیوں میں بیٹھا کر دریا عبور کرنے کا حکم دیا لیکن جیسے ہی کشتیاں دریا میں پہنچیں تو دوسری طرف سے تیروں کی بارش شروع ہوگئی تیروں کی کثرت دیکھ کر مسلمانوں کو مجبوراً واپس آنا پڑا اگلی روز کی کوشش جب ناکام ہوگئی تو محمد بن قاسم نے حکم دیا مسلمان بھی تیر اندازی کرتے ہوئے آگے بڑھیں اس حکم پر عمل درآمد ہوا مسلمان دریا میں آگے بڑھتے چلے گئے اور دریا کے عین درمیان میں پہنچ کر انہوں نے بھی تیر اندازی شروع کر دی۔ دریا بپھرا ہوا تھا اور مسلمانوں کو اپنی کشتیاں سنبھالنی مشکل ہو رہی تھیں مسلمان پیچھے سمندر آگے شیطان سے نبرد آزما تھے جے سینہ نے اس دن مکمل نفری کے ساتھ بھرپور تیر اندازی کروائی جس کے نتیجے میں کئی مسلمان زخمی ہوئے اور بجائے حملہ کرنے کے دفاع کرنے پر مجبور ہوگئے کئی مسلمان سواروں نے جوش میں آ کر اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے لیکن دریا کی بپھری ہوئی لہروں کی وجہ سے انہیں واپس کنارے پر آنا پڑا جب محمد بن قاسم کو دریا عبور کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے کشتیوں کو واپس لے جانے کا حکم دیا اور اس طرح مسلمان اپنے زخمیوں کے ساتھ واپس کنارے پر آگئے۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کی گئی دوسری طرف جے سینہ کے لشکروں نے مسلمانوں کی واپسی پر خوشی کے نعرے لگائے۔

صورتِ حال گھمبیر تھی۔ مزاحمت خاصی شدید تھی۔ محمد بن قاسم سالاروں سے مسلسل صلاح و مشورہ کرتا رہا حتیٰ کہ ساری رات اسی سوچ میں گزر گئی صبح فجر کی نماز کے وقت اس کے ذہن میں ایک تدبیر آئی جس کو بروئے کار لانے کا فیصلہ کیا گیا۔ نماز کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے تمام سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہمارے پاس اس وقت ایک سو اسی کشتیاں موجود ہیں آپ لوگ ایسا کریں کہ کشتیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ مضبوطی سے باندھتے جائیں اور ایک پل اس طرح تیار کر لیں کہ دریا کنارے ان کا رخ شمالی جانب ہو جب ساری کشتیوں کو جوڑ کر پل تیار ہو جائے

تو پھر مجھے بتایا جائے جب پل تیار ہوگیا تو محمد بن قاسم نے اس کا معائنہ کیا اس کی مضبوطی کا اندازہ لگایا اس کے بعد تمام کشتیوں پر تختے جڑے گئے تا کہ وہ کسی بھی وقت جنبش نہ کر سکیں۔ مکمل تیاری کے بعد محمد بن قاسم نے اپنی فوج کو پل کے اوپر اور اس کے آس پاس ہی رات بسر کرنے کا حکم دیا دوسری طرف ہندو مسلمانوں کی اس کارروائی سے خوفزدہ ہو چکے تھے ان کا خیال تھا کہ مسلمان رات کے وقت کوئی ایسی کارروائی کریں گے جس سے ہندوؤں پر زبردست زد پڑے گی۔ اس خوف کے تحت انہوں نے آگ کے بڑے بڑے الاؤ روشن کر رکھے تھے ساری رات مسلمان اور ہندو اپنی اپنی جگہوں پر جاگ کر پہرہ دیتے رہے صبح ہوتے ہی مسلمان جب نماز سے فارغ ہوئے تو محمد بن قاسم نے اللہ تعالیٰ کے حضور کامیابی کی دعا مانگی اور اپنے لشکریوں کو مسلح ہو کر قطاروں میں کھڑا ہونے کا حکم دیا ہر ایک اپنی جگہ حیران و پریشان تھا کہ پل تو شمالاً جنوباً بنایا گیا ہے جبکہ دریا کو مغرب سے مشرق کی جانب عبور کرنا ہے اس طرح یہ کام کیسے ہوگا اب محمد بن قاسم نے اپنے بہادروں کو حکم دیا وہ دریا کے سب سے آخری بہاؤ کی جانب اس طرح قطاروں میں بیٹھ جائیں جیسے نماز میں قعدہ میں بیٹھتے ہیں اور اپنی ڈھالیں سامنے کھڑی کر کے اپنی حفاظت کے لئے ان کا قلعہ بنالیں، جب اس کے حکم کی تعمیل ہوگئی تو محمد بن قاسم نے بہت سے موٹے موٹے رسے کشتی کے کنڈوؤں میں باندھ باندھ کر ان کی ڈھالوں کو کشتی میں ڈال دیا اور اس میں میخیں باندھ دیں چند کشتیاں جنوب کی طرف لگا کر پل سے باندھ دیں اور ان میں مجاہدین کو بٹھا دیا اس کے علاوہ آگے پیچھے تمام کشتیوں پر مسلمانوں کو کھڑا کر دیا گیا اور ان کو بہت زیادہ تعداد میں تیر دیئے گئے اب محمد بن قاسم نے رسوں کو کھلوایا جو کنارے پر میخوں سے بندھے ہوئے تھے اور جن کے سہارے یہ پل ٹھہرا ہوا تھا۔ ملاحوں کو حکم دیا کہ وہ شمال سے مشرق کی طرف پل کو چلائیں چنانچہ ملاحوں نے شمالی جانب کی آخری کشتی کو مشرق کی جانب پھیلایا اور جوں جوں وہ بڑھتی جاتی تھی پل مشرق کی جانب پھیلتا جاتا تھا اب ہر ایک کی سمجھ میں آیا کہ محمد بن قاسم کیا چاہتا ہے اس طرح وہ شمال کی طرف کشتیاں لیکر مشرق کی طرف بڑھتے چلے گئے اور پل مغرب کی طرف سے مشرق کی طرف پھیلتا چلا گیا چونکہ کشتیاں ایک دوسرے سے بندھی ہوئی تھیں اس لئے سرے والی کشتی کے ساتھ باقی کشتیاں خود بخود مڑتی جاتی تھیں اور ہندو حیرت سے یہ سب کارروائی دیکھ رہے تھے جب پل اپنی جگہ سے کھسکتا ہوا دوسرے کنارے کے قریب پہنچا تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور ان کی حیرت اس وقت ٹوٹی جب وہ بالکل قریب آپہنچے اور انہوں نے شور مچاتے ہوئے تیر برسانے شروع کر دیئے چونکہ محمد بن قاسم نے تیروں کی بارش سے بچنے کیلئے پہلے ہی تدبیر کر رکھی تھی اور ڈھالوں کا قلعہ بنا رکھا تھا اس لئے تیر ان ڈھالوں سے ٹکرا کر نیچے گر رہے تھے مسلمانوں کی تیراندازی سے ہندو بری طرح گھائل ہو رہے تھے جیسے ہی پل دوسرے کنارے سے لگا ہندو افواج میں شور مچ گیا اور ان سب کی تیراندازی بالکل بیکار ہوگئی وہ مسلمانوں کو ذرا برابر بھی نقصان نہ پہنچا سکے اب ہندوؤں نے تلواریں سونت لیں اور مسلمانوں کی طرف بڑھے تا کہ وہ کنارے پر نہ پہنچ سکیں لیکن مسلمانوں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر دریا کے کنارے کی طرف چھلانگیں لگا دیں اور مقابلے پر ڈٹ گئے دوسری طرف گھڑسواروں نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور کنارے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا اس طرح دو بدو جنگ شروع ہوگئی جیسے جیسے مسلمان کنارے پر پہنچ لگے اسی شدت سے ہندوؤں کا حملہ ناکام ہوتا چلا گیا اور اس طرح محمد بن قاسم کی یہ تدبیر کامیاب ہوگئی مورخین آج تک اس نرالی تدبیر کو سراہتے ہیں اور اسے محمد بن قاسم کا سنہری جنگی کارنامہ قرار دیتے ہیں۔

ہندوؤں کو شکست فاش

جنگ دم بدم شدت پکڑتی گئی اور محاذ جنگ تھوڑی سی جگہ سے شروع ہو کر بے حد وسیع ہو گیا ایک طرف نعرہ تکبیر کا زور تھا دوسری طرف جے بھگوان' جے کرشن کے نعرے گونج رہے تھے حق و باطل کے درمیان جنگ کا فیصلہ کن مرحلہ آ گیا تھا آفتاب پوری آب وتاب سے اپنی کرنیں بکھیر رہا تھا اور حیران کن نظروں سے اس نظارے کو دیکھنے میں محو تھا۔ ادھر ہوا کے جھونکے جنگ کے شعلوں کو مزید بھڑکا رہے تھے جب جنگ کی شدت اپنے عروج کو پہنچ گئی تو ہندوؤں کے حوصلے آہستہ آہستہ کمزور پڑنے لگے، جے سینہ نے اپنے لشکر کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ اس حکم نے مسلمانوں کے لئے سہولت پیدا کر دی وہ دریائے سندھ کے کنارے پر قابض ہو گئے۔ اگر جے سینہ اُس وقت دباؤ بڑھاتا تو شاید مسلمانوں کے قدم اُکھڑ جاتے۔ پیچھے ہٹنے کا مطلب مسلمانوں کے دباؤ کو تسلیم کرنا تھا جس سے مسلمانوں کے مورال میں اضافہ ہوا اور ہندوؤں کے مورال میں کمی آئی۔ اب جے سینہ اپنے ہاتھی پر سوار ہوا اس نے اپنے تمام ہاتھیوں کو ادھر ادھر پھیلانا شروع کر دیا پھر ایک ترتیب کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا خوش قسمتی سے ان ہاتھیوں کا رخ مسلمانوں کی پیدل فوج کی طرف تھا مسلمان اپنے تن دھن کی پروا کئے بغیر انتہائی جوش وخروش سے لڑ رہے تھے یہی جے سینہ کی وہ غلطی تھی کہ اس نے مسلمان گھڑ سواروں کو نظر انداز کر دیا حالانکہ عربی گھوڑے ہاتھیوں سے خوفزدہ ہو جایا کرتے تھے ان کے بھڑکنے سے شاید جنگ کا پانسہ پلٹ جاتا لیکن جے سینہ کی ذرا برابر غفلت نے اس کے نتائج اس کے حق میں برے کر دیئے گو مسلمان سمجھ چکے تھے کہ ہندو ہاتھیوں کی مدد سے انہیں محاصرہ میں لے کر کچل دیں گے لیکن انہوں نے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کی اور انتہائی جوش و خروش سے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے لڑتے رہے اور انتہائی جوش وخروش سے اپنی جگہوں پر ڈٹے رہے محمد بن قاسم نے حکم دیا کہ ان ہاتھیوں کی سونڈوں پر حملہ کیا جائے جنگ اس وقت ایسی خوفناک شدت سے جاری تھی ایک گروہ کی دوسرے کو خبر تک نہ تھی ہر گروہ اپنی جگہ مسلم ڈٹا ہوا تھا مسلمان ثابت قدمی سے ہندوؤں سے لڑ رہے تھے ابھی یہ کھیل جاری تھا کہ ایک مسلمان نے تاک کر ایک تیر ہاتھی کی آنکھ میں مارا وہ تیر ٹھیک نشانے پر لگا جس سے ہاتھی نے ایک خوفناک چیخ ماری جس سے باقی تمام ہاتھی رک گئے اور غصے سے اپنی سونڈیں اٹھا اٹھا کر پٹخنے لگے مجروح ہاتھی بری طرح چنگھاڑ رہا تھا اور اگلے پیروں کو زمین پر زور سے مار رہا تھا۔ ابھی تک یہ تماشا جاری تھا کہ ایک اور تیر دوسرے ہاتھی کی آنکھ میں لگا اور اب اس کی زوردار چیخ کی باری تھی اس صورتحال کو دیکھ کر مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے انہوں نے پر جوش نعروں کے ساتھ ہاتھیوں کی سونڈوں پر حملہ کرنا شروع کر دیا اب تو مسلمان گھڑ سواروں کو ایک شغل ہاتھ میں آ گیا انہوں نے تاک تاک کر تیر ہاتھیوں کی آنکھوں میں مارنے شروع کر دیئے جس سے ہاتھی بری طرح گھبرا گئے انہوں نے آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا دوسری جانب مسلمانوں کی پیدل فوج نے ہاتھیوں کے پاؤں پر حملے کرنا شروع کر دیئے جس سے ہاتھی بری طرح بدحواس ہو گئے اور پیچھے کی جانب بھاگنا شروع کر دیا اور اپنی فوج کو کچلنا شروع کر دیا جس سے ہزاروں ہندو بری طرح کچلے گئے ان کے سارے لشکر میں افراتفری مچ گئی ہاتھیوں کی اندھا دھند بھاگ دوڑ نے ہندو فوج کا اس قدر ستیاناس کیا کہ جنگ میں مصروف مسلمان فوج پر کاری ضرب نہ لگا سکے تھے ایسی صورتحال میں مسلمانوں نے جب بھرپور نعرہ تکبیر لگایا تو ہندوؤں پر اور بھی خوف طاری ہو گیا وہ میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے لگے اس سے بھی مسلمانوں کو فائدہ پہنچا انہوں نے

ہزاروں ہندوؤں کو تہ تیغ کر دیا اور دوپہر تک میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا، مسلمانوں کو ایک اور شاندار فتح نصیب ہوئی۔

راجہ داہر کو شکست کی خبر ملنا

جب راجہ داہر کو جے سینہ کی شکست فاش اور مسلمانوں کی فتح کی خبر ملی تو اس نے اپنا سر پیٹ لیا وہ انتہائی ضدی تھا اس لئے اس خبر کو اس نے حوصلے سے برداشت کیا جب لٹا پٹا بیٹا جے سینہ سر جھکائے اس کے دربار میں داخل ہوا تو راجہ داہر نے اس کا شاندار سواگت کیا اور اس سے جنگ کے سارے حالات پوچھے پھر اس کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا میں نے اب ان سے جنگ کے لئے بے شمار فوج اکٹھی کر لی ہے اب اس فوج کا انتظام تم سنبھالو گے اس طرح ایک ہارا سپہ سالار جے سینہ ایک نئی فوج کا سالار اعلیٰ بن گیا۔

راجہ داہر کے نام خط

اس فتح کے بعد محمد بن قاسم نے اپنا ایک قاصد خط دے کر راجہ داہر کے دربار میں بھیجا تاکہ وہ لڑائی کی بجائے صلح پر آمادہ ہو جائے اور خلیفۃ المسلمین کی اطاعت وفرمانبرداری کا اعلان کر دے اور خراج دینا منظور کر لے لیکن راجہ داہر نے اس پیغام کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اس طرح محمد بن قاسم نے خون خرابے سے بچنے کی کوشش کی لیکن راجہ داہر نے سیاسی تدبیر کی بجائے تکبر اور خودسری کا مظاہرہ کیا۔ اس کے باوجود کہ محمد بن قاسم اپنے وقت کی سُپر پاور کی نمائندگی کر رہا تھا لیکن اُس کا رویہ انسان دوست اور مصالحت پسند تھا جبکہ راجہ داہر ایک علاقائی طاقت تھا لیکن اُس کا رویہ جارحانہ اور اِنسان دُشمن تھا۔

حجاج بن یوسف کا خط اور مدد

چونکہ حجاج بن یوسف کو لمحہ بہ لمحہ کی رپورٹنگ کی جا رہی تھی اس لیے وہ ہندوستان میں ہونے والی ہر نقل وحرکت سے آگاہ تھا۔ حجاج بن یوسف نے دو ہزار سپاہ کا لشکر بطور کمک محمد بن قاسم کے پاس بھیجا اس طرح مسلمانوں کے لشکر کی تعداد آٹھ ہزار ہو گئی اس کے ساتھ ہی حجاج بن یوسف نے ایک خط محمد بن قاسم کے نام بھیجا جس میں کچھ نئی ہدایات بھی تھیں اس خط کے مندرجات حسب ذیل تھے تم نے دریائے سندھ کو عبور کرنے اور راجہ داہر کے ساتھ لڑائی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے مجھے اللہ کے فضل سے پوری پوری امید ہے تم ضرور کامیاب وکامران ہو جاؤ گے اور تمہارا دشمن داہر ذلیل وخوار ہو گا بہر حال جو کچھ مقدر میں ازل سے حکم ہو چکا ہے مراد الٰہی سے وہ ظاہر ہو کر رہے گا ہمہ وقت اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے رہو، اللہ تعالیٰ لشکر اسلام کو اس کی حیثیت سے زیادہ قوت وکامرانی عطا فرمائے گا میں اللہ عزوجل سے امید کرتا ہوں تم مقصد حاصل کر کے جلد ہم سے آکر ملو گے یہ بات بہت ضروری ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے دریا عبور کرو اور تائید الٰہی کی التجا کرتے رہو اس کی رحمت کو اپنے لئے پناہ جانتے رہو تا کہ وہ اپنی عقل پر غرور کرنے والوں سے تمہیں محفوظ رکھے جب تم دشمن کے مقابل ہو تو رضا الٰہی پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنی پوری شجاعت اور ہمت کا مظاہرہ کرو کیونکہ تائید الٰہی تمہارے ہم رکاب اور قوت تمہارے ساتھ اور مددگار ہے، خدائے واحد کی امداد اور مسلمانوں کی تلوار تمہاری طرف سے ان مخالفوں پر مسلط ہو جائے گی اور اللہ عزوجل ان بدذاتوں کو تمہاری مسلمانوں کی تلواروں اور نیزوں کی خوراک بنائے گا غضب الٰہی کا دروازہ ان کیلئے کھلا ہوا ہے اس وجہ سے وہ عبرت ناک انجام سے دوچار ہوں گے جس وقت دریائے سندھ کو عبور کرنا چاہو تو دریا کے گھاٹوں کو اچھی طرح دیکھ لینا اور دریا پار کرنے کا مکمل انتظام کرنا۔ پہلے علاقے کے ملاحوں کو جو کشتیوں پر ہوں اپنے حُسن سلوک اور پختہ وعدوں سے اپنا مطیع اور مخلص بنا لینا انہیں اچھی طرح پہچان لینا اور اس کے بعد دریا عبور کرنا چونکہ پانی تمہاری پشت پر ہو گا اس لئے اس طرف سے تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ جب تم ان کے قصبوں، شہروں، بستیوں اور قلعوں میں داخل ہو گے تو کسی بھی شخص کی مجال نہ ہو گی کہ تم سے جنگ کر سکے وہ ہرگز تمہاری سمت رخ نہ کریں گے اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالیں گے۔ وہ جس قلعہ کو بھی اپنی پناہ گاہ بنائیں اس پر جب تمہاری نظر پڑے گی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس کی نصرت اور مدد سے اس قلعہ کے دروازے تم پر کھل جائیں گے اور ان کے دلوں پر تمہاری تلواروں کی ہیبت اور خوف غالب آجائے گا اور ان کا کوئی ہتھیار ان کے کام نہ آئے گا یہی رعب تمہیں کامران اور فتح مند کرے گا جب وہ بھاگیں تو فوراً ان کے اسباب اور خزانے پر قبضہ کرنا لیکن خود کو فریب اور دھوکے میں نہ رکھنا اس کے بعد ہر ایک کو اسلام کی دعوت دینا۔ جو اسلام قبول کر لے اس کی تربیت کرنا اس طرح وہاں دین کا کوئی دشمن باقی نہ رہے گا جس کا خون تمہاری تلواروں کے لئے مباح ہو"۔ بعد ازاں حجاج نے محمد بن قاسم کو ایک دعا لکھی ہر موقع پر اس دعا کو کام کی ابتدا کرتے ہوئے ضرور مانگنا خط پڑھ کر محمد بن قاسم کافی دیر تک سوچوں میں گم رہا پھر اس نے سندرداس کو طلب کیا اور کہا

اے سندر داس تم واپس نیرون چلے جاؤ ہوسکتا ہے کہ راجہ داہر کے ساتھ ہماری جنگ طول پکڑ جائے اور جنگ کے دوران ہمیں رسد اور کمک کی ضرورت پیش آئے اس لئے تم نیرون واپس جا کر نظم و نسق سنبھالو اور اپنے قاصدوں کے ذریعہ مجھ سے رابطہ رکھنا تا کہ مجھے جس شے کی ضرورت ہو میں تمہیں اطلاع کر سکوں'' نیرون نے اس بات کو قبول کیا اور وہاں سے نیرون واپس روانہ ہو گیا۔

راجہ داہر کی چال

راجہ داہر نے جب یہ دیکھا کہ مسلمان دریائے مہران (سندھ) کے دوسرے کنارے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں کسی بھی وقت دریا کو عبور کر سکتے ہیں اور مشرقی کنارے کی طرف بڑھ سکتے ہیں اس نے ایک چال چلی کہ مسلمانوں کو عقب سے کسی بھی طرح کی کمک اور رسد نہ ملے اس لئے اس نے سیون کے قلعہ کے اندر مسلمانوں کے خلاف بغاوت کھڑی کر دی اور سیون کے پرانے راجہ رام چند کے ذریعہ اس پر قبضہ جمالیا اور وہاں موجود مسلمان سپاہ کو قلعہ سے باہر نکال دیا۔ جب محمد بن قاسم کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے فوری طور پر محمد بن معصب کی سرکردگی میں کچھ لشکر وہاں بھیج دیا جس کا مقابلہ رام چند سے قلعہ کے باہر ہوا محمد بن معصب نے رام چند شکست فاش دے کر قلعہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا اور وہاں قابل اعتماد لوگ مقرر کر کے چار ہزار جنگجو اپنے ساتھ لے کر واپس آ گیا اس کے بعد محمد بن قاسم نے کشتیاں تیار کرنے کا حکم دیا تا کہ دریائے مہران کو عبور کیا جا سکے۔

حجاج بن یوسف کا ہدایت نامہ

ابھی محمد بن قاسم دریا عبور کرنے پر غور و فکر کر ہی رہا تھا کہ حجاج بن یوسف کی طرف سے اسے ہدایت نامہ پہنچا جس میں لکھا ہوا تھا کہ ''تم کو جنگ کی اجازت دی جاتی ہے تم دریا کو ایسی جگہ سے عبور کرنا جہاں کیچڑ اور دلدل نہ ہو اور دریا عبور کرنے میں مشکل پیش نہ آئے اس سلسلہ میں دریا کے شمال تا جنوب تک بارہ میل کے علاقے کا نقشہ تیار کر کے مجھے بھجواؤ جس میں دریا کی چوڑائی اور گہرائی سب کچھ درج ہو اس میں گھاٹ اور کناروں کی نشاندہی کرو اس کے جائزہ کے بعد میں جس مقام کو مناسب سمجھوں گا وہاں سے تمہیں دریا عبور کرنے کی اجازت دوں گا' خط پاتے ہی محمد بن قاسم نے فوری طور پر جواب ارسال کر دیا تا کہ جلد از جلد دریا پار کرنے کی اجازت پا سکے۔

ثابت ہوا کہ مسلمانوں نے جنگیں صرف قسمت کی مہربانی کی بدولت نہیں جیت لی تھیں بلکہ حُسنِ تدبیر اور تحقیق کا بڑا دخل تھا۔ حجاج بن یوسف نے بصرہ کو کمانڈ اینڈ کنٹرول سنٹر میں تبدیل کر دیا تھا۔ میری رائے میں حجاج بن یوسف جنگی اُمور کا زبردست ماہر تھا اُس نے کمال مہارت سے محمد بن قاسم کی قائدانہ صلاحیت کو اُبھارا اور نوجوانوں سے ملک و ملت کے لیے بھرپور کام لیا۔ حجاج کی دوٹوک پالیسی اور محمد بن قاسم کی نیک نیتی مشیت ایزدی کے بعد اہم ترین عوامل ہیں جن کو سندھ کی فتح کے تحقیقی کام کے دوران نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

مشکل کا سامنا

ادھر جب راجہ داہر کو سیون کے قلعہ میں بغاوت کے کچلے جانے کی اطلاع ملی تو اس کو مزید ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا اس نے فوری طور پر اپنے بیٹے جسے سینہ کے ساتھ ایک لشکر جرار دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر بھیجا تا کہ وہ مسلم لشکر کی نقل و حرکت پر گہری نظر رکھ سکے دوسری طرف

راجہ داہر کے لشکر کی نگرانی کرنے کے لئے محمد بن قاسم کو بھی اپنا پڑاؤ وسیع کرنا پڑا دریا کے مغربی کنارے پر پڑاؤ کا عرصہ طویل ہوتے ہوتے پچاس دن پر محیط ہو گیا جس سے لشکر میں رسد اور خوراک کی کمی واقع ہو گئی اور گھوڑوں کے لئے چارے کا بندوبست کرنا بھی مشکل ہو گیا جس سے گھوڑوں میں جسمانی بیماریاں پھیلنے لگیں اور مسلمانوں کیلئے پریشانی اور مشکلات بڑھ گئیں جب راجہ داہر کو اس کی اطلاع ملی تو وہ بے حد خوش ہوا اس نے حقارت سے بھرا ایک خط محمد بن قاسم کو لکھا جس کے مطابق اس نے کہا ''مسلمانوں کو ان کا خبط انتہا پسندی پر لے آیا ہے جس سے انہوں نے اپنے لئے تنگی پیدا کر لی ہے بہتری اسی میں ہے کہ وہ انتہا پسندی چھوڑ کر اور صلح کر کے اگر واپسی اختیار کر لیں تو میں ان کیلئے رسد کا سامان بھیج دیتا ہوں تا کہ وہ بھوک اور بے سروسامانی کے عالم میں مبتلا ہو کر تباہ نہ ہو جائیں کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے پاس کوئی ایک بھی ایسا بہادر نہیں ہے جو ہمارا مقابلہ کر سکے اگر تم اس بات کیلئے تیار نہیں ہو تو جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ'' محمد بن قاسم کو جب یہ خط ملا تو اس نے فوراً ہی اس کا جواب راجہ داہر کو اس طرح بھیجا ''ہم مسلمان ذرا سی تکلیف سے نہیں گھبراتے اور سرکشی کی ابتدا تم نے کی ہے جس قدر عرصہ تم نے سرکشی میں گزارا ہے اس کا سارا اخراج ہمارے حوالے کر دو تا کہ اسے مسلمانوں کے خزانہ میں جمع کروایا جا سکے، اس بات پر تمہارے اور ہمارے درمیان صلح ہو سکتی ہے ورنہ اللہ عزوجل کی مدد سے میں تمہارا سر کاٹ کر رکھ دوں گا'' اس کے ساتھ ہی محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کو ایک خط لکھا جس کے ذریعے ساری صورتحال سے آگاہ کیا اس خط کے جواب میں حجاج بن یوسف نے دو ہزار گھوڑے اور بھجوا دیئے اور ساتھ ہی تاکید کی کہ لشکر کو ہمیشہ منظم اور لیس رکھو تا کہ دشمن کے شر کو دفع کر سکو اس کے ساتھ ہی اس نے تاکید کی تمہیں ہر حال میں کشتیاں حاصل کر کے ان کا پل بنا کر دریا کو عبور کرنا چاہیے خواہ دشمن کو کتنا ہی برا معلوم ہو میں جانتا ہوں کہ خلاف مزاج غذاؤں اور بے وقت کھانے پینے سے جسم میں رطوبت پیدا ہوئی ہے اس لئے میں دھنکی ہوئی روئی سرکے میں تر کر کے خشک حالت میں تمہارے پاس بھیج رہا ہوں تا کہ اس روئی کو پانی میں تر کر کے تم اس سے سرکہ حاصل کر سکو اور اس تکلیف سے تم اور تمہارا لشکر نجات پا سکے۔

محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کا خط پاتے ہی جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ایک مناسب سی جگہ دیکھ کر دریا کو عبور کیا اور اروڑ کی جانب پیش قدمی شروع کر دی اروڑ کے قریب جیور نامی ایک گاؤں پر قبضہ کر لیا دوسری طرف راجہ داہر چالیس ہزار کے بڑے لشکر کے ساتھ اروڑ سے نکلا وہ بھی جیور گاؤں میں مقیم مسلمانوں کی فوج کے مقابل آ کھڑا ہوا ان دونوں لشکروں کے درمیان ایک جھیل حائل تھی راجہ داہر نے اپنے لشکر کو جھیل کے کنارے پر مقرر کیا تا کہ مسلمانوں کی نقل و حرکت کو دیکھ سکے اور خود آس پاس کے گاؤں لوٹنے شروع کر دیئے وہاں سے تمام غلہ اپنے قبضہ میں لے لیا تا کہ مسلمانوں کو کہیں سے بھی رسد اور کمک نہ مل سکے محمد بن قاسم نے بھی اپنی جانب دستوں کو اس طرح پھیلا دیا کہ راجہ داہر کی فوج سے حملہ کی فوری اطلاع مل سکے اور اس کا صحیح طور پر مقابلہ کیا جا سکے۔

راجہ داہر سے پہلا مقابلہ

رمضان المبارک کا مبارک مہینہ تھا، داہر نے بیس ہزار کا لشکر میدان جنگ میں بھیجا وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا اور بیس ہزار کے بقیہ لشکر کو پیچھے بطور ریزرو رکھا تا کہ بوقت ضرورت ان سے مدد لے سکے ادھر محمد بن قاسم نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کیں اور لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک لشکر محرز بن ثابت کی زیر کمان مقابلے کیلئے بھیجا انہیں مکمل ہدایات دیں اب دونوں فوجیں آمنے سامنے کھڑی تھیں محمد بن قاسم نے محرز بن ثابت کی شہادت کے بعد سالاری سعید اور اس کی موت کی صورت میں حجتہ الکبریٰ کے ذمہ سونپی۔

جے سینہ نے حسب روایت اجتماعی مقابلے سے پہلے انفرادی مقابلے کا نقارہ بجایا اور اروڑ کی جانب سے ایک ایسے سورما کا انتخاب کیا جو جنگی مہارت حربوں میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا اس سورما کو جنگ میں لانے کے پس منظر میں دو مقاصد تھے جن میں سے ایک مقصد مسلمانوں کی صحیح طاقت وقوت کا اندازہ لگانا تھا دوسرا مقصد اس سورما کی بہادری سے مسلمانوں میں بددلی پھیلانا تھا تا کہ اس کے بعد راجہ داہر کو مکمل صورتحال سے آگاہ کر سکے اور مسلمانوں کو شکست دینے کی پلاننگ کی جا سکے۔

جے سینہ کی چال

اس کے ساتھ ہی جے سینہ نے یہ چال چلی کہ اپنی فوج کے دو بڑے حصے لے کر ایک کو مسلمانوں کے لشکر کے دائیں جانب اور دوسرے لشکر کو بائیں جانب گھات میں بڑھا دیا جیسے ہی انفرادی مقابلہ ختم ہوا تو جے سینہ خود سامنے کی طرف سے حملہ آور ہوا اور باقی دونوں لشکر ریزرو رکھے تا کہ موقع کی مناسبت سے دونوں اطراف سے حملہ کر کے ہراساں کر سکیں اور مسلمانوں پر با آسانی قابو پایا جا سکے اس خبر پر مسلمانوں کے پہلے لشکر کے سالار نے ساری صورتحال سے محمد بن قاسم کو آگاہ کیا جس پر محمد بن قاسم نے بھی اس کا بھرپور انتظام کر لیا تا کہ دشمن کی تمام چالیں ناکام ہو جائیں۔

جنگ کی للکار

اگلے دن صبح کو بعد از نماز فجر محمد بن قاسم کے اگلے دستوں میں زکوان بن حلوان گھوڑا دوڑاتا ہوا میدان جنگ میں اترا اس نے اپنا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور بلند آواز میں مقابلے کیلئے جے سینہ کا نام لیا جب اس کی پکار پر جے سینہ خود آگے نہ آیا بلکہ اس نے اپنے اسی سورما کو جس کو اس نے منتخب کیا تھا میدان میں بھیجا وہ سورما سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا بلند آواز میں بولا "میں نے تو اپنے نام کی توقع کر رکھی تھی لیکن تو نے چالاکی سے جے سینہ کا نام للکارا حالانکہ میں نے تو قسم کھا رکھی تھی کہ خریم بن عمر کا نام پکاروں گا پھر اس کا سر کاٹ کر بڑے فخر سے راجہ داہر کی خدمت میں پیش کروں گا" ابھی اس کی بات پوری بھی نہ ہوئی تھی زکوان بن حلوان نے اپنی تلوار لہرائی ڈھال کو سنبھالا اور گونجدار آواز میں کہا "سن او بزدل! تمہارے راجہ داہر کا

بیٹا جے سینہ بے غیرت اور بزدل انسان ہے جو اس نے اپنی جان بچانے کیلئے تمہیں قربانی کا بکرا بنا کر بھیجا ہے اگر اس میں ذرا بھی غیرت ہوتی تو خود خم ٹھونک کر میرے سامنے آتا اور میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرتا'' زکوان کی بات سن کر اس سورما کا چہرہ انتہائی سرخ ہو گیا اس کے بعد اس نے گرجدار آواز میں کہا کہ اب تیار ہو جاؤ میں تجھے بھسم کر دینے والی چتا میں پھینکنے والا ہوں پھر اس نے انتہائی بپھرے ہوئے انداز میں زکوان بن حلوان پر حملہ کیا زکوان نے اس کے تابڑ توڑ حملے کا بھرپور جواب دیا اور اس کے حملوں کو برابر اپنی ڈھال سے روکتے رہے ایک وار انہوں نے اچانک اپنی تلوار پر روکا اور ڈھال اس کے گھوڑے کے منہ پر دے ماری جس سے اس کا گھوڑا بدکا اور انہوں نے اس کے گھوڑے کو زوردار جھٹکا دے کر اس کی باگ پکڑ لی جس سے وہ سورما زمین پر گر گیا اور اس کے ساتھ ہی زکوان بن حلوان نے اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگائی اور ایک ہی وار میں اس کی گردن کاٹ دی اس کے گھوڑے کو اپنے لشکر کی طرف بھگا کر پھر جے سینہ کا نام لیا جے سینہ نے بجائے خود میدان میں آکر انفرادی مقابلہ کرنے کے اپنے لشکر کو فوری طور پر حملہ کرنے کا حکم دیا مسلمانوں نے جوابی حملہ کیا دونوں لشکروں میں اس قدر گھمسان کا رن پڑا کہ اللہ کی پناہ جے سینہ لشکر کے وسط میں ہاتھی پر بیٹھا اپنے لشکر کو ہدایات دے رہا تھا جب اسے اپنی شکست کا سامان نظر آیا تو اس نے ہاتھی کو موڑا اور واپسی کا بگل بجا دیا اور اپنے ہاتھی کو وہاں سے تیزی سے بھگانا شروع کر دیا اس پر مسلمان بہادروں نے زوردار نعرہ تکبیر بلند کیا اور انتہائی سخت حملہ کر کے ایک بار گھوڑے دوڑاتے ہوئے جے سینہ کے ہاتھی تک پہنچ گئے لیکن ہاتھی کو دیکھ کر گھوڑے بدک گئے اور اس طرح جے سینہ ہاتھی کے ذریعے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا جبکہ اس کے لشکر کا تقریباً صفایا ہو چکا تھا جے سینہ اپنے باپ راجہ داہر کے پاس پہنچا اور اس کو اپنی شکست سے آگاہ کیا اب محمد بن قاسم اروڑ کی جانب بڑھا اور اروڑ سے قدرے فاصلے پر آکر اس نے راجہ داہر کے لشکر جرار کو خیمہ زن دیکھا تو اس کے سامنے جا کر پڑاؤ ڈال دیا یہاں پر یکم رمضان سے آٹھ رمضان تک چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوتی رہیں تاہم لگاتار آٹھ دن کی جھڑپوں سے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا راجہ داہر جو ایک بہادر سورما تھا جس کی کمند انتہائی سخت تھی جس کو بڑے سے بڑے سورما بھی کھینچنے کی طاقت نہ رکھتے تھے اس کی کمند میں لوہے کا ایک چکر لگا ہوا تھا جس کی دھار بہت تیز تھی جب راجہ داہر اس کمند کو کھینچتا تھا تو دشمن کا سر گردن سے الگ ہو جاتا تھا نو رمضان المبارک کو شام سے پہلے راجہ داہر کے دو حملے پسپا ہوئے اور اسکے لشکر کا کافی نقصان ہوا رات کو محمد بن قاسم نے ایک منصوبہ ترتیب دیا اس کے مطابق صبح کو حملے کی تیاری کی اس نے سوا سے تیر اندازوں کا انتخاب کیا جن کا نشانہ بے خطا تھا ان کو روغن نفقت میں ڈوبے ہوئے تیر دیے تاکہ وہ جہاں بھی گریں آگ لگا دیں اس طرح دشمن گھبرا جائے گا اور افراتفری کا شکار ہو جائے گا دس رمضان المبارک بروز جمعرات دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے راجہ داہر خود بھی میدان میں اترا اس کے ساتھ اس کا بیٹا جے سینہ بھی تھا۔ ان کے آگے تیس ہاتھی کھڑے تھے اس کے علاوہ دس ہزار زرہ پوش سوار تھے اس کے پیچھے تیس ہزار سپاہ اور ہزار پیادے تھے جو بہترین ہتھیاروں سے لیس تھے۔ راجہ داہر خود ایک سفید ہاتھی پر سوار تھا اس کے ہاتھیوں کو امیروں اور سرداروں نے گھیر رکھا تھا دوسری طرف محمد بن قاسم نے اپنے منصوبے کے مطابق فوج ترتیب دی پھر ان سے اس طرح خطاب کیا'' اے مسلمان جیالو دشمن نے جنگ کرنے میں پہل کی ہے ہمت اور اللہ کی نصرت پر بھروسہ رکھنا اور حتیٰ الوسع کوشش کرنا دشمن کے مال وعیال پر قبضہ کرنا اور مال غنیمت حاصل کرنا اور جس ترتیب سے تمہاری صف بندی کی گئی ہے اس کے مطابق حملہ آور ہونا اپنی صف بندی کسی بھی صورت میں نہ توڑنا ہر ایک اپنی جگہ پر ڈٹا رہے'' قدرے دیر کے بعد راجہ داہر نے

کچھ ہاتھی آگے بڑھائے تاکہ مسلمانوں کے گھوڑوں کو ہراساں کرے اس کے جواب میں محمد بن قاسم کے پیادہ جوانوں نے آگے بڑھ کر راجہ داہر کے ہاتھیوں پر حملہ کر دیا جس سے وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوگئے پھر راجہ داہر نے اپنا ایک دستہ آگے بڑھایا وہ بھی مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا کر واپس پلٹ آیا اسی طرح اس کے تیسرے دستے کا بھی یہی حشر ہوا جنگ اس وقت عروج پر پہنچ چکی تھی راجہ داہر اپنے چار سو سواروں کے درمیان اپنے ہاتھی پر سوار تھا کہ اتنے میں ایک مسلمان اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا راجہ داہر کے ہاتھی کے قریب پہنچ گیا لیکن اس کا گھوڑا ہاتھی کو دیکھ کر بدک گیا اس پر اس شخص نے اپنا عمامہ اتار کر گھوڑے کی آنکھوں پر باندھ دیا تاکہ وہ ہاتھی کو دیکھ کر نہ بھاگے پھر تیز رفتاری سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے سفید ہاتھی کے پاس پہنچا اور اس کی سونڈ پر تلوار کا ایک بھرپور وار کیا جس سے ہاتھی زخمی ہو گیا لیکن جوان جواب میں تیر کھا کر شہید ہو گیا اس کے بعد راجہ داہر نے اپنے ہاتھیوں کا لشکر آگے بڑھایا جس سے مسلمانوں کی صف بندی خراب ہوگئی کیونکہ گھوڑے ہاتھیوں کو دیکھ کر بدک گئے تھے اس پر محمد بن قاسم کی آواز میدان میں گونجی " اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرو اور پوری قوت سے دشمن پر ٹوٹ پڑو اور فتح نصرت تمہاری منتظر ہے" اس کی آواز سنتے ہی اس کی فوج نے پلٹ کر راجہ داہر کے لشکر پر انتہائی زوردار جوابی حملہ کیا اتنے میں راجہ داہر نے خریم بن عمر پر رسی کی مدد سے گھما کر اپنا چکر پھینکا جسے خریم بن عمر نے اپنی ڈھال سے روک لیا اسی چکر کی رسی پکڑ کر اس قدر زور سے جھٹکا دیا کہ رسی راجہ داہر کے ہاتھ سے نکل گئی اور اس کا چکر زمین پر آ گرا راجہ داہر نے اپنا پورا زور لگایا کہ کسی طرح مسلمانوں کو شکست دے سکے اسی کوشش میں اس نے اپنی آخری کوشش کی اور ہاتھیوں کو آگے بڑھایا تو محمد بن قاسم کے حکم سے ان سو تیر اندازوں سے تیر چلانا شروع کر دیئے ان کے تیر جہاں بھی گرتے تھے وہاں آگ لگا دیتے تھے ایسے میں ایک تیر راجہ داہر کے ہاتھی کی سونڈ میں لگا اور اس کی سونڈ میں آگ لگ گئی جس سے ہاتھی گھبرا کر تیزی سے بھاگا اور ایک جوہر میں گھس گیا فیل بان نے ہاتھی کو باہر نکالنے کی بے حد کوشش کی لیکن وہ ناکام رہا راجہ داہر کو اس کے حفاظتی دستوں نے گھیر لیا بڑی مشکل سے ہاتھی باہر نکلا اور اس کا رخ قلعہ کی طرف موڑ دیا گیا لیکن آگ والے تیروں نے اس ہاتھی کو ناکارہ بنا دیا جس پر راجہ داہر نے ہاتھی کے اوپر سے چھلانگ لگا دی اور پیدل فوج میں گھس کر لڑنے لگا لیکن ایک عرب مجاہد کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچ گیا جبکہ اس کی فوج کے حفاظتی دستوں نے اس کی لاش کو فوراً ایک دلدل میں چھپا دیا تاکہ کسی کو بھی اس کے مرنے کی خبر نہ ہو سکے کافی دیر تک لڑائی ہوتی رہی بالآخر راجہ داہر کی تمام فوج اپنا بے تحاشا نقصان کروا کر بھاگ کھڑی ہوئی راجہ داہر کا بیٹا جے سینا اپنی فوج کو لے کر برہمن آباد کی طرف بھاگ گیا اور بہت تھوڑی فوج قلعہ اروڑ میں واپس پہنچی۔

اروڑ پر قبضہ

اگلے روز اروڑ کے شہریوں کی طرف سے برہمنوں کا ایک وفد محمد بن قاسم کے پاس حاضر ہوا اور امان مانگی جس پر محمد بن قاسم نے ایک ہی شرط عائد کی "راجہ داہر اور اس کے رشتہ دار جہاں کہیں بھی ہوں ان کو اس کے سپرد کیا جائے" اس وعدہ معافی پر برہمنوں نے داہر کے بچے کچھے رشتے دار محمد بن قاسم کے حوالے کر دیئے جبکہ ایک برہمن نے مکمل امان کے وعدے پر راجہ داہر کی لاش دبانے والی جگہ کا پتا بتا دیا جہاں سے اس کی لاش برآمد کر لی گئی اروڑ کی فتح کے بعد محمد بن قاسم شہر میں داخل ہوا اس نے تمام باغیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا لیکن باقی شہریوں کو مکمل امان اور آزادی دے دی اس

جنگ میں صرف تین سو مسلمان شہید ہوئے تھے اروڑ کی جنگ میں محمد بن قاسم کے ہاتھ بہت سارا مال غنیمت آیا اور بہت سے قیدی گرفتار ہوئے جن کو اس نے راجہ داہر کے کٹے ہوسر کے ساتھ حجاج بن یوسف کی خدمت میں بھیج دیا جب یہ قیدی اور ساز و سامان عراق حجاج بن یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے جامع مسجد میں لوگوں کو تقریر کر کے فتح کی خوشخبری سُنائی۔ حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کا کٹا ہوا سر اور دیگر ساز و سامان دمشق کی جانب خلیفہ ولید بن عبدالمالک کی خدمت میں روانہ کر دیا اور ساتھ ہی سندھ کی فتح کی خوشخبری بھی سُنائی۔

دیبل کے مندر کا پروہت محمد بن قاسم کے عادلانہ اقدامات سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے مندر میں پڑی بھگوان کی مورتیوں میں ایک نئے اوتار کے اضافے کا اعلان کر دیا۔ یہ اوتار عرب کا نوجوان سپہ سالار محمد بن قاسم تھا۔ اس سے قبل پروہت دیبل کے معروف سنگ تراش سے محمد بن قاسم کی مورتی تیار کروا چکا تھا۔ یاد رہے کہ محمد بن قاسم نے جنگ میں مندر کو پہنچنے والے نقصانات کی تلافی اور مندر کی مرمت کے لیے ایک زر کثیر رقم مختص کرنے کا حکم دیا تھا۔

جے سینہ برہمن آباد میں

راجہ داہر کا بیٹا جے سینہ جو اروڑ کے نواح میں شکست فاش کھانے کے بعد برہمن آباد کی جانب بھاگ گیا تھا۔ اُس نے برہمن آباد پہنچ کر گرد و نواح کے تمام قلعہ داروں کو خطوط لکھے اور ان سے مدد مانگی خود جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا اور اپنے بھائی گوپی چند راجہ اروڑ کو لکھا کہ اس کی مدد کی جائے دوسرا خط بھتیجے دھر سینہ راجہ چھالیہ کو لکھا اس علاوہ تیسرا خط اپنے ماموں زاد بھائی ڈھول راجہ کو لکھا اور ان سے مسلمانوں کے خلاف مدد مانگی۔

برہمن آباد

برہمن آباد کو ایران کے بادشاہ بہمن اردشیر کے نام سے آباد کیا گیا تھا اور اس کا اصل نام بہمن آباد تھا اس نام کے دو شہر خراسان میں رے اور نشیاپور اور دوسرا عراق میں تھا اسی کے دور میں سندھ ایرانیوں نے فتح کیا تھا تو اس فتح کی خوشی میں یہ شہر آباد کیا گیا تھا اس کے علاوہ قندابیل بھی اسی دور میں آباد ہوا تھا لیکن جب سندھ پر برہمنوں نے قبضہ کر لیا تھا انہوں نے اس کا نام بدل کر برہمن آباد رکھ دیا انہوں نے ایرانی آتش کدوں کو بت خانوں میں بدل دیا برہمن آباد سب سے پہلے رائے دور حکومت میں پرگند لوہانی کا مرکزی شہر تھا وہاں کے حاکم اگھم کا دارالخلافہ تھا۔

برہمن آباد کی جانب پیش قدمی

شوال کے مہینہ میں محمد بن قاسم نے برہمن آباد کی جانب پیش قدمی شروع کر دی اور مخبروں کی اطلاع ملنے پر کہ راستے میں دو قلعے آتے ہیں جن میں سے ایک قلعہ کا نام بہرور اور دوسرے کا نام دہلیلہ ہے دونوں قلعوں میں ہزاروں مسلح افراد موجود ہیں ان دونوں قلعوں کے راجہ اپنی اپنی جگہ محمد بن قاسم کو روکنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں محمد بن قاسم نے سب سے پہلے قلعہ بہرور کا محاصرہ کیا چند دن کے محاصرے سے تنگ آ کر قلعہ کی پوری فوج جو سولہ ہزار افراد پر مشتمل تھی قلعہ سے باہر نکل آئی اور مسلمانوں پر حملہ کر دیا دوسری طرف محمد بن قاسم نے اپنے لشکر کے ہمراہ ان کی راہ لی اور برق رفتاری سے ان پر ٹوٹ پڑا کافی دیر تک خوفناک جنگ ہوتی رہی بالآخر سولہ ہزار فوج نے اپنا کافی نقصان کروانے کے بعد بھاگنے میں عافیت سمجھی اور

قلعہ بہرور میں قلعہ بند ہوگئی جب محمد بن قاسم کو قلعہ فتح کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس نے اپنی منجنیقوں سے قلعہ پر سنگ باری شروع کردی اور قلعہ کے اندر روغن نفت سے جلتے ہوئے تیر پھینکے جس کی وجہ سے جگہ جگہ آگ بھڑک اٹھی دوسری طرف قلعہ کی دیواریں کئی جگہوں سے ٹوٹ گئیں اور مسلمان دندناتے ہوئے قلعہ میں داخل ہوگئے قلعہ کے اندر بچے کھچے لشکریوں نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن شکست سے دوچار ہوئے، محمد بن قاسم نے بہت سامال غنیمت سمیٹا قلعہ بہرور کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے دہلیلہ کا رخ کیا اس شہر کی آبادی جنگ کے خوف سے پہلے ہی شہر چھوڑ کر بھاگ چکی تھی صرف لشکر ہی شہر میں موجود تھے وہ بھی قلعہ بند ہوکر محصور ہوگئے۔

اب قلعہ میں محصور لشکر نے مسلمانوں سے آنکھ مچولی شروع کردی وہ صبح کے وقت تھوڑی دیر کے لئے شہر سے باہر آتے اور قدرے مقابلہ کرنے کے بعد واپس قلعہ میں بھاگ کر قلعہ بند ہوجاتے جب کئی دنوں کی آنکھ مچولی کے بعد انہوں نے دیکھا کہ وہ بالآخر شکست کھا جائیں گے تو ایک رات وہ قلعہ کی مخالف سمت سے برہمن آباد کی جانب بھاگ گئے صبح کو جب محمد بن قاسم کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے آگے بڑھ کر قلعہ پر قبضہ کرلیا اور اس کو اپنا مستقر بنالیا یہیں راجہ داہر کا ایک وزیر محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے آکر امان طلب کی اور معافی ملنے پر اس نے محمد بن قاسم کو مسلمان قیدی عورتیں لاکر اس کے حوالے کردیں جنھیں محمد بن قاسم نے فوری طور پر حجاج بن یوسف کے پاس عراق بھجوادیا یہاں اپنی فوج کو ازسرنو منظم کرنے کے بعد محمد بن قاسم برہمن آباد کی جانب بڑھا برہمن آباد کے باہر جلوال بند کے کنارے برہمن آباد کے مشرقی سمت قیام کیا اس کے بعد ایک خط برہمن آباد میں جے سینہ کو لکھا اس خط کا متن یہ تھا ''یا تو ہماری اطاعت قبول کرلو اور جزیہ دو ورنہ جنگ کیلئے تیار ہوجاؤ''

جے سینہ کی تیاری

جے سینہ نے برہمن آباد میں چالیس ہزار کا لشکر اکٹھا کرلیا جو انتہائی تربیت یافتہ تھا اور نہایت منجھے ہوئے سالاروں کی زیر نگرانی تھا اس کے علاوہ انتہائی بڑا لشکر اس نے چنسیر میں اکٹھا کیا ہوا تھا جو برہمن آباد کے نواح میں ایک کھلا میدان تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ ایک جانب برہمن آباد سے محمد بن قاسم کے لشکر پر حملہ کیا جائے اور دوسرا اس کی پشت کی جانب سے حملہ کیا جائے اور محمد بن قاسم کو شکست فاش دی جائے محمد بن قاسم کا یہ قاصد قلعہ برہمن سے ناکام لوٹا جس پر محمد بن قاسم نے قلعہ کے سامنے خندقیں کھودنے کا حکم دے دیا اور خندقیں تیار ہونے پر اس نے ماہ رجب کی پہلی سوموار کو قلعہ برہمن پر حملہ کرنے کی ابتدا کردی جبکہ جے سینہ خود برہمن آباد سے باہر چلا گیا محمد بن قاسم نے تین اطراف میں خندقیں کھدوائی تھیں اس نے اس کے اندر اپنے تربیت یافتہ تیر انداز بٹھائے تھے صرف قلعہ کی جانب کا حصہ کھلا رکھا اور اس کے علاوہ چاروں طرف مخبروں کو پھیلا دیا کہ وہ کسی بھی جانب سے ہونے والے جے سینہ کے حملے کی فوری اطلاع دیں تاکہ اس کا مقابلہ کیا جاسکے جنگ کے پہلے روز برہمن آباد سے چالیس ہزار کا لشکر شور مچاتا ہوا قلعہ سے نکلا اور بڑا زبردست حملہ کیا ادھر مسلمانوں میں بھی زوردار نعرہ تکبیر بلند ہوا اور فضاء اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھی، مسلمان اللہ کا قہر بن کر لشکریوں پر ٹوٹ پڑے قلعہ سے آنے والے زیادہ دیر تک مقابلہ نہ کرسکے اور بہت سی لاشیں چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ گئے اور قلعہ بند ہوگئے ابھی مسلمان فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ پشت کی جانب سے جے سینہ کے حملے کی اطلاع ملی جس پر محمد بن قاسم نے اپنے کچھ دستے اس کے مقابلے کیلئے بھیجے اور جے سینہ کو اس وقت بالکل توقع نہ تھی مسلمان اس کے مقابلے میں آجائیں گے ادھر قلعہ والے لشکر کو جب اطلاع ملی کہ جے سینہ

نے حملہ کر دیا ہے تو وہ بھی قلعہ سے باہر نکلے اور مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کیلئے آ کھڑے ہوئے اس موقع پر محمد بن قاسم نے تیر اندازوں کو آتشی تیر چلانے کا حکم دیا جونہی قلعہ والا لشکر نزدیک پہنچا ان پر آتشی تیروں کی بارش ہوگئی جس سے ان کے لشکر میں کافی تباہی پھیل گئی وہ تنگ آ کر واپس قلعہ کی جانب بھاگ گئے پھر دوبارہ قلعہ میں جا کر محصور ہو گئے دوسری طرف جے سینہ کو بھی خلاف توقع کامیابی کی بجائے شکست کا سامنا تھا جس پر وہ بھی میدان جنگ سے بھاگ گیا محمد بن قاسم نے فوری طور پر اپنے لشکر کو خندقوں کے دائرہ میں جمع کر کے مخاطب ہو کر کہا'' جے سینہ ایک کمینہ دشمن ہے اس نے ہمارے خلاف یہ منظم سازش کی ہے اسی سازش کے تحت اس نے پوری قوت کے ساتھ حملہ کیا ہے آج اگر چہ اس کا یہ منصوبہ ناکام ہو گیا لیکن ہمیں آئندہ کیلئے اس کے ہر منصوبے کیلئے تیار اور محتاط رہنا ہے اس کے بعد محمد بن قاسم نے تین سالاروں خریم بن عمرؓ بنانہ بن حنظلہ اور ذاکران بن حلوان کو حکم دیا کہ وہ اپنے دستوں کے ساتھ جے سینہ کا تعاقب جاری رکھیں اور اس کو بالکل چین سے سونے نہ دیں تا کہ وہ ایسی جرات دوبارہ نہ کر سکے ورنہ قلعہ بند لشکر کی مدد سے حسب تدبیر انہیں شکست دینے کے خواب دیکھتا رہے گا''۔

تین دن آرام کے بعد مسلمانوں نے اپنے منصوبے پر عمل کرنا شروع کر دیا مسلمانوں کے مقرر کردہ دستوں نے اس طرف کا رخ کیا جس طرف جے سینہ بھاگ نکلا تھا اپنے مخبروں کی مدد سے انہوں نے اِسے جا لیا۔ اس کے ساتھ حارث علافی کا بیٹا محمد بھی تھا انہوں نے ایک نئے منصوبے کے تحت جے سینہ پر تین اطراف سے حملہ کیا اور انتہائی تیزی سے جے سینہ کے ہزاروں لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جس پر جے سینہ کو شکست فاش اٹھانا پڑی اور وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا جبکہ محمد علافی دوسری راہ سے فرار ہو کر کشمیر میں جا بسا اور وہاں کے راجا کے پاس پناہ گزین ہو گیا جے سینہ کی شکست نے قلعہ برہمن آباد کے شہریوں کو بھی بددل کر دیا تھا انہوں نے اپنے معزز شہریوں کو بھیج کر محمد بن قاسم سے صلح کی درخواست کی کیونکہ انہیں قلعہ بند ہوئے چھ ماہ ہو گئے تھے اب ان کو کسی طرف سے امداد نہ ملنے کی وجہ سے اپنی شکست واضح نظر آ رہی تھی ایسا ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا گیا تھا شہریوں نے قلعہ پر محمد بن قاسم کا قبضہ کروا دیا اور قلعہ کے اندر موجود لشکری اصل صورتحال جانتے ہوئے قلعہ کے دوسرے دروازے سے بھاگ کر اَروڑ کی جانب نکل گئے جہاں کا راجہ گوپی راجہ داہر کا دوسرا بیٹا تھا۔

محمد بن قاسم کے احکام

محمد بن قاسم نے قلعہ پر قبضہ جماتے ہی حکم دیا کسی شہری کو کچھ نہ کہا جائے البتہ جو لڑنے پر آئے اس سے ضرور لڑنا پھر اس کے بعد محمد بن قاسم نے یہ اعلان کیا کہ جو لوگ بخوشی مسلمان ہونا چاہیں وہ مسلمان ہونے پر مسلمانوں کے برابر سارے حقوق کے حقدار ہونگے جو لوگ اپنے مذہب پر رہیں گے انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا لیکن ان کو جزیہ دینا ہوگا اور جزیہ کی درج ذیل مقدار مقرر کی۔

1- امیر اور دولت مند فی کس اڑتالیس درہم سالانہ

2- متوسط طبقہ فی کس 24 درہم سالانہ

3- غریب طبقہ فی کس بارہ درہم سالانہ

اس واضح اور انسان دوست پالیسی کے نفاذ سے محمد بن قاسم نے لوگوں کے دل موہ لئے مسلمان فاتحین کے ہاتھوں مفتوحین کی جان مال، عزت، آبرو، اور بنیادی انسانی حقوق کو کوئی زک نہیں پہنچی۔ ایسا سلوک اُس زمانے کے جنگی دستور کے اعتبار سے حیران کن تھا جبکہ مقامی لوگوں کی عزت و آبرو تو روز ان کے حکمرانوں اور پنڈتوں کے ہاتھوں تار تار ہوتی تھی۔ بہت سے لوگوں نے بخوشی اسلام قبول کر لیا اس کے علاوہ برہمنوں کے حقوق بحال رکھے گئے جو کہ سابقہ حکومتوں نے مقرر کیے تھے ان کے پاس سابقہ حکومتوں کی طرف سے دی گئی جاگیروں کو بھی بحال رکھا گیا اس کے علاوہ سرکاری مال گزاری سے ان کیلئے وظیفے مقرر کیے گئے اور تاجر پیشہ' کسانوں اور برباد ہونے والے شہریوں جن کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی میں ایک لاکھ بیس ہزار درہم تقسیم کیے گئے تا کہ وہ اپنی حالت زار درست کر سکیں اور اچھے شہریوں کی طرح زندگی بسر کر سکیں برہمن آباد کے قلعے کے چاروں دروازوں پر محافظ دستے مقرر کیے گئے اور ہر دستے کا کمانڈر برہمن مقرر کیا گیا ان کو ایک گھوڑا اور خلعت بھی دی گئی اور سندھی رواج کے مطابق سونے کے کڑے ہاتھوں اور پیروں میں پہنائے گئے ہر ایک کو دربار میں کرسی عطا کی گئی۔ مال گزاری کیلئے یہ اصول مقرر کیا گیا کہ مال گزاری وصول کرتے وقت رعایا پر ظلم و ستم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی جزیہ کی وصولی کیلئے کسی کو تنگ کیا جائے گا محمد بن قاسم کے حسن سلوک سے شہری بے حد خوش ہوئے اور انہوں نے محمد بن قاسم کی درازی عمر کے لیے پراتھنا کیں۔ اس حُسنِ سلوک کی بدولت سندھ میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔

مراسلہ حجاج بن یوسف

اسی اثنا میں حجاج بن یوسف کی جانب سے ذیل مراسلہ بھی موصول ہوا یہ مراسلہ محمد بن قاسم کے اُس خط کے جواب میں تھا جس میں برہمن آباد کے پجاریوں کی گذارشات ہائی کمان کو فیصلے کے لیے بھیجی گئی تھیں۔ اس مراسلے کا متن درج ذیل تھا اے عزیز تمہارے مراسلے سے آگاہی ہوئی برہمن آباد کے پجاریوں نے تم سے مندر آباد کرنے اور انہیں مذہبی معاملات میں نرمی اختیار کرنے کی درخواست کی ہے تمہیں معلوم ہونا چاہیے

کہ جب وہ لوگ اپنے مذہب پر قائم رہ کر جزیہ دیتے ہیں تو ان کے مذہبی معاملات میں دخل نہ دو تمہارا فرض یہ ہے کہ انہیں اجازت دو وہ اپنے طریقے سے اپنی مذہبی رسوم ادا کریں کسی کو ان کے طریقہ سے روکنے کی ضرورت نہیں ہے ان کی جان و مال کی حفاظت ہمارا فرض ہے ان کا خیال رکھو تا کہ ان کے جان و مال کو کوئی نقصان نہ پہنچے وہ اپنے گھروں میں مطمئن اور خوش حال زندگی بسر کریں۔''

اس مراسلہ کے ملنے کے بعد محمد بن قاسم نے برہمن آباد کے پجاریوں کو مندر میں عبادت اور رسوم ادا کرنے کی اجازت دے دی چاٹ سمہ اور لاکھا قبیلوں کیلئے سابقہ اصولوں اور مراعات کو جاری رکھا اور چار معزز تاجروں کی ایک کمیٹی بنائی اور دیوانی عدالت کو ان کا سربراہ مقرر کیا کہ وہ ہر مذہب کے مطابق لوگوں کا فیصلہ کریں ان انتظامات سے فارغ ہو کر محمد بن قاسم نے سندھ کے مرکزی شہر اروڑ کی جانب توجہ دی تین محرم بروز جمعرات وہاں سے اروڑ کی جانب کوچ کیا راستے میں بدھ اور دیگر مذاہب کے جتنے پیروکار ملے انہوں نے محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کر لی جزیہ دینا منظور کر لیا جن پر ان کو بھی برہمن آباد جیسی سہولیات دی گئیں راستے میں اس نے سمہ قوم کے رہنماؤں سے اروڑ شہر کا مکمل اور جامع نقشہ مانگا انہوں نے لا کر دے دیا اس کے علاوہ راستے کے تمام مندروں اور لشکر گاؤں کی تفصیل بھی محمد بن قاسم نے معلوم کی۔ اروڑ سندھ کا سب سے بڑا شہر تھا اس شہر کے رہنے والے زیادہ تر تاجر پیشہ ور اور کاشتکار تھے داہر کا بیٹا گوپی چند یہاں کا حاکم تھا اس کے سامنے کوئی بات نہیں کرتا تھا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ راجہ داہر مر گیا ہے بلکہ اس کا کہنا تھا کہ راجہ داہر زندہ ہے اور ہند سے فوج لینے گیا ہے تا کہ ان کی مدد سے مسلمانوں کے لشکر کو پسپا کر سکے۔

محاصرہ اروڑ

محمد بن قاسم نے سہتہ قوم کی بستی سے پیش قدمی شروع کی اور اروڑ شہر کے باہر پڑاؤ ڈالا۔ دوسری جانب گوپی چندر نے بھی قلعہ بند ہونے کی بجائے شہر سے باہر آ کر محمد بن قاسم کا مقابلہ کرنے کا قصد کیا۔ دونوں افواج کا پڑاؤ آمنے سامنے تھا۔ جنگی جوش وخروش عروج پر تھا لیکن جنگ یا مڈبھیڑ کوئی نہ ہوئی۔

حجاج بن یوسف کا پیغام

اس دوران حجاج بن یوسف کا پیغام لے کر ایک تیز رفتار قاصد محمد بن قاسم کے پاس آیا جس میں لکھا ہوا تھا ''محمد بن قاسم اپنے ساتھی جیسم بن زحر کو کچھ عراقی دستوں کے ساتھ خراسان کی جانب روانہ کرو تا کہ وہ قتیبہ بن مسلم کے ساتھ مل کر دشمن کے خلاف کارروائیوں میں حصہ لے سکے'' اس پیغام کو پڑھ کر محمد بن قاسم نے جیم بن زحر کو چند عراقی دستوں کے ساتھ خراسان کی طرف روانہ کر دیا۔

لڑائی کا آغاز

کچھ دن کے انتظار کے بعد تنگ آ کر محمد بن قاسم نے ایک روز بعد از نماز فجر اعلان جنگ کر دیا جس پر دونوں طرف کی افواج اپنی اپنی ترتیب سے صف بندی کرنے لگیں ایک ہندو سورما میدان جنگ میں آیا اور خریم بن عمر کا نام مقابلے کے لئے پکارا جس پر خریم بن عمر محمد بن قاسم سے اجازت لے کر میدان جنگ میں آ گئے سورما نے خریم بن عمر سے مخاطب ہو کر کہا ''سن جوان! میرا نام دیوداس ہے اور کیا تم ہی خریم بن عمر ہو خریم بن عمر نے اپنی تلوار اور ڈھال آگے کرتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی جس پر دیوداس غصہ میں آ گیا اور کہا'' کیا تیرے منہ میں زبان نہیں ہے'' خریم بن عمر نے مسکراتے ہوئے کہا'' اس میدان میں تیری زبان اس طرح بند کروں گا جس طرح تیری بہن اور اس کے ساتھیوں کی تھی دیوداس یہ بات سن کر چونکا اور کہنے لگا'' تم میری بہن کو کیسے جانتے ہو'' خریم بن عمر نے کہا'' وہ جس مقصد کیلئے آئی تھی اپنا مقصد حاصل نہ کر سکی اور ہلاک ہوگئی'' خریم بن عمر کی اس بات پر دیوداس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور وہ ہذیان بکنے لگا خریم بن عمر پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا انتہائی تیزی سے وار کیا جس کو خریم بن عمر نے اپنی ڈھال سے روکا اور جوابی حملہ شروع کیا بہر حال کافی دیر کی تگ ودو کے بعد دیوداس خریم بن عمر کے شانے پر ایک چھوٹا سا زخم لگانے میں کامیاب ہو گیا لیکن خریم بن عمر کے پائے استقلال میں کوئی فرق نہ آیا انہوں نے جوابی حملہ کیا جس کو اس نے روکا اور اچانک اپنے گھوڑے کو بھگا کر دور لے گیا اس طرف سے اچانک پلٹا اور انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ اپنی پوزیشن میں تبدیلی کی تلوار میان میں رکھ لی اور بائیں ہاتھ سے ڈھال پکڑتے ہوئے دائیں ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے حملہ آور ہوا جیسے ہی نیزے کو لہراتا ہوا دیوداس خریم بن عمر پر حملہ آور ہوا اور نیزے سے ان کا کام تمام کرنا چاہا خریم بن عمر نے انتہائی پھرتی سے اپنی ڈھال مار کر نیزے کا نشانہ خطا کر دیا اور اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اپنے

گھوڑے کو زور دار جھٹکا دیا جس سے گھوڑا طوفانی رفتار سے دائیں جانب مڑا اور دیوداس کے گھوڑے کے پیچھے جا پہنچا دیوداس جو اپنے گھوڑے کو موڑنا چاہتا تھا عقب سے خریم بن عمر نے طوفانی رفتار سے اپنی تلوار کا بھرپور وار اس کے شانے پر کیا اور تلوار اس کے شانے کو کاٹتی ہوئی ریڑھ کی ہڈی تک جا پہنچی دیوداس نے ایک دلدوز چیخ ماری اور گھوڑے سے گر کر دم توڑ گیا جبکہ خریم بن عمر نے اپنے گھوڑے کو پلٹا اور واپس اپنے لشکر کی طرف موڑ لیا دوسری طرف انتہائی غصہ میں آ کر داہر کے بیٹے گوپی چند نے عام حملے کا اعلان کر دیا اس کی فوجیں سرکش انداز میں محمد بن قاسم کی فوجوں پر حملہ آور ہوئیں محمد بن قاسم کا لشکر بھی برق کی رفتار سے حملہ آور ہوا اور بلند آواز میں نعرہ تکبیر بلند کرنا شروع کر دیا اور بہادری کا سکہ جمانا شروع کر دیا دونوں جانب سے اس شدت سے جنگ ہوئی کہ لگتا تھا کہ دو طوفان آپس میں ٹکرا رہے ہیں راجہ داہر کا بیٹا گوپی چند اروڑ قلعہ کے باہر اس فضاء کو برقرار نہ رکھ سکا اس کی فوج میں شکست کے آثار پیدا ہو گئے جب مسلمانوں کے حملہ میں مزید شدت آ گئی تو اس کی فوج شکست کھا کر اروڑ شہر میں داخل ہو کر محصور ہو گئی محاصرہ طول پکڑتا گیا اوپر فصیل سے ہندو لشکری زبان درازی کرتے اور کہتے کہ عنقریب راجہ داہر ہندوستان سے فوجیں لے کر یہاں پہنچ رہا ہے پھر تم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچے گا بالآخر محمد بن قاسم نے لشکریوں کے اوپر سے آنے والے تیروں کی بارش سے بچنے کیلئے اپنا پڑاؤ وہاں سے ہٹا کر ایک میل پیچھے کر لیا تا کہ گوپی چند کے لشکر کی سنگ باری اور تیر اندازی سے بچا جا سکے ساتھ ہی ساتھ اس محاصرے میں اور شدت پیدا کر دی تا کہ کہیں سے بھی کوئی شے قلعہ کے اندر نہ جا سکے محاصرہ دن بدن تنگ ہوتا جا رہا تھا جس کے وجہ سے اروڑ شہر کے شہری راجہ گوپی چند اور دیگر عمائدین سلطنت سے بے حد پریشان تھے انہیں دن بدن یقین ہوتا جا رہا تھا کہ شہری فاقہ سے مر جائیں گے اور شہر پر محمد بن قاسم کا قبضہ ہو جائے گا۔

ساحرہ کی جانب سے حوصلہ شکنی

ایک دن راجہ گوپی چند نے سندھ و ہند کی سب سے مشہور ساحرہ کو اپنے دربار میں طلب کیا اس سے جنگ کے بارے میں پوچھا نیز اس نے راجہ داہر کے زندہ ہونے کے بارے میں بھی اس سے استفسار کیا ساحرہ نے دو روز کی مہلت مانگی اور دو روز بعد آ کر اس نے صاف الفاظ میں کہا'' راجہ داہر زندہ نہیں ہے ورنہ اس کی ساحرانہ قوتیں اسے با آسانی تلاش کر لیتیں'' اس کی بات سن کر گوپی چند اور اس کے عمائدین سکتے میں آ گئے اس کے بعد ساحرہ نے صاف الفاظ میں کہا'' سندھ پر عرب بدوؤں کا مکمل قبضہ ہو جائے گا اور مسلمانوں کے ساتھ جس قدر لڑائی کی جائے گی نقصان اتنا ہی ہندوؤں کا ہوگا کیونکہ ہندوؤں سے ان کے تمام دیوتا ناراض ہو چکے ہیں بہتر یہی ہے کہ بلا لڑائی شہر ان کے حوالے کر دیا جائے ساحرہ کے الفاظ نے تمام شہریوں پر مایوسی کے بادل چھا دیئے انہوں نے آپس میں صلاح و مشورہ کرنا شروع کر دیا محمد بن قاسم سے کس طرح صلح کی جائے انہوں نے اپنے پاس موجود حارث علافی کے بیٹے معاویہ سے مشورہ کیا کہ شاید وہ کوئی معقول مشورہ دے سکے لیکن وہ کوئی بہتر اور قابل قبول مشورہ نہ دے سکا جس سے گوپی چند اور زیادہ مایوس ہو گیا رات کے وقت گوپی چند اپنے چند جانثاروں کے ساتھ شہریوں کو ان کے مقدر پر چھوڑ کر شہر سے فرار ہو گیا۔

محمد بن قاسم کو اطلاع

معاویہ علافی جو گوپی کے پاس پناہ گزین تھا اس کے اس طرح فرار ہونے پر اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا اس نے فیصلہ کیا اس زندگی سے بہتر ہے کہ اپنے آپ کو محمد بن قاسم کے حوالے کر دے یہ فیصلہ کرنے کے بعد اس نے شہر کے تمام حالات ایک کاغذ پر لکھے اور ساتھ ہی امان طلب کی اس کاغذ کو ایک

تیر کے ذریعے محمد بن قاسم کے لشکر کی طرف پھینک دیا محمد بن قاسم کو جب حالات سے آگاہی ہوئی تو اس نے اپنی فوج کو شہر کی فصیل کے باہر منجنیقیں نصب کرنے کا حکم دیا ان کو دیکھ کر شہری ہراساں ہو گئے تھے اور فوری طور پر اپنا ایک وفد محمد بن قاسم کی خدمت میں بھیجا اس سے سنگ باری نہ کرنے کی درخواست کرتے ہوئے امان طلب کی اور اطاعت گزاری کا اعلان کر دیا اس پر محمد بن قاسم نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ جب تک وہ لڑائی بند نہیں کریں گے ساری فصیل کو لشکریوں سے خالی نہ کریں گے ایک جگہ اکٹھے نہ ہوں گے اور قلعے کی تمام کنجیاں اس کے حوالے نہیں کی جائیں گی سنگ باری نہیں رکے گی اور نہ ہی صلح ہوگی شہریوں نے اس شرط کو فوراً قبول کر لیا اور اس پر عمل کرتے ہوئے شہر محمد بن قاسم کے حوالے کر دیا محمد بن قاسم جیسے ہی شہر میں داخل ہوا ہر طرف سے لوگ اس کے استقبال کیلئے اُمڈ پڑے۔ محمد بن قاسم نے سب سے پہلے حکم دیا کہ جو لوگ مستقلاً جنگ میں حصہ لیتے رہے ہیں اور ہر وقت آمادہ جنگ رہتے ہیں ان کو قتل کر دیا جائے تاکہ وہ آئندہ مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار نہ ہو سکیں اس نے اروڑ کا نظم و نسق درست کرنے کا بھی حکم دیا اور اپنے ایک شخص رواح بن اسد کو اروڑ کا حاکم مقرر کیا مذہبی امور کیلئے موسیٰ بن یعقوب کو قاضی مقرر کیا اور رعایا کے ساتھ نرمی کے ساتھ برتاؤ کرنے کا حکم دیا اور تعلیمات نبوی اور قرآن پاک پر سختی سے عمل کرنے کا فرمان جاری کیا اس کے بعد محمد بن قاسم نے اروڑ شہر کے شہریوں کے مختلف گروہوں کی شکایات سنیں اور ان کے ازالے کا حکم دیا ابھی محمد بن قاسم اروڑ کے باہر اپنے فوجیوں کی تیمارداری میں مصروف تھا ان کے تندرست ہونے پر وہ اگلی مہم کا فیصلہ کر سکے کہ اس کے پاس نکامرہ بدھ قبیلے کے سردار وانگ کا ایک وفد پہنچا انہوں نے سردار وانگ کا جو پیغام دیا اس کے مطابق نکامرہ قبیلے کے سردار موہل کے قتل کے بعد اس کے ایک نائب سوہل رائے نے جس کا تعلق کاٹھیاوار سے ہے جو اس کے دوش بدوش بحری قزاقی میں پیش پیش رہا ہے اس کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے پچیس ہزار قبائلیوں کا ایک لشکر جرار تیار کر لیا ہے اب وہ سردار وانگ کے علاقے پر سخت یورش کرنے والے ہیں اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے حملے کر کے انہوں نے سردار وانگ کے قبیلے کے کچھ حصے تباہ و برباد کر دیئے ہیں جس سے وہ بھاگ کر نیرون میں سندرداس کے پاس پناہ لینے پر مجبور ہو گیا ہے سوہل رائے نے اس کے علاوہ بہت سی کشتیاں بھی اکٹھی کر لی ہیں تاکہ وہ موقع پاتے ہی مسلمانوں پر حملہ کر سکے اور ان سے موہل کا بدلہ لے سکے اس کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کا خاتمہ سندھ میں ہی کر دے اس نے اپنی فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے اس کی فوج کا ایک حصہ کاٹھیاوار کے مغربی حصہ پر اور دوسرا حصہ اس سے کچھ آگے پانچ میل مشرق کی جانب ہے تاکہ جس جگہ اس پر حملہ ہو تو دوسرے حصے کی فوج اس کی مدد کر سکے اس کے علاوہ یہی وہ شخص ہے جس نے موہل کے ساتھ مل کر سراندیپ کے جہاز لوٹے تھے اور مسلمان مرد و عورت قیدی بنائے تھے موہل رائے آج کل جتور گیا ہوا ہے تاکہ وہ راجہ داہر کے دونوں بیٹوں جے سینہ اور گوپی چند سے مشورہ کرنے کے بعد راجہ ہرچند کی جانب جائے اور اس سے بھی مسلح مدد حاصل کر کے مسلمانوں کے خلاف سہ طرفہ محاذ کھول سکے اس وقت موقع ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کی فوج پر حملہ کر کے اس کو تہس نہس کر دیا جائے اس سے آنے والے خطرے سے بچا جا سکے گا اور آپ اس خطرہ سے نپٹنے کیلئے ابھی اپنی فوج بھیجیں اس فوج میں خریم بن عمر کو ضرور بھیجیں کیونکہ وہ ان لوگوں سے لڑ چکے ہیں ان کے تمام حربوں سے آگاہ ہیں یہ لشکر نیرون سے ہو کر جائے تاکہ میں بھی اس لشکر میں شامل ہو کر سوہل رائے کے تمام ٹھکانوں کی بخوبی نشاندہی کر سکوں اور اپنے قبیلے کی بربادی کا انتقام بھی ان سے لے سکوں محمد بن قاسم نے بہت غور و غوص کے بعد خریم بن عمر اور حنظلہ کو ان کی زیر کمان لشکروں کے ہمراہ اس فتنے کی سرکوبی کیلئے بھیج دیا۔

قنوج میں مشورے

راجہ داہر کے دونوں بیٹے جے سینہ اور گوپی چند جتوڑ سے لکامرہ قبیلے کا سردار سول رائے ساحلی علاقے سے ایک ساتھ نکلے اور تینوں مل کر قنوج کے راجہ ہر چند کی خدمت میں حاضر ہوئے ہر چندر نے ان کا شاندار استقبال کیا ان کو اپنے محل میں ٹھہرایا یہاں پر اس نے اپنے عمائدین اور سرداروں کو بھی اکٹھا کیا پھر ان کے درمیان صلاح مشورے ہوتے رہے ان کے درمیان مسلمانوں کے لشکریوں کا حملہ کرنے کا انداز کئی دوسرے پہلو زیر بحث تھے اس کے بعد ہر چندر نے ذیل کا منصوبہ پیش کیا۔

1- سول رائے اپنے بہترین سورماؤں پر مشتمل لشکر لے کر آئے گا۔

2- جے سینہ اور گوپی چند نے جتوڑ میں جو خاصا بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے اس کی کمان سنبھالیں گے۔

3- میں بذات خود اپنی فوج لے کر آؤں گا اور اس طرح ہمارے پاس تین لشکر ہو جائیں گے اور ہم مسلمانوں کے خلاف تین اطراف سے حملہ کریں گے تاکہ مسلمانوں کی طاقت بھی بٹ جائے۔

4- ان پر حملہ کی ابتداء سول رائے کرے گا جس پر سول رائے نے اسے بتایا کہ اس کے پاس پچیس ہزار جنگجو سوار موجود ہیں ان میں سے چند ایک کو بستیوں کی حفاظت کیلئے چھوڑ دوں گا اور بقایا کو لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہو جاؤں گا۔

منصوبہ

راجہ ہر چندر نے کہا کہ میرے منصوبے کے تحت سول رائے اپنے جوانوں کے ہمراہ نیرون کا رخ کرے اور نیرون پر رات کے وقت مسلح شب خون مارے ہر صورت میں نیرون پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے کیونکہ نیرون میں مسلمانوں کی کوئی خاص قوت موجود نہیں ہے اور وہاں سندر داس اور مسلمانوں کا نائب حاکم ہی ہے وہ بڑی آسانی سے زیر ہو جائیں گے جب سول رائے نیرون پر قبضہ جما لے گا تو ہمیں مسلمانوں کے اس لشکر کے ردعمل کا انتظار کرنا ہوگا جو کہ اس وقت اروڑ میں موجود ہے میرے خیال میں اروڑ کو خالی کر کے نیرون جائیں گے اور اروڑ خالی ہونے سے ہمارے لئے بہترین سہولت ہو جائے گی جے سینہ اور گوپی چند اپنے لشکر کے ہمراہ تیزی سے پیش قدمی کرتے ہوئے اروڑ پر حملہ کریں گے جس وقت ان کا لشکر اروڑ کی جانب بڑھے گا دوسری طرف سے میرا لشکر آگے بڑھے گا وہ بھی میری زیر نگرانی اروڑ کی جانب پیش قدمی کرے گا اور اورڑھ پر قبضہ کرنے کی پوری پوری کوشش کی جائے گی دوسری جانب سول رائے ایسے موقع پر نیرون میں قلعہ بند ہو جائے گا اور شہر قلعہ کی فصیل پر سامان حرب جمع کرے گا تاکہ مسلمان فوری طور پر نیرون کے قلعہ پر کمند لگا کر نہ چڑھ سکیں ایسی حالت میں مسلمان اپنی قوت کو تین حصوں میں نہیں بانٹیں گے اور اروڑ اور برہمن آباد کو چھوڑ کر نیرون کی جانب بڑھیں گے تاکہ اپنی مقبوضات کو دوبارہ حاصل کر سکیں لیکن ہم انہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے جس وقت مسلمان نیرون

کا محاصرہ کر لیں گے تو سول رائے قلعہ کو کسی بھی صورت میں ان کے قبضے میں نہ جانے دے گا اور نہ ہی مسلمانوں کو قریب آنے دے گا اور اس طرح محاصرہ طول پکڑ جائے گا اس دوران میں راجہ داہر کے دونوں بیٹے اروڑ اور برہمن آباد پر قبضہ کر کے نیرون کا رخ کریں گے اور ان پر پشت کی طرف سے حملہ کریں گے اس حملہ میں ایک جانب سے میر الشکر آگے بڑھے گا اور دوسری جانب سے گوپی اور جے سینہ کا لشکر آگے بڑھے گا اور قلعہ کی جانب سے سول رائے کا لشکر آگے بڑھے گا اور سب مل کر بیک وقت چاروں طرف سے مسلمانوں پر حملہ کر دیں گے اس طرح ہم ان کو بدترین شکست سے دوچار کر دیں گے۔ اب تم لوگ یہ بتاؤ کہ تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے کہ میں نے جو منصوبہ پیش کیا ہے وہ ٹھیک ہے کہ نہیں سب نے اسے بہترین جنگی منصوبہ قرار دیا اور کہا کہ اس پر عمل کرنے کیلئے بیک وقت متعین کیسے ہوگا ایک دوسرے کی نقل وحمل سے آگاہی کیسے حاصل ہوگی جس پر یہ طے پایا گیا کہ جیسے ہی سول رائے اپنے علاقے سے نیرون کی طرف پیش قدمی کرے گا تو اس کا ایک تیز رفتار قاصد فوری طور پر جتوڑ کی طرف روانہ کر کے اس کی اطلاع گوپی اور جے سینہ کو کرے گا وہ دونوں اپنے لشکر سمیت جتوڑ سے برہمن آباد کی طرف روانہ ہو نگے اور جتوڑ کو چھوڑتے وقت ان کا ایک تیز رفتار قاصد میرے پاس آئے گا میں یہ پیغام ملتے ہی فوج سے تیز رفتاری کے ساتھ نکلوں گا اور اروڑ کا رخ کروں گا گوپی اور جے سینہ برہمن آباد سے کچھ فاصلے پر قیام کریں گے میں اروڑ سے کچھ فاصلے پر قیام کروں گا پھر اس کے بعد حالات کا جائزہ لے کر اگلا فیصلہ کیا جائے گا اس فیصلہ کے بعد سول رائے فوری طور پر اپنے علاقے کی جانب چلا گیا تا کہ بغیر کسی مزاحمت کے نیرون پر قبضہ جما سکے اس کے جانے کے بعد جے سینہ اور گوپی بھی جتوڑ کی طرف روانہ ہو گئے تا کہ مکمل تیاریاں کی جاسکیں اور منصوبے کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔

مسلمان لشکر کی سول رائے کی طرف پیش قدمی

مسلمان لشکر چند روز کے قیام کے بعد نیرون سے اس وقت نکلا جب اسے اطلاع ملی کہ سول رائے اپنے علاقے میں پہنچ چکا ہے خریم بن عمر نے اپنے لشکر کے ساتھ رات کے اندھیرے میں سفر کیا اور دن کے وقت اپنے لشکر کو پوشیدہ رکھا تا کہ دشمن اس کی نقل وحرکت سے باخبر نہ ہوسکیں اس کے علاوہ سول رائے کی نقل وحرکت سے باخبر رہنے کیلئے وانگہ سردار کے کچھ مخبر سول رائے کی بستیوں میں بھیج دیئے تھے اس طرح رازداری سے سفر کرتا ہوا خریم بن عمر ساحل سے کافی ہٹ کر سول رائے کی بستیوں کے قریب پہنچ گیا وہاں پڑاؤ کرتے ہوئے اس حملے کا منصوبہ بنانا شروع کر دیا پھر اس فیصلہ کرنے کے بعد اس نے اپنے نائب بنانہ بن مظلمہ کو اپنے منصوبے سے آگاہ کیا" تم مشرق والی بستیوں پر حملہ آور ہونا اور میں مغرب والی بستیوں پر حملہ آور ہوں گا کیونکہ سول رائے کی رہائش بھی مغرب والی بستیوں کی طرف ہے تھوڑی دیر کے لئے تم میرے لشکر سے علیحدہ ہو جاؤ گے لیکن دونوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہوگا اور جنگ شروع کرنے کا اشارہ تم جلتے ہوئے تیر فضاء میں چھوڑ کر کرو گے اس کے ساتھ ہی ہم دونوں ان پر بیک وقت حملہ کر دیں گے دشمن کو ساحل کی جانب بھاگنے سے روکنے کیلئے تم مشرق میں ساحل کی جانب سے حملہ کرو گے اس طرح تم کشتیوں اور ان کے درمیان حائل ہو جاؤ گے اور میں مغرب کی جانب سے یہ طریقہ اختیار کروں گا اس طرح سول رائے کا کوئی بھی آدمی سمندر کی طرف بھاگ نہ پائے گا اور اگر انہوں نے خشکی کی جانب فرار ہونے کا راستہ اپنایا تو اس سے ہمارا نقصان نہ ہونے کے برابر ہوگا" اب اس منصوبے کے مطابق دونوں نے اپنا لشکر سنبھالا اور ایک مشرق اور دوسرا مغرب کی جانب روانہ ہو گیا۔ اپنا محاصرہ قائم کرتے ہی جیسے ہی نبانہ بن مظلہ نے جلتا ہوا تیر چھوڑا تو

دونوں نے اس وقت برق رفتاری کے ساتھ رات کے اندھیرے میں سول رائے کی بستیوں پر حملہ کر دیا چونکہ اس وقت قبائلی سوئے ہوئے تھے اس لئے ان کے سنبھلنے تک مسلمان لشکری ان کے کئی افراد کو تہ تیغ کر چکے تھے پھر انہوں نے سنبھل کر مقابلہ کرنے کی کوشش کی اور بڑے زور وشور سے جنگ شروع ہوگئی صبح ہونے تک سول رائے کے تمام جنگجوؤں کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا اس کے ساتھ ہی مسلمانوں نے تیز رفتاری سے بستی کا ساز و سامان سمیٹنا شروع کر دیا اور کام مکمل کرنے کے بعد انہوں نے واپسی کی تیاری شروع کر دی سول رائے وہاں سے فرار ہونے میں ناکام رہا اور مارا گیا اس کے بعد ان کی تمام بستیوں کا صفایا کر دیا گیا اس کے علاوہ بیس سے وہ آدمی بھی قیدی بنالئے گئے جو کہ سول رائے کے ساتھ قنوج جا کر حملے کا منصوبہ بنا کر آئے تھے جب ان سے اس منصوبے کی تفصیلات کا علم ہوا تو خریم بن عمر نے ایک تیز رفتار قاصد کو محمد بن قاسم کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ سارے حالات سے آگاہ ہو سکے آدھے راستے میں انہوں نے پھر اپنا اپنا لائحہ عمل طے کیا بنانہ بن منظلہ بظاہر تمام ساز و سامان لے کر نیرون کی جانب چلا گیا تا کہ ساز و سامان کو وہاں چھوڑ کر اروڑ پہنچ جائے جبکہ خریم بن عمر بھی بڑی راز داری سے اروڑ کی جانب بڑھا یہ کام دونوں نے بڑی راز داری کے ساتھ کیا تا کہ جے سینہ اور گوپی کے مخبروں کو اس کی خبر نہ ہو سکے۔ان دونوں میں یہ طے پایا تھا کہ وہ دونوں مختلف سمتوں سے جے سینہ اور گوپی چند کی جانب بڑھیں گے جیسے ہی بنانہ برہمن آباد پہنچے گا تو وہ گوپی چند اور جے سینہ کے لشکر پر حملہ کر دے گا اور پشت کی جانب سے خریم بن عمر ان پر حملہ آور ہوگا تا کہ ان کو بوکھلا دے اور ان کے ارادوں کو ملیا میٹ کر دے سول رائے کی بربادی کی خبر سن کر جے سینہ اور گوپی چند بہت سٹپٹائے اور فوری طور پر ایک قاصد کے ذریعہ راجہ قنوج کو خبر دی اور خود جہاں تک پہنچ چکے تھے وہاں پڑاؤ ڈال لیا لیکن وہ مسلمانوں کے ارادوں سے باخبر نہ ہو سکے اچانک ایک روز انہوں نے یہ خبر سنی کہ خریم بن عمران کی پشت پر آ پہنچا ہے جبکہ اس کے مخبروں کی اطلاع کے مطابق وہ نیرون جا چکا ہے ابھی وہ اس بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ انہیں معلوم ہوا خریم بن عمر کے ساتھ ایک معمولی سا لشکر ہے جس پر انہوں نے اس سے نپٹنے کا فیصلہ کیا اور جوابی حملے کی تیاری شروع کر دی ابھی وہ اس تیاری میں ہی مصروف تھے کہ سامنے سے بنانہ بن منظلہ کے لشکر کو آتے دیکھا جس پر انہوں نے اپنی توجہ اس لشکر کو روکنے پر مرکوز کر دی ابھی وہ اسی شش و پنج میں مبتلا تھے کہ بنانہ بن منظلہ نے سامنے کی جانب سے ایک زوردار حملہ کر دیا ابھی جنگ کے شعلے نمودار ہوئے ہی تھے کہ پشت کی جانب سے خریم بن عمر نے بھی ایک زوردار حملہ کر دیا ایک گھمسان کے رن کے بعد گوپی چند اور جے سینہ کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر جتوڑ کی جانب بھاگ نکلے جب اس کی اطلاع راجہ ہر چند کو ملی تو وہ الٹے قدموں قنوج کی طرف واپس پلٹ گیا۔

محمد بن قاسم کی شادی

راجہ داہر کی ایک رانی جس کا نام لاڈلی تھا وہ برہمن آباد میں گرفتار ہوئی تھی اسے مسلم سردار محمد بن قاسم نے عزت کے ساتھ پردے میں ٹھہرایا اور پھر حجاج بن یوسف کی اجازت سے محمد بن قاسم نے اسے اپنے عقد میں لے لیا۔

نئے ارادے

اروڑ میں کافی دنوں کے آرام کے بعد محمد بن قاسم نے بھاٹیہ قلعہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تاکہ وہاں کے راجہ سے اطاعت وفرمانبرداری لی جاسکے۔اس سلسلہ میں کافی تیاریوں کے بعد وہ لشکر سمیت وہاں روانہ ہوگیا یہ قلعہ شمال کی جانب ملتان اروڑ کے درمیان واقع تھا اور یہاں کا حاکم راجہ داہر کے چچا کا بیٹا کسکہ تھا جو اروڑ کی شکست کے بعد یہاں پر آکر مقیم ہوگیا تھا اور یہاں پر زبردستی قبضہ جما چکا تھا مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر قلعہ بند ہوگیا اور پھر کئی دنوں کے محاصرے کے بعد اس نے محمد بن قاسم کی جانب ایک وفد اطاعت کا اقرار کرنے کے لئے بھیجا تاکہ صلح ہوجائے اور جس میں اس نے اپنی خطاؤں کی معافی مانگی تھی اس پر محمد بن قاسم نے یہ شرط رکھی کہ اگر تم خود میرے پاس چل کر آؤ گے تو میں اس بات پر غور کروں گا ورنہ نہیں اس پر کسکہ خود محمد بن قاسم کے پاس حاضر ہوا، محمد بن قاسم نے اس سے بہترین سلوک کیا اور اہل قلعہ کو مکمل امان دے دی۔قلعہ کا انتظام درست کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے آگے کی جانب پیش قدمی کی بھاٹیہ کا راجہ بھی اس کے ساتھ تھا۔

دریائے بیاس کو عبور کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اسکلندہ کے قلعہ کا محاصرہ کیا اور قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا قلعے والے فوری طور پر قلعے سے باہر نکل آئے پھر دونوں جانب سے تابڑ توڑ حملے شروع ہوگئے پھر وہ سر پہر تک مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا کر قلعہ کی جانب واپس بھاگ گئے اور قلعہ کے اندر سے تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کردی اس کے علاوہ انہوں نے قلعے پر منجیقوں سے ملتی جلتی مشینیں نصب کردیں تاکہ سنگ باری سے مسلمانوں کو قلعہ پر حملہ کرنے سے روکا جاسکے قلعے کے راجہ بھگرانے کئی دن تک مقابلہ جاری رکھا پھر ایک دن اپنی شکست کو دیکھ کر سکہ کی طرف بھاگ گیا جو ملتان کے نزدیک ایک شہر تھا اور دریائے راوی کے جنوب مغربی کنارے پر آباد تھا اسکلندہ کے راجہ کے فرار ہونے پر وہاں کے شہریوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کرلی محمد بن قاسم نے اسکلندہ کے انتظامی امور کو درست کیا وہاں کے چار ہزار لشکریوں کو قتل کروادیا تاکہ آئندہ کوئی بھی مقابلے پر نہ آسکے اس کے علاوہ محمد بن قاسم نے بنوتمیم کے ایک فرد کو یہاں کا حاکم بنادیا۔

سکہ کی جانب پیش قدمی

اسکلندہ کا انتظام مکمل کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے سکہ شہر کا رخ کیا اور سکہ میں دشمنوں کی بہت بڑی فوج جمع تھی یہ شہر دریائے راوی کے مغربی کنارے پر آباد تھا جبکہ ملتان مشرقی کنارے پر آباد تھا اس شہر کو ہمیشہ سے ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا یہاں پر اروڑ اور دیگر شہروں کے شکست خوردہ لشکری بھی اکٹھے ہوچکے تھے سکہ کا راجہ بھگرا جو کہ سیوستان کے حاکم بجے رائے کا نواسہ تھا ایک اعلیٰ درجے کا جنگجو بھی تھا بھگرا نے شہر سے باہر نکل کر پڑاؤ ڈالا تاکہ شہر سے باہر ہی محمد بن قاسم کا مقابلہ کرسکے ابھی محمد بن قاسم کا لشکر پوری طرح سکہ شہر کے قریب پہنچا بھی نہیں تھا کہ بھگرا نے اس پر زبردست حملہ کردیا جس کے پیش نظر تھا کہ مسلمانوں کو صفیں سیدھی کرنے کا موقع نہ دیا جائے اس طرح انہیں شکست سے دوچار کردیا جائے اس صورتحال سے

گھبرانے کی بجائے محمد بن قاسم نے فوری طور پر اپنے لشکر کو سنبھالا اور جوابی حملہ کر دیا اس کے ساتھ ہی اندھیری رات میں فضا نعروں سے گونجنے لگی ابتداء میں محمد بن قاسم کا قدرے نقصان ہوا لیکن اس کے سنبھلتے ہی مسلمان لشکریوں نے ایسا زور حملہ کیا کہ الامان گو بجھرا کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر تھا لیکن جلد ہی اسے اپنی شکست کے آثار نظر آنے لگے اور اس نے بہت تیزی سے پیچھے ہٹنا شروع کر دیا پھر اس کی باقی فوج اور اس نے قلعہ میں جا کر پناہ لی اور قلعہ بند ہو گیا محاصرہ کئی دنوں تک جاری رہا اور راجہ بجھرا کو یقین ہو گیا کہ وہ زیادہ دیر تک مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکے گا اس کشمکش میں ایک رات اس نے اپنے عزیزوں کے ہمراہ راہ فرار اختیار کر لی اور دریائے راوی پار کر کے ملتان چلا گیا چونکہ بجھرا کی فرار سے اس کے لشکریوں کے دل بدظن ہو گئے تھے انہوں نے مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اس لڑائی میں تقریباً دو سو کے قریب مسلمان شہید ہوئے جس کا محمد بن قاسم کو بے حد رنج تھا اس نے شہر سکہ کو برباد کرنے کی قسم کھائی تھی جس کی وجہ سے اس نے شہر میں داخل ہو کر شہر کو تباہ و برباد کر دیا۔

ملتان

لفظ ملتان سنسکرت زبان کے الفاظ ملیستان (مالی اور الیستان) سے ماخوذ ہے جس کا مطلب مالی کی جگہ تھا مالی ایک قبیلہ تھا جو سکندر اعظم کے حملے کے وقت اس علاقے میں وارد ہوا تھا۔ ملتان کا پرانا نام کیسیا پا پورا یا کیسیا پور تھا یہ نام برہما دیوتا کے وارثین میں سے ایک مانو کے بیٹوں میں سے ایک رشی کیسیا کے نام پر تھا مانو کے سات بیٹے تھے ان کے بارے میں مقامی عقیدہ تھا کہ وہ سورگ میں گریٹ بیئر کے سات ستاروں کی مانند تھے ملتان کا لفظ ال استھان سے بھی ماخوذ نظر آتا ہے جس کا مطلب ہے سورج دیوتا کی آرام گاہ یہ شمال مغربی ہندوستان میں بدھ زائرین کے یاترا کرنے کا مرکزی علاقہ تھا۔

ملتان قدیم تاریخ کا ایک معروف قصبہ ہے جس کا ذکر سکائی لیکس کی تحریروں میں بھی ملتا ہے سکائی لیکس کیرانڈا کا یونانی ایڈمرل تھا جسے آکمینین کے بادشاہ ڈیریس اول نے پاک ہند کی طرف بھیجا تھا ہیروڈس اور ٹولمے نے اپنے تاریخی حوالوں سے کیسیا پورا کے جس شہر کا ذکر کیا ہے اسی جگہ پر آج کا ملتان واقع ہے ملتان کے سورج دیوتا کے گولڈن ٹمپل کے حوالے سے مشہور تھا جہاں برصغیر بھر سے لوگ یاترا کے دنوں میں قربانی اور تحائف پیش کرنے حاضر ہوتے تھے کہا جاتا ہے کہ یہ مندر لارڈ کرشنا کے بیٹے سانمبا نے سورج دیوتا کی پوجا کے لیے تعمیر کروایا تھا اسی حوالے سے اسے ادیستھان پہلا ٹھکانہ بھی کہا جاتا تھا ادیا کا لفظ ادتھیا کا بگڑا ہوا لفظ ہے جو سکڑ کر ادیت رہ گیا ہیون ٹی سینگ نے بھی تاریخی تذکروں میں ملتان کا ذکر سورج دیوتا کے حوالے سے کیا ہے عرب حملہ آوروں کی آمد کے وقت ملتان اپنے مندر کے ساتھ شمال ہندوستان میں پجاریوں کی یاترا کا مرکزی مقام تھا اس مندر میں رکھے بت کو عرب مورخ جاب ہیرو پیغمبر کے نام سے مانتے تھے قبل از عرب حملہ جو ہندو سلطنت چچ نے قائم کی تھی ملتان انہی کے صوبوں میں سے ایک کا دارالخلافہ تھا یہ سلطنت رائے خاندان کے آخری بدھ حکمران رائے ساہسی کی وفات کے نتیجے میں پکے ہوئے پھل کی طرح چچ کی گود میں آن گری تھی آنے والے دور 94 عیسوی میں عربوں نے محمد بن قاسم الثقفی کی قیادت میں اس علاقے پر فتح حاصل کی اور یہ علاقہ امیہ اور عباسی سلطنتوں کے ساتھ مشرقی صوبے کی حیثیت سے منسلک کر دیا گیا عرب دنیا میں اس علاقے کو فرض بیت الاباب کے نام سے پکارا جاتا تھا کیونکہ یہاں کے مندر سے سونے کی زر کثیر مقدار حاصل ہوئی تھی۔

ملتان کی سلطنت کب معرض وجود میں آئی تاریخ اس بارے میں شواہد دینے سے قاصر رہی ہے عرب جغرافیائی دان اس کے وجود کو بنو سامہ کی حکومت کے قیام سے لنک کرتے ہیں۔

ملتان

محمد بن قاسم کی آمد کے وقت ملتان راجہ داہر کے ماتحت تھا یہاں کا راجہ گورسنگھ تھا گورسنگھ راجہ داہر کے بھائی چندر کا بیٹا تھا ایک روز گورسنگھ

اپنے راج محل میں سپہ سالاروں سے سندھ کی صورتحال اور مسلمانوں کی پیش قدمی کے بارے میں بات چیت کر رہا تھا اسے اطلاع دی گئی کہ سکہ شہر کا حاکم اپنے اہل وعیال کے ساتھ یہاں آیا ہے اور ملاقات کرنے کے لئے بے چین ہے اس بات نے راجہ گورسنگھ کو اچنبھے میں ڈال دیا اس نے استعجابیہ لہجے میں آنے والوں سے پوچھا کیا بجھرا وہاں سے بھاگ کر آیا ہے یا ہمارے پاس امداد لینے کے لئے آیا ہے اطلاع کرنے والے نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اس پر گورسنگھ نے اسے اندر بھیجنے کا حکم دیا اور اس کے اہل وعیال کیلئے بہترین قیام گاہ کا حکم دیا جب راجہ بجھرا اندر داخل ہوا تو گورسنگھ نے اس کا استقبال کیا اپنے پہلو میں بٹھایا اس سے صورتحال دریافت کی اس پر بجھرا نے کہا ''میں سکہ شہر چھوڑ کر تمہارے پاس پناہ لینے آیا ہوں، میں نے اپنی بساط کے مطابق مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن باوصف اس کے میرا لشکر بہت بڑا تھا میں مسلمانوں کے ہاتھ مغلوب ہو گیا'' اس پر راجہ گورسنگھ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا ''بجھرا کیا بات ہے مسلمان سارے سندھ پر چھا رہے ہیں اور اب انہوں نے شمال کا رخ کر لیا ہے کیا پورے سندھ میں ان کا مقابلہ کرنے کی قوت باقی نہیں رہی آخر اس کی کیا وجہ ہے'' بجھرا نے جواب دیا ''یہی بات تو سمجھ میں نہیں آتی کہ جس طرح عقاب اپنے شکار پر جھپٹتا ہے اس طرح لڑتے ہیں، بڑے سے بڑے سورما ان کے آگے بے بس ہو جاتے ہیں ان کا انداز لڑائی اس قدر عجیب ہے کہ کس بھی لمحہ صورتحال کا ادراک کرتے ہوئے اچانک اس کا رخ موڑ دیتے ہیں اس سے زیادہ میں اب کیا کہہ سکتا ہوں گورسنگھ نے کہا ''اس کا مطلب ہے کہ مسلمان ناقابل شکست ہیں'' بجھرا نے کہا ''دراصل ہمارے اندر اتحاد نہیں ہے جبکہ وہ تمام صفات سے مزین ہیں ان سے مقابلہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب تک ہم تنظیم نو کے علاوہ اپنے پاس ایک بہت بڑا لشکر نہ رکھتے ہوں'' گورسنگھ نے اس پر کہا ''ٹھیک ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سکہ پر قبضہ کرنے کے بعد اب ضرور ملتان کا رخ کریں گے میرے پاس اس قدر بڑا لشکر موجود ہے کہ پورے سندھ میں کسی کے پاس نہیں ہے میں تمہیں اس لشکر کا سالار بناتا ہوں جب وہ ملتان پر حملہ کریں تو تمہارا کام یہ ہے کہ تم ان کا مقابلہ ملتان سے باہر نکل کر کرو'' اس کے بعد گورسنگھ نے کہا میں نے قبل ازیں اس بدلتی ہوئی صورتحال کے پیش نظر قنوج کے راجہ کے پاس بھی ہرکارے بھیجے ہیں اور بدلتی ہوئی صورتحال سے اسے آگاہ کیا ہے ساتھ ہی اسے یہ بات واضح کر دی ہے کہ اگر مسلمان ملتان پر قابض ہو گئے تو پھر پورے ہند میں کوئی بھی علاقہ مسلمانوں کے مقابلہ کرنے کے قابل نہیں رہے گا اس لئے اس کا بھی فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کی راہ روکے اگر مسلمان دریا عبور کر کے ملتان کا رخ کریں تو وہ نہ صرف اطلاع دے بلکہ اپنی فوج کے ہمراہ موجود رہے اور پشت کی جانب سے مسلمانوں پر حملہ کرے تاکہ ہماری فتح یقینی ہو جائے۔ ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ قنوج کا ایک قاصد حاضر ہوا اور آتے ہی کہنے لگا ''مجھے راجہ ہر چند نے بھیجا ہے یہ خبر پایہ تصدیق کو پہنچ چکی ہے کہ سکہ شہر پر مسلمان قابض ہو گئے ہیں اب یہ بات واضح نظر آ رہی ہے کہ وہ ملتان شہر کی طرف بڑھیں اور دریائے راوی عبور کرتے ہوئے حملہ آور ہوں راجہ ہر چند رام کا کہنا ہے کہ اگر ایسی صورتحال ہو جب معاہدہ ہوئی تو آپ ملتان شہر سے باہر نکل کر ان کا مقابلہ کریں جب جنگ زوروں پر ہو گی تو ہم پشت کی جانب سے حملہ کریں گے اس میں ہم معمولی سی ترمیم کرتے ہیں جب مسلمان آپ سے جنگ کر رہے ہوں تو ہم اروڑ کی جانب سے آگے بڑھیں گے اس پر حملہ آور ہوں گے تاکہ مسلمانوں پر دو اطراف سے محاذ کھول دیا جائے اس طرح وہ شکست سے دوچار ہو جائیں گے اور کہیں بھی ہم سے جنگ نہ کر سکیں گے لیکن یہ منصوبہ بھی اس وجہ سے ختم ہو گیا کہ وقت سے پہلے ہی اس کا پتا چل گیا پھر یہ بات طے پائی کہ ہمارا لشکر دو روز تک ملتان کے نواح میں پہنچ جائے گا آپ کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ

کرلے گا‘‘ گورسنگھ نے راجہ ہرچندرام کا شکریہ ادا کیا اور جواب میں کہلا بھیجا کہ باقاعدہ معائدہ کے ذریعے جنگ کے منصوبے پر عمل کیا جائے گا۔

راز افشا

اس فیصلے کی خبر بھی مخبروں نے محمد بن قاسم کو کردی جس پر اس نے بھی دریائے راوی کو عبور کرنے اور ان کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔ مناسب انتظامات کے بعد محمد بن قاسم نے اپنے لشکر سمیت دریا کو پار کرلیا اور ملتان کے باہر پڑاؤ ڈال لیا گورسنگھ اور ہرچندرام کی افواج بالکل سامنے ہی تھیں محمد بن قاسم نے اپنی صفیں درست کرنی شروع کردیں اور صفیں درست کرنے کے بعد اپنے سالاروں سے یوں مخاطب ہوکر کہا ’’دشمن نے ہمیں پھنسانے کیلئے اپنے لشکر کے دو حصے کررکھے ہیں دائیں جانب قنوج کے راجہ ہرچندرام کا لشکر ہے اور بائیں جانب ملتان کے راجہ گورسنگھ کا لشکر ہے یہ حملہ آور ہونے کیلئے تیار کھڑے ہیں ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ منصوبہ بنایا ہے کہ میں اپنے لشکر کے چار حصے کرتا ہوں ایک حصہ میرے پاس رہے گا دوسرا حصہ خریم بن عمر کے پاس ہوگا تیسرا حصہ بنانہ بن منظلہ اور چوتھا حصہ زکوان بن حلوان کے پاس ہوگا عطا بن مالک میرے ساتھ کام کرے گا میرے بائیں جانب بنانہ بن منظلہ رہے گا اور دونوں اپنے حصے کے لشکریوں کے ساتھ ملتان کے راجہ گورسنگھ کے لشکر پر حملہ آور ہوں گے میں دشمن کے لشکر کو بائیں جانب کے حصے پر حملہ کروں گا اور بنانہ بن منظلہ دائیں جانب سے حملہ کرے گا اس طرح مجھے امید ہے کہ میں اور بنانہ گورسنگھ کے لشکر کو شکست دینے میں کامیاب ہوجائیں گے خریم بن عمر میرے دائیں جانب ہوگا اور میرے اور خریم بن عمر کے درمیان زکوان بن حلوان ہوگا اور تم دونوں کا ہدف قنوج کا راجہ ہوگا اس طرح مجھے امید ہے کہ تم دونوں اپنی سابقہ روایات کو دہراتے ہوئے ایک مرتبہ پھر ثابت کردو گے کہ شجاعت‘ جوانمردی اور دلیری میں تمہارا کوئی ثانی نہیں ہے اور دشمنوں کا اسلامی سپاہ کو شکست دینا ممکن نہیں ہے اس طرح حملہ کرنے سے ہمیں دشمن کو شکست دینا آسان ہوگا‘‘ اس بات سے سب سالاروں نے اتفاق کیا اور طے شدہ منصوبے کے مطابق جنگ کیلئے صفیں درست کرنا شروع کیں۔ صف بندی کرنے کے بعد سب نے یک زبان ہوکر عہد کیا ’’ہمارے سامنے خواہ کتنا ہی بڑا لشکر کیوں نہ ہو ہم اللہ عزوجل سے کیئے ہوئے وعدہ پر آج اپنی جانیں قربان کردیں گے لیکن اسلام پر آنچ نہ آنے دیں گے‘‘۔

جنگ کا نقارہ

جنگ کی ابتداء ملتان کے راجہ گورسنگھ کے لشکریوں اور قنوج کے راجہ ہرچندرام کے لشکریوں نے نعرے لگاتے ہوئے کی اور تیزی سے حملہ آور ہوئے محمد بن قاسم نے تھوڑی دیر تک گہری نظروں سے ان کا جائزہ لیا اور اس کے بعد انتہائی گرجدار آواز میں نعرہ تکبیر بلند کیا اور اپنی تلوار فضاء میں لہرائی اس کے جواب میں باقی مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا اور فضاء مسلسل نعرہ تکبیر سے گونج اٹھی پھر برق کی طرح دشمن کی طرف لپکے اور دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کے شعلے بلند ہونا شروع ہوگئے۔ ملتان کے راجہ گورسنگھ اور قنوج کے راجہ ہرچندرام نے سوچا تھا کہ وہ تھوڑے ہی وقت میں مسلمانوں کو شکست سے دوچار کردیں گے لیکن مسلمان تعداد میں تھوڑے ہونے کے باوجود مقابلے پر پوری طرح ڈٹے رہے اور ہندو لشکریوں کی تعداد گھٹتی چلی گئی۔ شام ہوتے ہی دونوں لشکر پیچھے ہٹ گئے اور جنگ دوسرے دن پر ملتوی ہوگئی اگلے دن پھر دونوں لشکر آمنے سامنے کھڑے تھے اور

اپنی اپنی صفیں درست کر رہے تھے ایسے میں محمد بن قاسم نے گرجدار آواز میں اپنے لشکر سے مخاطب ہو کر کہا ''کل کی مانند آج بھی اپنے دشمن پر عقاب کی طرح جھپٹ پڑو اور انہیں بتا دو کہ ان کا پالا مسلمانوں سے پڑا ہے'' ابھی محمد بن قاسم کا خطاب ختم نہ ہوا تھا کہ گورسنگھ اور ہرچندرام کا لشکر حملہ آور ہونے کیلئے آگے بڑھا لشکر کی ترتیب وہی کل والی تھی جبکہ مقابلہ میں محمد بن قاسم کا لشکر بھی کل والی ترتیب کے مطابق تھا پھر اچانک خوفناک جنگ شروع ہوئی اور مسلمانوں نے بڑھ چڑھ کر حملے کرنا شروع کر دیئے مسلمانوں نے سہ پہر تک جانفروشی اور شجاعت کے وہ کارنامے رقم کیے کہ آفتاب بھی آسمان پر دنگ رہ گیا سہ پہر کے قریب ہندو لشکر شکست کھا کر پیچھے کی جانب ہٹا پھر تیزی سے ملتان کے قلعے میں داخل ہو گیا آج کی لڑائی کے خاتمے نے صورتحال کو یکسر بدل دیا تھا۔ دشمن نے دوبارہ قلعہ سے باہر آ کر مقابلہ کرنا چھوڑ دیا۔ یہ دشمن کی پہلی شکست تھی۔ نئی حکمتِ عملی کے تحت اب کی دفعہ انہوں نے قلعہ کے اوپر منجنیقیں لگا کر سنگ باری شروع کر دی تا کہ مسلمان قلعہ کی فصیل تک نہ پہنچ سکیں اس طرح مسلمان صرف قلعہ کا محاصرہ کر کے رہ گئے اور محاصرہ دن بدن طویل ہوتا چلا گیا مسلمانوں کے لشکر میں غلہ کی کمی ہو گئی یہاں تک کے لشکریوں کو کئی کئی دن فاقے سے گزارنے پڑے لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری اور مقابلے پر بدستور ڈٹے رہے۔

بدلتے حالات اور غیبی امداد

ابھی محمد بن قاسم اس صورتحال کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس سے کیسے نپٹا جائے ایک ہندو چھپتا چھپاتا قلعہ سے باہر آیا اس نے محمد بن قاسم کو وہ راز بتا دیا کہ جس سے قلعہ فتح کرنے میں آسانی پیدا ہو گئی اس ہندو نے محمد بن قاسم کو شہر کو پانی کی فراہمی کرنے والے خفیہ تالاب کا بتا دیا جس سے شہری پانی پیتے تھے محمد بن قاسم نے اس نالے کو بند کروا دیا جس سے شہر میں پانی کی قلت ہو گئی اس کے ساتھ ساتھ محمد بن قاسم نے محاصرہ اتنا شدید کر دیا کہ شہر میں غذائی قلت بھی پیدا ہو گئی اس صورتحال سے ملتان کا راجہ گورسنگھ بے حد گھبرا گیا اس کی ہمت جواب دے گئی۔ کئی روز کی سوچ و بچار کے بعد فتح سے مایوس ہو کر اس نے اپنے اہل و عیال سمیت ملتان سے بھاگ جانے کا سوچا۔ وہ خفیہ راستے سے قلعہ ملتان سے نکلا اور خاموشی سے کشمیر کی جانب بھاگ نکلا اس کے باوصف اس کی غیر حاضری میں بھرائے جنگ جاری رکھی مگر قلعہ سے باہر نکلنے کی ہمت اس کی بھی نہیں ہوئی محمد بن قاسم اس صورتحال کا گہری نظر سے جائزہ لیتا رہا لیکن قلعہ بے حد مضبوط تھا اس کی وجہ سے اس کا کوئی کمزور پہلو نظر نہ آ رہا تھا جس پر وہ منجنیقوں سے سنگ باری کرتے اور قلعہ میں داخل ہونے کا راستہ ڈھونڈتے پھر ایک دن ملتان کا ایک شخص قلعہ کے باہر سے پکڑا گیا اور اسے محمد بن قاسم کے سامنے پیش کر دیا گیا جس نے مکمل امان کے وعدہ پر محمد بن قاسم کو ملتان شہر میں داخلے کا وہ راستہ بتا دیا جس کے ذریعے با آسانی شہر پر قبضہ کیا جا سکتا تھا اس نے بتایا کہ جس طرف سے آپ قلعہ پر حملہ آور ہوئے ہیں اس طرف قلعہ کی فصیل کافی چوڑی اور مضبوط ہے جس کو منجنیقوں کی سنگ باری سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا البتہ دریا کی سمت والی فصیل کمزور ہے اگر وہاں سنگ باری کی جائے تو فصیل کو جلد مسمار کر دیا جائے گا اس طرح شہر میں داخلہ آسان ہو جائے گا محمد بن قاسم نے اس کے بیان کے بعد دریائی فصیل کا جائزہ لیا پھر مناسب جگہ پر منجنیق نصب کروا کر اس جانب سے قلعہ پر سنگ باری شروع کر دی اور اس وقت تک سنگ باری جاری رکھی جب تک کہ قلعے کی دیوار ٹوٹ کر گر نہ گئی دیوار کے گرتے ہی مسلمان عقاب کی طرح لپکے اور شہر میں داخل ہو گئے اب شہر میں دست بدست جنگ شروع ہو گئی یہاں دشمن کے چھ ہزار لشکری مارے گئے اور باقی جانیں بچا کر بھاگ نکلے محمد بن

قاسم نے تاجروں، کاشتکاروں اور صناعوں کو عام معافی دے دی لیکن ان پر جزیہ کے علاوہ جرمانہ بھی عائد کر دیا۔ ملتان والوں نے جرمانہ کی مد میں ساٹھ ہزار درہم ادا کر کے اپنی جان بچائی۔

فتح ملتان

ملتان کی فتح کے بعد محمد بن قاسم کے ہاتھ اس قدر مال و دولت مال غنیمت میں آیا کہ اب تک کسی بھی شہر کی فتح سے اتنا مال غنیمت اکٹھا نہ ہوا تھا۔ محمد بن قاسم نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ الگ کیا اور اسے حجاج بن یوسف کے پاس عراق بھیج دیا جس کو حجاج بن یوسف نے خلیفہ ولید بن عبدالمالک کی خدمت میں بھیج دیا اور ساتھ میں یہ کہا کہ میں نے سندھ پر حملہ کرتے وقت آپ سے کہا تھا کہ وہاں خرچ ہونے والی رقم کا دوگنا آپ کے خزانے میں جمع کرواؤں گا اور آج میں اپنے وعدے میں سرخرو ہو گیا ہوں اور دوگنا سے بھی کئی گنا زیادہ رقم آپ کے خزانے میں بھیج رہا ہوں حجاج کی اس بات پر خلیفہ ولید بن عبدالمالک بے حد خوش ہوا اور اس کی خدمت کو بے حد سراہا ایک اندازے کے مطابق اس مہم میں چھ کروڑ درہم خرچ ہوئے تھے اور بدلے میں خزانے میں بیس کروڑ درہم جمع کروائے گئے۔ ملتان کی فتح کے بعد یہاں ایک عالیشان مسجد تعمیر کروائی گئی۔ محمد بن قاسم نے ایک شخص داؤد بن نصر کو ملتان کا حاکم مقرر کیا اور ابن المالک تمیمی کو برہم پور کا حاکم بنایا عکرمہ بن ریحان کو ملتان کے نواح کی حکومت بخشی جب کہ احمد بن عتبہ کو اٹھار اور کڑور کا حکم بنایا خود محمد بن قاسم نے بقیہ سامان جنگ اور لشکریوں کے ساتھ اقامت اختیار کی اور ملتان سے بھاگ جانے والے لوگوں کی حویلیاں اور مکان اپنے سالاروں اور لشکریوں میں تقسیم کیے چونکہ راجہ ہر چندر رام قنوج کی جانب اپنے بقیہ لشکر کو لے کر بھاگ گیا تھا اب محمد بن قاسم نے اسے ایک خط بھیجا جس میں اسے بھی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرنے کے بعد جزیہ دینے کا مطالبہ کیا تھا، عدم ادائیگی جزیہ اور اطاعت کے جنگ کرنے کی دھمکی دی گئی لیکن کئی روز تک راجہ قنوج ہر چندر رام نے اپنے مشیروں کے ساتھ صلاح و مشورہ کرنے کے بعد جواب میں کہلا بھیجا "تلواریں ہی ہمارا اور آپ کا فیصلہ کریں گی" محمد بن قاسم نے اس جواب کے بعد اپنے سالاروں کو اکٹھا کیا پھر قنوج کے راجہ کے خلاف لشکر کشی کا پورا منصوبہ تیار کیا ابھی یہ لشکر اس منصوبہ پر عمل کرنے کی تیاری کر رہا تھا کہ عراق سے حجاج بن یوسف کے وصال کی خبر ملتان پہنچی جس سے محمد بن قاسم اور لشکر والوں کو از حد صدمہ ہوا سوگ کی اس فضا میں اور اگلے احکام کے انتظار میں مذکورہ مہم ملتوی کر دی گئی تا کہ پتا چل سکے کہ مملکت اسلامیہ کے مشرقی علاقوں کیلئے کون حاکم مقرر ہوتا ہے اور اس کی طرف سے کیا فرمان جاری ہوتا ہے اس دوران بعض چھوٹے علاقوں میں لشکر بھیجے گئے اور ان سے حلف اطاعت اور جزیہ لے کر امان دی گئی۔

محمد بن قاسم الثقفی کی فتوحات......ایک طائرانہ جائزہ

سندھ کی فتح کوئی بچوں کا کھیل نہ تھا یہ جان جھوکھوں کا کام تھا جسے سترہ برس کے ایک نوجوان نے بخیر و خوبی سرانجام دیکر تاریخ میں اپنا نام ہمیشہ کے لئے رقم کرالیا۔ مسلم تاریخ محمد بن قاسم کی شجاعت، قوم وملت سے وفاداری اور شہرہ آفاق جنگی قیادت کے ذکر کے بغیر ادھوری ہوگی وہ ایک ایسا ہیرا تھا جسے حجاج بن یوسف جیسے زیرک انسان نے ڈھونڈ کر تراشا تھا محمد بن قاسم کی عمر کے نوجوانوں کو دنیاوی لہو ولعب اور جاہ و جلال سے فرصت نہیں ہوتی لیکن نوعمری کے باوجود محمد بن قاسم ایک پختہ سوچ کا حامل مدبر اور معاملہ فہم انسان تھا۔

حجاج بن یوسف کے ساتھ اس کا رشتے میں تعلق اتنا مضبوط نہ تھا جس قدر دینی نسبت سے محمد بن قاسم حاکم وقت کو درجہ دیتا تھا خلافت، وفاداری اور دین کی حرمت پر جان قربان کرنا محمد بن قاسم کے خون میں شامل تھا یہی وجہ تھی کہ جب محمد بن قاسم کو ہندوستان کی خطرناک مہم کی قیادت کے لئے طلب کیا گیا تو اس نے بلا تامل رضامندی ظاہر کردی۔

محمد بن قاسم کو سابقہ مہمات کی ناکامی کا علم تھا اس کا پہلا کام رے شہر کو تاراج کرنا تھا اس کے بعد سندھ کے لئے اس کی روانگی تھی۔ رے کی فتح کے دوران قاسم نے غیر معمولی بہادری اور ہیروانہ کردار کا مظاہرہ کیا جو اس کے اندر چھپے ایک شاندار جنگی جرنیل کا عندیہ دے رہا تھا۔ سندھ کی طرف روانگی کے دوران شیراز کے مقام پر اس کے لشکر میں چھ ہزار منتخب شامی جنگجوؤں کے ایک جتھے کو شامل کیا گیا اب محمد بن قاسم نسبتاً ایک اعلیٰ حربی قوت والی فوج کے ساتھ مکران کی طرف بڑھ رہا تھا مکران ایک عرب چوکی اور کالونی تھا مکران کے گورنر محمد ابن ہارون النمیری نے اپنے تمام تر دستیاب وسائل کے ساتھ محمد بن قاسم کا استقبال کیا۔ جدید بلوچستان کے ساحلی علاقے کے ساتھ ساتھ سندھ کی طرف مارچ کرتے ہوئے محمد بن قاسم نے دو اہم قصبوں قنز بور (موجودہ پنجگور) اور ارمیل (موجودہ بیلا) کو فتح کیا (آرمیل کے مقام پر محمد النمیری بیمار ہو کر اللہ کو پیارا ہو گیا اس خلا کو ایک دوسرے جرنیل جہم بن ظہیر الجانی نے پُر کیا) اور سندھ کی طرف محمد بن قاسم کی پیش قدمی میں ہم رکابی کی 13 محرم بروز جمعہ سن 93 عیسوی (713 ہجری) محمد دیبل پہنچ گیا اور اس کا گھیراؤ کرلیا۔ دیبل سمندر کے کنارے واقع ایک بڑا اور مضبوط شہر تھا ایک بڑا مندر اس شہر کے مرکز میں واقع تھا اس مندر پر ایک سرخ جھنڈا لہرا رہا ہوتا تھا اہل شہر کا عقیدہ تھا کہ ان کے پھریرے کی حفاظت دیوی دیوتا کرتے ہیں مسلم لشکر نے شہر کی فصیل کے ساتھ گھیرا ڈال کر خندق کھودی تاکہ سندھیوں کے ممکنہ حملے کے خلاف دفاع کیا جا سکے اس اثنا میں شہر کی فصیل پر پتھر برسانے والی مشینری اور دوسرا حربی سامان مکران سے پہنچ گیا مذکورہ سامان قدرے جلدی پہنچ گیا تھا آٹھ دن کے مسلسل محاصرے کے بعد نویں روز محمد بن قاسم کے لشکر کی سنگ باری اور تیراندازی کے نتیجے میں مندر پر لہرانے والا سرخ جھنڈا نیچے آن گرا شہر والوں پر سراسیمگی چھا گئی فوج اور عوام میں پھیلتی بددلی دیکھ حاکم دیبل نے سندھی لشکر کو حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑنے کا حکم دیا جس کے نتیجے میں فوج قلعے کی فصیل سے باہر نکلی، گھمسان کا رن پڑا لیکن میدان محمد بن قاسم کے ہاتھ رہا قلعے پر بزور شمشیر قبضہ کیا گیا سندھی لشکر کا وسیع جانی اور مالی نقصان ہوا سیڑھی کے ذریعے قلعے کی فصیل پر چڑھنے والا پہلا شخص سعد بن خزیمہ تھا وہ کوفہ کے مراد

قبیلہ کا فرد تھا اس نے عام حملے کا حکم دیا جنگی قانون کے مطابق 18 برس سے زیادہ کی عمر کے توانا افراد کے سر قلم کر دیئے گئے اور ان کے خاندانوں کو غلام بنالیا گیا محمد بن قاسم نے شہر میں ایک مسجد تعمیر کروائی دیبل لینے کے بعد محمد بن قاسم البیرون (کوٹ نیرون) شہر کی طرف بڑھا اہل شہر نے جنگ کی بجائے امن کا راستہ اختیار کیا اور مال غنیمت ادا کرنے پر تیار تھے سہبان (سیہون) حملے کا اگلا نشانہ تھا شہر کے کرتا دھرتا نے مصعب بن عبدالرحمٰن کے سامنے طے شدہ شرائط پر ہتھیار ڈال دیئے سندھ کا مطلق العنان راجہ داہر خود آگے بڑھ کر حملہ آور سے نپٹنا چاہتا تھا لیکن محمد بن قاسم کی پے در پے کامیابیوں سے خائف ہو کر اس نے راور کی طرف ہٹنے کو مناسب سمجھا دوسری طرف مسلمانوں نے کچھ کے راجہ راسل کی مدد سے کشتیوں کا ایک پل تعمیر کیا جس کے ذریعے محمد اپنی فوجوں کو دریائے سندھ کے پار لے گیا دریا کے دوسری طرف اس نے ایک بڑے اور فولادی لشکر کو دیکھا جو محمد بن قاسم کا راستہ روکنے اور اسے تباہ کرنے کے لئے تیار کھڑا تھا اس لشکر میں گھوڑوں کے ساتھ ہاتھیوں کی کثیر تعداد شامل تھی جو مسلمانوں کو روندنے کے لئے تیار کی گئی تھی جنگلی ہاتھیوں کی موجودگی سے طاقت کا توازن مقامیوں کے حق میں تھا لیکن جذبے اور ایمانی قوت کی بدولت محمد بن قاسم کی فوجوں کا پلڑا بھاری رہا محمد بن قاسم نے دائیں' بائیں اور مرکز کی بنیاد پر دستوں کو تعینات کیا اور خود لشکر کے قلب میں اپنے بہترین جرنیلوں حدیل بن العزدی نمیلا' مسعود بن الشیر می الکلبی اور مارک بن کلبل رسی کے ہمراہ رکا۔ جنگ چار روز جاری رہی پہلے تین دن دونوں اطراف سے انفرادی سطح پر بہادری کے مقابلے ہوئے دونوں اطراف کے شہسوار آمنے سامنے آئے اور جوہر تیغ دکھائے چوتھے روز فوجیں ٹکرائیں تلوار بازی سارا دن جاری رہی راجہ داہر آہنی لباس میں ملبوس ایک بڑے اور ہیبت ناک ہاتھی پر سوار کمان ایک ہاتھ میں لیکر بنفس نفیس میدان جنگ میں موجود تھا پالکی میں دو مصاحب اس کے ہمراہ تھے ایک راجہ داہر کے ترکش سے تیر راجہ کو پکڑاتا تھا اور دوسرا راجہ کی تالیف قلب کا سامان مہیا کرتا تھا یعنی وہ بوقت ضرورت پان کا بیڑا بنا کر راجہ کو پیش کرتا جب دن اپنے اختتام کی طرف تھا راجہ داہر جس ہاتھی پر سوار تھا وہ بدک گیا غیر متوقع پیاس نے اسے نڈھال کر دیا تھا جس کی طلب پوری کرنے کے لئے وہ دریا کی طرف بھاگ نکلا جب ہاتھی راجہ کو لیکر دریا میں جا گھسا تو راجہ عرب تیروں کی زد میں آ گیا خطرے کی اس گھڑی میں اس نے ہمت نہ ہاری اور مردانہ وار مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن عربوں نے اس کے دستوں کی ایک نہ چلنے دی راجہ داہر لڑائی کے عروج پر القاسم بن ثعلبہ بن عبداللہ حسن نامی مسلمان کے ہاتھوں اس دنیا سے رخصت ہوا اس بہادر عرب کا تعلق ثوائے کے مشہور یمنی قبیلے سے تھا سندھی فوج نے اپنے راجہ کی ہلاکت کے بعد جھنجھلا کر حملہ کیا لیکن مسلمانوں نے اس کی ایک نہ چلنے دی اور حملے کو ناکام بنا دیا سندھی فوج کو شدید نقصان پہنچا راجہ داہر کی بیوہ بائی اور اسکے بیٹے جیسیا نے 15000 فوجیوں کے ساتھ خود کو راور کے قلعے میں بند کر لیا اور قلعے کے دروازے بند کروا دیئے۔ محمد بن قاسم نے فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر کے شہر پر منجنیقوں کے ذریعے سنگ باری کی جس سے قلعے کی فصیل ٹوٹ گئی جیسیا برہمن آباد کی طرف بھاگ گیا بائی نے خود کو چتا کے حوالے کر دیا محمد بن قاسم فاتح ٹھہرا مال غنیمت کی شکل میں ایک بڑا خزانہ مسلمانوں کے ہاتھ لگا جس میں 3000 غلام تھے ان میں 30 لڑکیاں اہم راجاؤں کی دختران تھیں۔ مال غنیمت کا بڑا حصہ راجہ داہر کے سر کے ہمراہ کعب بن مغرب الراسی کی سالاری میں حجاج بن یوسف الثقفی کی طرف روانہ کر دیا گیا تا کہ بیت المال میں جمع کرایا جاسکے۔

اس مہم کے بعد محمد برہمن سلطنت کے دوسرے سب سے بڑے شہر برہمن آباد کی طرف روانہ ہوا اس پیش قدمی کے دوران محمد نے بہرور اور دھلیلا کے دو قلعوں پر قبضہ کیا بہرور میں 16000 سپاہ مقیم تھی اس کی فتح میں دو ماہ کا عرصہ لگا سندھی آخری آدمی تک مرنے کی قسم کھا کر مزاحمت

کر رہے تھے تھلیلا پر داہر کا کزن دیوراج حکمران تھا اس نے اہل شہر کے ساتھ ملکر رات کے اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شہر خالی کر دیا اور صحرا کے راستے ہندوستان کی طرف نکل گیا جو وہاں سے تین میل کی دوری پر تھا۔

محمد بن قاسم نے نوبہہ بن ہارون کو تھلیلا کا گورنر مقرر کیا اور خود برہمن آباد کی طرف بڑھا برہمن آباد پہنچ کر محمد نے اس کا محاصرہ کر لیا اور حسب روایت ایک خندق کھودی یہ اس زمانے میں مسلمانوں کی جنگی حکمت عملی کا حصہ تھا جس کے تحت وہ اپنی فوج کی حفاظت کے لئے خندق کھودتے تھے قلعے میں دشمن فوج کی تعداد 40000 ہزار تھی جو دن کے وقت جنگ کے لئے باہر نکلتی اور رات بلکہ دن کے پچھلے پہر واپسی لوٹ جاتی برہمن آباد کا محاصرہ چھ ماہ تک جاری رہا سن 93 ہجری رجب سے اگلے تک تھا اہل شہر نے طویل محاصرے سے تنگ آ کر قلعہ محمد بن قاسم کے حوالے کرنے کا اعلان کیا لیکن اس شرط کے ساتھ کے شہر کے باسیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے محمد نے ان کی بات مان کر انہیں مکمل امان دی اس طرح برہمن آباد پر بھی سبز ہلالی پرچم لہرا دیا گیا قلعے پر قبضے کے دوران راجہ داہر کی بیوی لاڈی بھی گرفتار ہوئی جو بعد میں محمد بن قاسم کے نکاح میں آئی چچ نامہ میں درج اس واقعے سے البلاذری متفق نہیں بقول البلاذری قلعہ پر بزور قوت قبضہ کیا گیا اور داہر کی بقیہ 8000 فوج کو تہہ تیغ کر دیا گیا۔

داہر کا بیٹا جیسیا جو راور کی جنگ کے بعد برہمن آباد میں تھا' نے ہندوستان اور ملحقہ علاقوں کے راجاؤں کو لکھا کہ عرب حملہ آوروں کے خلاف اس کی مدد کی جائے لیکن اسے کوئی خاطر خواہ جواب نہ ملا۔ مایوسی اور ہم وطنوں کی بے وفائی کے بوجھ تلے اس نے برہمن آباد چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اور اپنے خاندان کو لیکر صحرائی راستے سے چتوڑ کی طرف نکل گیا۔

برہمن آباد کی فتح کے بعد دارالخلافہ اروڑ پر حملہ کیا گیا اروڑ کا دفاع راجہ داہر کے دوسرے بیٹے گوپی کے ہاتھ میں تھا جب محمد بن قاسم کے قدم اروڑ کی جانب بڑھ رہے تھے دو مقامی اہم افراد ساوندری اور بسمد نے اپنی خدمات محمد کے سپرد کیں اروڑ کا شہر ہندو سلطنت کا سب سے خوبصورت اور دیدہ زیب شہر تھا یہ مہران کے کناروں پر تعمیر کیا گیا تھا جس میں عمدہ عمارتیں' شاندار مندر' باغات اور پختہ سڑکیں تھیں جو باہم متصل تھیں اروڑ شہر کا قلعہ لمبے محاصرے کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا لمبے محاصرے نے شہر کے باسیوں کا بیرونی دنیا سے رابطہ بالکل ختم کر دیا تھا اس کے علاوہ ان کا حقہ پانی بند ہونے سے شہر میں اشیائے ضروریہ کی قلت پیدا ہوتی جا رہی تھی ان حالات میں اہل شہر نے امن کے بدلے شہر محمد بن قاسم کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا اور ایک وفد محمد بن قاسم کے دربار میں بھیجا محمد بن قاسم نے وفد کو خوش آمدید کہا اور شہر بنا کسی خون خرابے کے فتح ہو گیا معائدے کی شرائط کے تحت' اہل شہر کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا مہاتما بدھ کے مندر کو کچھ نہیں کہا جائیگا محمد بن قاسم نے ان شرائط پر من وعن عمل کیا اس نے اروڑ شہر میں ایک مسجد تعمیر کروائی اور راوہ بن اسد کو شہر کا گورنر مقرر کیا شہر میں عدالتی فرائض سرانجام دینے کے لئے موسیٰ بن یعقوب الثقفی کا انتخاب کیا گیا جو فاتح کا رشتہ دار تھا۔

اروڑ میں انتظامی امور نبھانے کے بعد محمد بن قاسم بھاٹیا شہر کی طرف بڑھا جو دریائے بیاس کے جنوبی کنارے پر واقع تھا بھاٹیہ کے حاکم کا کسانے جو راجہ داہر کا کزن تھا بغیر لڑے شہر کی کنجیاں اور خزائن محمد بن قاسم کے قدموں میں ڈال دیا یہ وہی کا کسا تھا جو راور کی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف لڑا تھا۔

دریائے بیاس کے دوسرے کنارے پر واقع شہر اسکلا زمدہ کے حاکم راجہ سہر نے مسلم لشکر کی آمد کا سن کر شہر خالی کر دیا اور السکا کے حاکم کے ہاں

پناہ لی محمد نے اسکلاندہ شہر کے باسیوں کو امان دیدی اور عقد بن سلمہ التمیمی کو شہر کا گورنر مقرر کر دیا مسلمانوں کا اگلا نشانہ السکا تھا جس کا دفاع راجہ بجارا کے ہاتھوں میں تھا۔ راجہ نے حملہ آوروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور انہیں کافی نقصان پہنچایا ان حملوں میں محمد کے کئی قریبی رفیقوں نے جام شہادت نوش فرمایا محمد نے قسم کھائی کہ وہ شہر کو تباہ برباد کر دیگا قلعے کو بزور قوت فتح کر لیا گیا اور شہر کو ملیامیٹ کر دیا گیا راجہ بجارا ملتان کی طرف بھاگ گیا جو سندھی سلطنت کا آخری بڑا شہر اور شمالی ہندوستان میں زائرین کا مرکزی مقام تھا شہر کے گرد بلند بالا اور مضبوط دیوار تھی جس کو پاٹنا بچوں کا کھیل نہ تھا شہر کے گرد محاصرہ ڈال دیا گیا محاصرہ طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا تھا محمد بن قاسم کو علم تھا کہ شہر میں خوراک کے ذخائر ختم ہو چکے ہیں چنانچہ اس نے خوراک کی سپلائی روکنے کے بارے میں غور شروع کر دیا تھا تا کہ اہل شہر کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا جا سکے۔ چچ نامہ کے مصنف کے مطابق اگر محمد بن قاسم خوراک کے ایک ذخیرے پر قبضہ کرتا تو اس کی لاگت اس زمانے میں 500 درہم تھی اسی اثناء میں قلعے سے ایک شخص آیا اور اس نے شہر کو پینے کے پانی کے جانے کے راستے کی نشاندہی کی اس انکشاف نے محمد بن قاسم کے ہاتھ مضبوط کیے مسلمانوں نے پانی کی فراہمی کو روک دیا اہل شہر نے گھبرا کر ہتھیار ڈال دیئے جنگی دستور کے مطابق لڑائی کے قابل افراد کے سر اڑا دیئے گئے ان کے خاندانوں کو غلام بنا لیا گیا محمد بن قاسم نے اس شہر میں 6000 ہزار سے زائد مذہبی افراد کو امان بخشی لیکن انہیں بھی غلام بنالیا گیا مسلمانوں کے ہاتھ زر کثیر بطور مال غنیمت لگا ملتان کے مندر میں رکھے بت کو نہ توڑا گیا البتہ مندر سے قیمتی نوادرات اتار لئے گئے مندر سے برآمد کئے گئے سونے کا وزن 13000 من تھا ملتان سے سونے جیسی قیمتی دھات کے اس قدر بڑی تعداد میں ہاتھ لگنے کے سبب اس کا نام فرج بیت الذھاب لیا گیا مال غنیمت کی مقداری قیمت کا اندازہ 120 ملین درہم تک آیا جبکہ اس مہم پر آیا کل خرچ 60 ملین درہم رہا ملتان کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے ایک مسجد تعمیر کروائی اور داؤد بن نظر الا دمانی کو شہر کا گورنر مقرر کیا۔

ملتان کے معاملات کو سنبھالنے کے بعد محمد بن قاسم نے شمال کی طرف پیش قدمی کی اور ایک جگہ پہنچا جس کا نام پنج مہت (شاید پنج ند) تھا یہ وہ جگہ تھی جہاں سندھ اور کشمیر کی حد بندی لائن دوبارہ متعین کی گئی اس سے قبل ان سرحدوں کا تعین سندھ کے مشہور برہمن حکمران چچ نے کروایا تھا۔

محمد بن قاسم نے اندرون ہندوستان میں حملوں کی منصوبہ بندی کی اور قنوج کی سلطنت کے خلاف ایک مضبوط لشکر ابوحاکم شیبانی کی زیر قیادت روانہ کیا ابوحاکم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے موجودہ راجپوتانہ میں اودھے پور تک پیش قدمی کی تھی کہ اسی دوران محمد بن قاسم کو دمشق جو اسلامی سلطنت کا پایہ تخت تھا سے واپسی کا حکم نامہ ملا محمد بن قاسم کو ہٹائے جانے کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ قاسم کی اختیار کردہ جنگی پالیسی پر عمل درآمد فوری رک گیا اور ہندوستان میں پیش قدمی کرنے والے لشکر ملتان واپس لوٹ آئے۔

محمد بن قاسم نے ملتان سے اروڑ واپس پہنچنے پر نیلما اور سرسوت پر دھاوا بول دیا یہ علاقے موجودہ کاٹھیاوار کا حصہ تھے ان علاقوں میں meds کی اکثریت آباد تھی جن کا کام کھلے سمندر میں ڈاکا زنی کرنا اور لوٹ مار تھا کیرج کے حاکم دوہر کو شکست دی گئی اور اس کی ریاستوں کو مسلمانوں کی فتح کردہ سرزمین میں شامل کر لیا گیا۔

حجاج کے خطوط بنام محمد بن قاسم

''جب تم اندرون سندھ پہنچو اور دیبل شہر نگاہ میں آ جائے تو اپنے کیمپ کی جگہ کا تعین کرتے وقت انتہائی محتاط رہنا۔ جب تم بیرون پہنچو تو اپنی رہائشی کالونیوں کے گرد ایک خندق کھودنا تا کہ تم محفوظ رہ سکو۔ رات کا زیادہ پہر جاگتے رہنا۔ تم میں سے جو قرآن کریم کی تلاوت کر سکیں۔ اسی میں وقت لگائیں۔ باقی لوگ اللہ کو یاد کریں اس طرح تمام فوج اپنا چوکیدارہ خود کر سکے گی۔ چھاؤنی مخصوص نوعیت کے محل وقوع پر ہونی چاہیے۔ اللہ وحدۂ لاشریک کو یاد رکھو وہ تمہیں یاد رکھے گا اور کامیابی سے نوازے گا۔ لاحول و لا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔''

مندرجہ بالا الفاظ اُس تاریخی خط کے مندرجات ہیں جو حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کے نام لکھا۔ سندھ کی فتح کے دوران حجاج محمد بن قاسم سے مسلسل رابطے میں رہتا تھا اور قاسم بھی حجاج کو تمام حالات وواقعات سے باخبر رکھتا تھا۔ حجاج نے سٹریٹجک پاور کی حیثیت سے تمام تر جنگی مہم کو عراق میں بیٹھ کر کنٹرول کیا۔ جب سندھ کی فتح کے لیے بھیجی گئی ابتدائی مہم ناکام رہی تو عمار بن عبداللہ نے عرب فوج کی کمان سنبھالنے کی پیش کش کی فتح عمادالدین محمد بن قاسم کے ہاتھوں ہوگی۔ اس نے خود بھی قرعہ نکالا ہے جو محمد بن قاسم کے نام نکلا ہے۔ حجاج نے قاسم کو ہدایت دیں کہ وہ شیراز میں قیام کرے تاوقتیکہ عراق اور شام سے فوجی دستے اُس تک نہیں پہنچ جاتے۔ عراق اور ہندو کے درمیانی فاصلے کو کم سے کم کرنے کے لیے ڈاک چوکیاں کچھ اس طرح قائم کی گئی تھیں کہ ایک ہرکارے کا ہاتھ پچھلے ہرکارے کا منتظر ہوتا تھا۔ گھوڑے پر زین کسی ہوتی تھی اور راشن اور پینے کا پانی گھوڑے کی پشت کے ساتھ لٹکا ہوتا تھا۔

حجاج اور قاسم کے درمیان ہونے والی خط وکتابت ہند کی مہم جوئی اور اس دوران درپیش آنے والے واقعات پر لیے گئے اقدامات کا پتہ دیتی ہے۔ غیر ملکی مورخین نے آنے والے ادوار میں جس طرح ان واقعات میں من گھڑت واقعات کا رنگ گھولا مندرجہ بالا خطوط کے مطالعے سے ایسے کسی غیر معمولی واقعے یا کہانی کا ثبوت نہیں ملتا۔

حجاج لکھتا ہے''جس نے حاذم اور ابو غیرہ کو تازہ ہدایات کے ساتھ روانہ کیا ہے وہ دیبل کے نواح میں تم سے آن ملیں گے۔ کشتیوں کے پہنچنے تک تمہیں وہیں انتظار کرنا ہوگا۔ اس کے بعد تم اللہ کی پناہ میں آگے بڑھتے رہنا۔ بیشک اللہ سب سے بڑا محافظ ہے۔ جب تم دیبل کے نواح میں پہنچو تو 6×12 گز گہری خندق کھودنا۔ جب تمہارا دشمن سے آمنا سامنا ہو تو خاموش رہنا خواہ دشمن تمہارے لشکر پر آوازے کسے، گندی زبان استعمال کرے اور خوبی برتری کے لیے کرتب دکھائے تم نے تب تک جنگ شروع نہیں کرنی جب تک میری طرف سے جنگ شروع کرنے کے احکام نہ مل جائیں۔ میرے احکام تم تک باقاعدگی اور سرعت کے ساتھ پہنچتے جائیں گے۔ میرا نقطہ نظر حتمی ہوگا اور اگر تم نے ان احکام پر عمل کیا اور اللہ کو منظور ہوا تو فتح تمہارا مقصد ہوگی۔

ایک اور خط میں حجاج لکھتا ہے کہ میں نے تمہاری کمان میں اہل اور تجربہ کار افراد مہیا کیے ہیں۔ اُن میں سے عبدالرحمٰن بن مسلم الاکلبی بھی شامل ہے جسے اُس کی مہارت اور بہادری کے لیے بارہا آزمایا جا چکا ہے۔ زمانۂ امن اور جنگ دونوں میں کوئی اُس کا ثانی نہیں۔ اس کے بعد سفیان بن ابرد ہے جو اپنی عقل و دانش، دیانت داری اور راست گوئی کے سب مشہور تھے۔ عثمان بن برک کلابی تخی پرور، نیک اور صحیح آدمی ہے۔ اُسے جس قسم کی ذمہ داری بھی سونپی جائے وہ کما حقہ نبھا سکتا ہے۔ وہ کمزوریوں سے پاک اور حجاج کے لیے باعثِ تقویت رہا ہے۔ جراح بن عبداللہ ایک تجربہ کار شخص ہے۔ وہ بہت سی جنگوں میں حصہ لے چکا ہے۔ اُس کا تجربہ اس بات کا متقاضی ہے کہ اُسے عالموں پر ترجیح دی جائے مجاشی بن نوباازدی کا نام بھی کسی تعارف کا محتاج نہیں۔

مذکورہ تینوں افراد میرے خاص دستے سے ہیں، بہادر اور جانفروش ہیں۔ میرے لوگوں میں ان سے بہتر اور قابلِ بھروسہ اور کوئی نہیں۔ مجھے قوی یقین ہے کہ یہ تمہارے ارادوں کے مخالف نہیں جائینگے اور کسی بھی حالت بھی دشمن کے ساتھ نہیں ملیں گے۔ ان افراد کے علاوہ میں نے حازم بن عامر کو بھی ان افراد میں شامل کیا ہے۔ وہ میرا پیارا وہ اپنی بہادری اور شیر دلی کے سب میرا پیارا اور پسندیدہ ہے۔ حازم تمہارا بہترین دوست ثابت ہوگا۔

اُسے اپنے نزدیک رکھنا وہ کسی سازش کو تمہارے نزدیک نہیں پھٹکنے دے گا۔

جب تم میرے خطوط پڑھو تو ایک تفصیلی جواب مجھے بھیجو جس میں اردگرد کے تمام حالات و واقعات بیان کرو۔ یہ سب کچھ کھانے اور پینے سے بھی پہلے اور جلدی کرنا دیبل کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نیرون کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب وہ سیسام پہنچا تو اُسے حجاج کا درج ذیل خط موصول ہوا۔ یہ خط قاسم کے پچھلے خط کے جواب میں آیا تھا جس میں فتح کی خوشخبری دی گئی تھی۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام پر جو بڑا مہربان اور رحم دل ہے۔

حجاج بن یوسف کی طرف سے محمد بن قاسم کے نام

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا دل گواہی دیتا ہے کہ ہماری خواہشیں اور امیدیں ضرور برآئیں گی اور تمہیں کامیابی ہوگی۔ اللہ کے فضل سے تمہارے دشمنوں کو شکست ہوگی۔ وہ اس دنیا میں بھی محروم ہونگے اور اگلی دنیا میں بھی رسوا ہونگے۔ تم ایسے کسی خیال کو اپنے پاس نہ پھٹکنے دینا کہ دشمن کے ہاتھی، گھوڑے اور مال اسباب صرف تمہاری ملکیت ہونگے۔ تم اپنے دوستوں کے ساتھ خوش رہو اور ایک دوسرے کے ساتھ مہربان رہو۔ انہیں یقین دلاؤ کہ سارا ملک اُنہی کا ہے۔ جب بھی تم کوئی بڑا قلعہ فتح کرو تو اپنے دستوں کو تفریح کرنے کا موقع دو۔ مالِ غنیمت کو فوج پر اس طرح صرف کرو کہ فوج کو ہیبت برقرار رہے۔

اپنے آدمیوں کو اتنی خوراک لازمی دی جائے جتنی اُن کی صحت کے لیے لازمی ہو اُن کو کھانے سے مت روکو اور اس معاملے میں اُن کی سرزنش نہ کی جائے۔ مال واسباب کی ترسیل کو بہترین سطح پر رکھنے کی کوشش کرو۔ اجناس کی قیمتیں مقرر کرو تا کہ تمہارے کیمپ میں گندم سستے نرخوں پر دستیاب ہو۔ دیبل میں چھوڑا ہوا اسٹاک راشن کی سپلائی میں اہم کردار ادا کرے گا بجائے کہ وہ قلعے میں دفن ہی چھوڑ دیا جائے۔

جب تم ملک فتح کر چکو اور اس کے قلعوں کو مضبوط کر چکو تو مقامی آبادی کو ٹھنڈا رکھنے اور انہیں خوش کرنے کی سعی کرو تا کہ کسان، زمیندار، ہنرمند، غیر ہنرمند اور تاجر آرام سے زندگی گذار سکیں۔ تمام ملک میں کاشت کاری کی جائے تا کہ وہ خوشحالی آئے۔

قاسم کی دُعا کی فوری قبولیت

یہ خط 20 رجب 93 عیسوی میں کاتب تحریر کیا گیا۔ جب نیرون کے بلیوں نے حجاج کے ساتھ امن کی شرائط طے کر لیں اور انہوں نے باجگذار رہنے کا عہد کیا تو ابن قاسم دیبل سے نیرون کی طرف روانہ ہو گیا جو وہاں سے 25 فرسنگ کی مسافت پر تھا۔ اُس نے یہ فاصلہ چھ دنوں میں طے کیا ساتویں روز وہ نیرون کے نواح میں تھا اور حکم دے رہا تھا کہ اُس کا کیمپ بلہر نامی جگہ پر لگایا جائے۔ بلہر سبز گھاس سے مزین قطعہ زمین تھا اور نسبت بلند جگہ پر تھا تا کہ دریائے سندھ میں اُٹھنے والا سیلاب اُس تک نہ پہنچ سکے البتہ پینے والے پانی کی کمی نے سپاہیوں کے لیے مسائل پیدا کیے اور انہوں نے پیاسا رہنے کی شکایت کی۔ محمد بن قاسم نے نماز ادا کی اور اللہ وحدہٗ لاشریک بارگاہ میں مدد کے لیے دستِ سوال اٹھایا۔

اے اللہ آپ جو بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھاتے ہیں اور ضرورت مندوں اور حاجت مندوں کی سنتے ہیں میری دعا بھی سن لیں۔ اللہ کے نام پر جو بڑا مہربان اور رحم دل ہے، مالکِ کائنات نے بارش نازل کی اور اس قدر شدید بارش برسی کہ شہر میں موجود پانی ذخیرہ کرنے کے ٹینکر پانی سے بھر گئے۔

مقامی رہنما سمانی نے عرب کیمپ میں خوراک اور جانوروں کے لیے چارہ بھجوایا۔ اُس نے اشیاء لے جانے والے افراد کے ہاتھ پیغام بھجوایا کہ وہ اور اُس کے لوگ خلیفہ کی رعایا ہیں۔ سمانی نے قلعے کے دروازے کھول دیئے اور لوگوں نے اپنے معمولاتِ زندگی اور کاروبار شروع کر دیئے۔ محمد بن قاسم اس اقدام پر مسرور ہوا اور حجاج کو ایک خط روانہ کیا جس میں سماہنی کے رویے کی تعریف کی گئی تھی اور اُس کی خدمات کا اعتراف کیا گیا تھا۔ محمد بن قاسم نے نیروں کے لوگوں کی وفاداری کے بارے میں بھی حجاج کو اطلاع دی۔ اس خط کے جواب میں حجاج نے ایک پُر مسرت تحریر بھیجی جس کے ذریعے محمد بن قاسم کو نصیحت کی گئی تھی کہ وہ مقامی لوگوں کی عربوں کے ساتھ امن کے ساتھ رہنے کی خواہش کی حوصلہ افزائی کرے۔ اُس نے محمد بن قاسم کو مقامی آبادی کے ساتھ شفقت اور ہر لحاظ سے رحم دل رہنے کی تلقین کی۔

حجاج نے لکھا: ”مجھے پورا یقین ہے اگر اللہ نے چاہا تو تم کامیاب ہو نگے وہ لوگ جو تم سے معافی اور رحم کے طلبگار ہوں ان کو عطا کرو۔

جو امیر اور با اثر تم سے آن ملے اُسے شامل کرو اور اُن کو عزت کے ساتھ جہاں بھی جاؤ گے اکرام بھی دو۔ اُن کے رُتبے اُن کے مرتبے اور درجے کے مطابق سلوک کرو۔ تمہارے رویے کے پیچھے تمہاری ذہانت اور دور بینی نظر آنی چاہیے۔ اس سے مقامی لوگوں پر تمہارا اعتماد بڑھے گا اور وہ تمہاری سوچ اور ارادے کا یقین کریں گے۔“

سیستان کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے حمید بن ودانجدی اور عبدالقیس کو اپنے نمائندے مقرر کیا۔ جب وہ سیستان میں مذکورہ انتظامی اقدامات کر رہا تھا تو اُسے درج ذیل خط موصول ہوا:

”عارضی طور پر دوسرے شہروں کی مہم کو چھوڑ دو اور نیرون واپس چلے جاؤ۔ مہران کو عبور کرنے کے انتظامات کرو اور راجہ داہر کے ساتھ مقابلہ کرو۔ اللہ سے اُس کی نصرت کی دعا کرو۔ ایک مرتبہ تم نے یہ مہم کامیابی سے سر کر لی تو ملحقہ علاقے اور تمام

قلعے خود بخود تمہارے کنٹرول میں چلے آئیں گے اور کوئی تمہیں مکمل فتح سے روک نہیں سکے گا"۔

اس خط کے موصول ہوتے پر محمد بن قاسم نیرون واپس روانہ ہو گیا اور حجاج کو اس روانگی کی بذریعہ خط اطلاع بھجوادی۔ مندرجہ ذیل خط میں محمد بن قاسم نے حجاج کو اُن حالات کو نشاندہی کی جن میں عرب فوج سندھ پہنچی۔ وہ ان الفاظ میں حجاج کو بتاتا ہے:

"شروع کرتا ہوں اللہ کے نام پر جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے۔

عظیم رہنما حجاج بن یوسف کی خدمت میں جو ذہین وفطین اور فاضل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں جو عجم (ایران اور ہند) کا رکھوالا ہے، اُس کے تابعدار غلام محمد بن قاسم کی طرف سے تسلیمات کے بعد عرض ہے کہ:

آپ کے مخلص دوست، افسران، ملازمین، غلام اور سپاہ سب بخیر وعافیت ہیں اللہ کے فضل سے ہر چیز مکمل کنٹرول میں ہے اور حالات اطمینان بخش طریقے سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ہم تمام خوش وخرم اور قناعت پسند ہیں۔ میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ ہم صحراؤں، بیابانوں اور غیر محفوظ علاقوں سے گزر کر ایک لمبا فاصلہ طے کر کے سندھ پہنچے ہیں اور اب ہم سیہون دریا کے کنارے پر پڑاؤ ڈالے ہیں۔ اس سیہون دریا کو مہران بھی کہتے ہیں۔ بودھیا سے لیکر اس مقام تک پھیلے اس ملک کے اس حصے پر ہم نے قبضہ کر لیا ہے۔ اس مقام کا رُخ راور شہر کی طرف ہے جو ابھی تک راجہ داہر کے قبضے میں ہے۔ وہ لوگ جو ہتھیار ڈالنے سے مانع تھے اور درشت لہجے کے حامل تھے گرفتار کر لیے گئے باقی لڑائی میں کام آئے اور کچھ بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ جب امیر حجاج بن یوسف کی طرف سے واپسی کے احکامات پہنچے ہم نیرون کے پہاڑی قلعے کی طرف واپس لوٹ آئے۔ یہ قلعہ بندی خلیفہ کے صدر مقام شہر کے نزدیک ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ اللہ کی مدد کے ساتھ خلیفہ مسلمین کے کرم کے ساتھ اور امیر معظم حجاج بن یوسف کی خوش بختی کے ساتھ ہم کفار کی مزید جنگی چوکیوں کو فتح کر لیں گے، اُن کے شہروں پر قبضہ کر لیں گے اور اُن کے خزائن کو حاصل کر لیں گے۔ اس وقت تک سیسم اور سیستان ہمارے قبضے میں ہیں۔ داہر کا چچازاد بھائی اپنے دستوں اور کابینہ کے ساتھ باہر پھینکا جا چکا ہے۔ ہمیں اُمید ہے کافروں کی تمام چوکیاں ہمارے قدموں تک ہونگی۔ ہم توحید کے منکروں کے مندروں کی بجائے مساجد تعمیر کریں گے جن کے گنبدوں سے اذانوں کی آواز گونجے گی۔ فرض نمازیں ادا کی جائیں گی اور مذہبی خطبے دیے جائیں گے۔ خدائے بزرگ و برتر کی تسبیح صبح، شام کی جائے گی۔ جیسا قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے۔

"اتم الصلوٰۃ لاوک الشمس الی غسق الیل و قرآن الفجر

نمازیں باقاعدگی سے قائم کرو۔ سورج غروب ہونے پر رات کا اندھیرا پھیلنے اور صبح کی نماز تک"

ہم بتوں اور بت پرستی کی تمام نشانیاں مٹا دیں گے اور اللہ کی مدد اور قرآن کی برکتوں سے اس علاقے کو بت پرستی سے پاک کر دیں گے۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔

ان ینصر کم اللہ فلا غالب لکم

اگر اللہ تمہاری مدد کرتا ہے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔

بت پرستوں اور اُن کی فوجی طاقت تباہ و برباد کر دی جائیگی۔ کمینے طفلے قسم کے لوگوں کو جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا جہاں وہ سدا رہیں گے۔ اس وقت تک ہم ایک ایسے قلعے کے پاس رُکے ہیں جس کی دیوار سکندر اعظم کی تعمیر کردہ عظیم دیوار سے بھی اونچی ہے۔ ہم مدد اور حفاظت کے لیے اللہ کی حفاظت پر یقین رکھتے ہیں۔

یہ خط آپ کو اس امید کے ساتھ بھیجا جا رہا ہے کہ آپ ہماری رہنمائی کے لیے خصوصی ہدایات سے سرفراز فرمائیں گے۔ ہم بے تابی سے آپ کے جواب کے منتظر ہونگے خدائی رہنمائی تلے جاری کردہ ہدایات پر سختی سے عمل کیا جائے گا۔

حجاج بن یوسف کو اطلاع کی جاتی ہے کہ راجا داہر کے میں سے ایک شخص بسانی رسل ہے، جس نے دیبل سے آنے والے لوگوں کے ذریعے وفاداری کا پیغام بھیجا ہے۔ وہ ہم پر اعتماد کرنے پر تیار ہے۔ بسامی رسل مہران کے مشرق میں واقع کمبا کی گلف میں ایک چھوٹے سے جزیرے میں ایک چھوٹے دریا کے کنارے پر اہم بستیوں کا مالک، خود مختار ہے اس کا راجا داہر کی شخصیت پر اور سندھ کے شہزادوں کی ایک کثیر تعداد پر گہرا اثر ہے۔ تمام اس کی رائے کا احترام کرتے ہیں اور اُس کے حکم کے مانتے ہیں۔ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے چاہا اور راجا داہر ہمارے سامنے ڈالنے میں کامیاب ہوگیا اور باقی وادیٔ مہران کو فتح کرنا اتنا بڑا مسئلہ نہ ہوگا۔ خدا وحدہٗ لاشریک کی عطا سے ہم آسانی سے فتح یاب ہو کر اپنا مقصدِ عظیم حاصل کر سکیں گے۔ اس خط کے جواب میں حجاج بن قاسم نے درج ذیل خط بھیجا۔

شروع کرتا ہو اللہ کے پاک نام سے جو بڑا مہربان اور رحم دل ہے۔

میں نے ایک خط اپنے پیارے بیٹے کریم الدین محمد قاسم کی طرف سے وصول کیا۔ اللہ اُس کی طاقت اور حاکمیت دونوں کو برقرار رکھے۔ خط میں میرے لیے تعظیم اور خراج تحسین کے جذبات تھے۔ میں تمہارے خط میں رقم کردہ حالات کی صحت کو قبول کرتا ہوں لیکن میرے بیٹے تم کیوں آزادانہ فیصلے نہیں کرتے اور پھر ان پر عمل درآمد بھی اعتماد سے کرو۔ میری نیک تمنا ہے کہ تم جنگ میں مشرق کے تمام شہزادوں کو شکست دے سکتے ہو اور سرپھرے کافروں کو تباہ و برباد کر سکنے کی اہلیت رکھتے ہو لیکن تم ایسا کرنے میں سست روی کا مظاہرہ کرتے ہو کیوں؟ میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم اُن کی محلاتی سازشوں اور شیطانی خیالات کے سبب مایوسی کا شکار ہو۔ داہر کی تمنا ہوگی کہ اسلامی فوج تباہی کا شکار ہو لیکن تمہیں حوصلہ مندی کا مظاہرہ کرنا ہے اور داہر کے آدمیوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے زرِ کثیر خرچ کرنا ہے۔ جو زمین، تحائف اور دولت چاہتے ہیں اُن کی خواہشات پوری کر کے اُنہیں اپنے ساتھ ملاؤ لیکن اُن کی مایوس مت کرو۔ اُن کی تحفظ کا یقین دلاؤ اور اُن کی تسلی اور دل جوئی کے لیے تحریری معائدے کرو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بادشاہ کے عزیز و اقارب کو قابو میں رکھنے کے چار طریقے ہیں:

اول　　اُن کو عزت دو، اپنا رویہ مصالحت پسند رکھو، شائستہ، باسلیقہ رہو اور معائدے کرو۔

دوئم　　اُن لوگوں پر سخاوت سے خرچ کرو۔

سوئم　　دشمنوں کی مخالفت کا مقابلہ کرنے کے لیے اور اُس کا مزاج جانے کے لیے طے شدہ چالیں چلو جو کامیابی پر فتح ہوں۔

چہارم　　دہشت بہادری اور عظمت سے مخالفین کے دلوں میں اپنا خوف بٹھادو۔

شہزادوں کی بھرطرح کی درخواستیں منظور کر کے اُن کے ساتھ پکے وعدے کرو اور پھر ان پر عمل کرو جب وہ تمہاری حاکمیت تسلیم کریں مالِ غنیمت اور جزیہ دینا قبول کرلیں تو وہ جو کچھ بھی خزانے میں لے آئیں قبول کرلو خواہ وہ یہ کرنسی کی شکل میں ہو یا قیمتی دھاتوں کی شکل میں جب تم دشمن کی طرف اپنا ایلچی بھیجنے کا فیصلہ کرو تو اُس کی بصیرت، مذہبی خیالات، اطوار پسندی اور دیانت داری کے بارے میں پختہ یقین کرلو مبادا وہ اپنی تقریر یا کسی عمل کے ذریعے اسلام کو نقصان نہ پہنچائے۔

دشمن کے پس پردہ عزائم کے بارے میں ہوشیار رہو۔ اہم فیصلے احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ لو۔ جب تمہارے پاس داہر کا ایلچی آئے تو لاپرواہی یا لاتعلقی کا اظہار مت کرو۔ اُس کے ساتھ معاملات کے اظہار میں احتیاط برتو۔ جب وہ تمہارے پاس داہر کا پیغام لیکر پہنچے تو اُس کا پیغام اپنے اہل دربار، امراء اور بزرگوں کی موجودگی میں سنو۔ اس کو بے عزتی کے ساتھ رخصت مت کرو۔ اُس کے سوالوں کے جوابات واضح اور کسی ابہام کے بغیر دو تا کہ کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے۔

اپنے اہل دربار کے معاملے میں شائستہ رہو، اُن کو انعام و اکرام دیکر اُن کی عزت افزائی کرو۔ انہیں یقین دلاؤ کہ اُن کی حیثیت اسلامی فوج کے ہراول کی ہے اور اسلامی فوج اُن پر اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کرتی ہے۔ مسلمانوں کے ایلچی کو پیغام کسی خوف وخطر کے بغیر پہنچانا چاہیے اس میں آمادہ کرنے اور منوانے کی صلاحیت اور قابلیت ہونی چاہیے تا کہ کفار خدا کی وحدانیت اور دین اسلام پر ایمان لے آئیں۔ جو اس چارٹر کو قبول کرتا ہے اُسے اُس کا مال وزر اور اثاثے لوٹا دیے جائیں جو ایسا نہ کرے اُس کے ساتھ سخت رویہ رکھو تا کہ اُس کی ہمت جواب دے جائے اور وہ تحریک کا حصہ بن جائے۔ اگر کوئی شخص وعدہ خلافی کرتا ہے اور معاہدہ سے روگردانی کرے تو اُسے وارننگ مل جائے کہ چونکہ اُس نے اطاعت کی بجائے لڑائی کا راستہ اختیار کیا ہے اُسے جنگ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

دشمن فوج کو اُس کی مرضی کے ساتھ دریا عبور کرنے کی اجازت نہ دو بصورتِ دیگر انہیں بتا دیا جائے کہ تمہیں بھی آزادی سے دریا عبور کرنے کا حق ہے چونکہ تم دور سے آئے ہو میدانِ جنگ میں ان کا مقابلہ کرو۔

متحارب فریقین کے درمیان کسی قسم کی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ میدان جنگ کا انتخاب کرتے وقت ایک بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ میدان کھلا اور چوڑا ہونا چاہیے تا کہ پیدل فوج دشمن فوج کا مقابلہ کر سکے اور گھڑ سوار دستے مخالفین کے گھڑ سوار دستوں کا مقابلہ کر سکیں۔

حالتِ جنگ میں اللہ پر بھروسہ رکھو اللہ پر ایمان کے عقیدے پر مضبوطی سے جمے رہو۔ غیر متزلزل ایمان تمہیں تمام خوف سے نجات حاصل کر دے گا۔ صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو اور آسمانوں کے شہنشاہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔ اگر تم سے دریافت کیا جائے کہ کون پہلے مہران عبور کرے گا تو تمہارا جواب یہ ہونا چاہیے کہ میں کرونگا۔ تمہارے جواب سے دشمن دہشت کھا جائے گا۔ انہیں یقین ہو جائے گا کہ اگر اسلامی فوج اس قدر طاقتور نہ ہوتی تو اُن کا سپہ سالار کبھی اس قدر اعتماد اور جارحانہ انداز اختیار نہ کرتا۔

تمہارے ماتحتوں خصوصاً عرب دستوں کو اس بات کی اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ واپسی یعنی پسپائی کی اُمید رکھیں۔ انہیں اپنا چہرہ لڑائی کے میدان سے ہٹانا نہیں چاہیے انہیں اپنی مکمل طاقت سے لڑنا ہوگا اور اللہ پر بھروسہ رکھنا ہوگا۔ اُنہیں لڑائی سے پہلے اور بعد میں ثابت قدم رہنا

چاہیے۔ اُنہیں مکمل طور پر تمہارا وفادار ہونا چاہیے۔ صرف اسی صورت میں وہ خدا کی خوشنودی حاصل کر سکیں گے۔

دریا پر ایک جگہ کا انتخاب کرو جہاں پر ایک مضبوط اور پائیدار پل تعمیر کیا جا سکتا ہے۔ یہ پل تمہیں دریا عبور کرنے کا موقع دے گا۔ مشاورت اور مناسب ریہرسل کے بعد اُس جگہ سے دریا عبور کرو۔ ہوشیار اور چاک و چوبند رہو۔ جب تم دریا عبور کر چکو تو فوج کو دائیں، بائیں، مرکز ہراول اور پشت میں تقسیم کر کے منظم کرو۔ پیدل فوج کو ہزدل میں رکھو اور گھڑ سوار تیز اندازوں کو مرکز میں نہ رکھو۔ واللہ عالم بالصواب!

جب قاسم نے حجاج کا خط وصول کیا تو اُس نے دریا عبور کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور اس کے لیے کام شروع کر دیا گیا۔ داہر نے اپنے شامی ایلچی کے ذریعے محمد بن قاسم کے لیے یہ الفاظ لکھ کر بھیجے کہ عرب فوج دریا عبور کر سکتی ہے لیکن محمد بن قاسم نے دریا عبور نہیں کیا اور حجاج بن یوسف کی طرف سے اگلی ہدایات کا انتظار کرنے لگا۔ جلد ہی حجاج کی طرف سے خط موصول ہو گیا۔

☆ ☆ ☆

معزز اور قابلِ احترام حجاج بن یوسف کی طرف سے قابلِ تعریف امیر عماد الدین محمد قاسم کے نام:

دریائے سندھ کو عبور کرنا اور راجا داہر بن چچ کے ساتھ مستقبل کی جنگ جیسے حالات و واقعات پر مبنی خط میرے ہاتھوں میں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ کی مدد کے ساتھ تم فتح یاب ہو گے اور تمہارے دشمن داہر کا غرور خاک میں مل جائے گا۔ جب تم دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالو کوئی شیطانی آنکھ تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی کیونکہ اپنی پانچ فرض نمازوں میں اور مجلس یا اکیلے میں کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا جب وہ اللہ سے تمہاری بہتری اور کافروں پر تمہاری فتح کے لیے دُعا نہ کر رہا ہو۔ اللہ تمہارے دشمن کو تباہ و برباد کرے۔ میں بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں دستِ سوال بڑھاتا ہوں اور کہتا ہوں اے اللہ تم شہنشاہ ہو اور کائنات میں تیرا کوئی ثانی نہیں۔ اسلامی فوج کو طاقت اور عظمت بخشو۔ مجھے قوی یقین ہے تم اپنے مقصد کو جا لو گے۔

دریا کو عبور کرو اور اللہ کی نصرت میں پناہ لے لو۔ وہ مسائل پر قابو پا لے گا"

جب تم خود کو دشمن کے خلاف منظم کرو تو اللہ کی مدد پر مکمل یقین رکھو۔ بہادری اور حوصلہ مندی کو شعار بناؤ۔ فتح تمہارے قدم چومے گی۔ فرشتوں کی مدد اور مسلمانوں کی تلواریں کافروں پر قابو پالیں گی۔ تائید الٰہی اُن بدکردار لوگوں کو فرشتوں اور مسلمانوں کے تیزوں اور تلواروں کی خوراک بنا دے گی۔ خدا کے غضب کے دروازے اُن کی طرف کھلیں گے۔

جب تم دریا عبور کرنے کا ارادہ کرو تو دریا کے دونوں کناروں پر واقع اہم پوائنٹس پر غور کرنا اور متبادل ذرائع پر نگاہ ضرور کرنا۔ مقامی ملاحوں کا دل شفقت سے جیتنا انہیں اپنا تابع بنانا اور اُن کی خدمات کو تسلیم کرنا تا کہ اُن کی حوصلہ افزائی ہو جب تمام انتظامات مکمل ہو جائیں تو دریا عبور کرنا۔ محتاط رہنا کہیں دشمن تمہیں نقصان نہ پہنچا جائے جب تم اُن کے شہروں میں داخل ہو، قصبوں اور قلعوں میں کوئی تمہاری مخالفت کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو اپنی قیمتی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

اگر دشمن قلعے میں پناہ لیتا ہے اور خود کو وہاں محفوظ سمجھ لیتا ہے تو خدا وہاں بھی تمہاری مدد کریگا اور فتح دیگا۔ تم قلعہ فتح کر لو گے۔ تمہاری

تلواروں کی کھنک اُن کے دلوں پر رُعب ڈال دیگی اور اُن کا اسلحہ اُن کے کسی کام نہیں آئے گا اور فتح تمہارا مقصد ہوگی۔

جب دشمن راہِ فرار اختیار کرے تو اُن کے مال اسباب کو قبضہ میں لے لیا جائے۔ دشمن کی طرف سے لومڑی کی چالوں کے بارے میں محتاط رہیں۔ غرور مت کرنا۔ اگر اُن میں سے کوئی اسلام قبول کرنا چاہے تو اُس پر رحم کرنا اور اُسے اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کرنا۔ یاد رکھنا اُس شخص کو زندہ نہ چھوڑنا جس نے اُس ملک میں اسلام کی مخالفت کی۔ خدا ایسوں کے خون کے لیے تمہیں ذمہ دار نہ ٹھہرائے گا۔

درج ذیل آیات کی تلاوت کو اپنا معمول بنالو۔ خدا مدد بھیجے گا انشاء اللہ! ''اے خدا ہم تیری مدد کے طلب گار ہیں کیونکہ تم ابدی اور غیر فانی ہو۔ تمہیں نہ نیند آتی ہے نہ اُونگھ۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے وہ تمہارا ہے۔ کون ہے جو تمہارے کسی کام میں دخل دینے کی جرات کرے۔ تم جانتے ہو کہ مخلوق کے پیچھے، آگے اور بعد کیا ہونے والا ہے۔ تمہاری کرسی زمین و آسمان کی وسعتوں تک پھیلی ہوئی ہے۔ زمین اور آسمان کے معاملات کی ذمہ داری اُسے تھکاتی نہیں۔ آپ کی ذات بلند و بالا ہے۔ تم ہی سب کے محافظ ہو۔ رحم دلی تمہارا طرہ امتیاز ہے۔ تم خالق ہو اور مخلوق کے پالنے والے ہو۔ تم رحم دل اور طاقتور ہو۔ تمہارا نازل کردہ ہر لفظ یکتا اور مکمل ہے۔ ہم تمہارے رحم کے طلب گار ہیں اور تمہارے شکر گزار ہیں۔ سچائی کی تلاش میں ہماری رہنمائی کریں اور ہماری کوششوں کو اپنی تائید عنایت فرمائیں۔''

☆ ☆ ☆

جب محمد بن قاسم راجا داہر کے ساتھ جنگ کرنے کی تیاری کر رہا تھا تو اُس نے حجاج سے درج ذیل خط وصول کیا:

''تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارے دشمن بزدل لوگ ہیں۔ تم خوف کو قریب نہ پھٹکنے دینا۔ فتح تمہارا مقدر ہے۔ میں تمہیں اس بات کا اختیار دیتا ہوں کہ امن مذاکرات کرو بشرطیکہ معاہدہ مسلمانوں کے لیے سودمند ہو اور جزیہ کی ادائیگی یقینی ہو۔ دریا عبور کرنے کے خلاف جنگ شروع کرنے کے بارے میں تمہیں پہلے ہی ہدایات دے چکا ہوں۔ دریا کو اُس مقام سے عبور کرنا جہاں مشکل کم سے کم ہو اور تمہارے لوگ محفوظ رہیں۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ کاغذ پر نقشہ کھینچ لو اور دریا کے بہاؤ کے زمین میل اُوپر اور نیچے مقامات کی نشاندہی کرو۔ ان مقامات کو دریا کے کنارے پر موجود بھی نظر آنا چاہیے۔ ان میں سے ایک مقام کا انتخاب کرو اور وہاں سے دریا عبور کرو یہ سب محفوظ اور کم سے کم نقصان والا طریقہ ہے۔''

اس خط کے ملنے پر قاسم نے موکا بسایا کو بلایا اور دریا عبور کرنے کے انتظامات کرنے کے بارے میں ہدایات دیں۔ داہر کے بیٹے جے سیا کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل، محمد بن قاسم نے پچاس دنوں تک جیم اور کوہل کے مقام پر دریا کے مخالف کنارے پر قیام کیا۔ اس عرصے میں خوراک اور رسد کم پڑ جانے پر کئی گھوڑے موت کے منہ میں چلے گئے۔ اس کی وجہ جانوروں میں پھیل جانے والی بیماری تھی۔ جونہی حجاج کے علم میں یہ بات آئی کہ اسلامی لشکر خوراک اور رسد کی کمی کا شکار ہے اور گھوڑے بیماری کا شکار ہیں اُس نے دو ہزار گھوڑے مندرجہ ذیل خط کے ہمراہ قاسم کی طرف روانہ کیے:

''یہ خط حجاج بن یوسف کی طرف سے محمد بن قاسم کے نام تحریر ہے۔ مجھے تمہارے خط سے معلوم ہوا اور میرے درباریوں نے بھی مجھے زبانی بتایا ہے کہ کچھ گھوڑے مر گئے ہیں باقی بہتر حالت میں ہیں۔ میں تمہیں دو ہزار مزید گھوڑے بھجوا رہا ہوں تا کہ وہ فوج کے بہادروں اور

تمہارے لیے ڈھال کا کام کر سکیں۔ یہ گھوڑے مخصوص بہادروں کے حوالے کرنا جو ان پر سواری کے لیے موزوں ہوں اور ان کی دیکھ بھال بھی کر سکیں۔ اپنے دستوں کو منظم رکھو تا کہ تم دشمن کو تباہ، برباد کر سکو۔

کافروں کو نیچا دکھانے کی ہر نصیحت کو اچھی طرح ذہن نشین رکھنا۔ کوئی شخص بھی اپنی خواہش کو اپنے پلان کے مطابق پورا نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے، ''کیا ہر شخص اپنی خواہش کے مطابق حاصل کرتا ہے۔'' حیات بعد از موت اور موجودہ دنیا اللہ کی ہے۔ میں بھی اپنے طور پر فیصلہ نہیں کرتا بلکہ اللہ مجھے ایسے کرنے کا حکم دیتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کافروں کے دن گنے جا چکے ہیں اور قسمت نے اُن سے منہ موڑ لیا ہے۔ طریقت، شریعت اور حقیقت کامیابی سے ہمکنار ہو چکی ہیں۔ دین کا جھنڈا سر بلند ہو چکا ہے کافروں کو پسند نہیں کریں گے لیکن تم کثیر تعداد میں کشتیاں اکٹھی کر کے کشتیوں کا پل بنانا تا کہ تم دریا عبور کر سکو۔

جب حجاج بن یوسف کو اطلاع پہنچی کہ عرب فوج نے میرے خط کے مندرجات جان لیے ہیں تو اُس نے لکھا کہ جو اقدامات تم نے اٹھائے ہیں وہ درست ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے ہر چیز رضائے الٰہی کے مطابق چل رہی ہے۔ میری خواہش ہے کہ اللہ کی مہربانی اور فضل سے تم اپنی مشکلات پر قابو پالو۔ نماز پنجگانہ باقاعدگی سے ادا کرو اس کے لیے تمہیں کئی اہم کام ترک بھی کرنے پڑیں تو کر دو۔ تکبیر، قرات، قیام، رکوع، سجدہ اور قعود کے وقت عاجزی کے ساتھ اللہ سے مدد کی درخواست کرتے رہو۔ اپنی زبان سے وردِ الٰہی جاری رکھو تا کہ تمہارے معاملات درست چلتے جائیں۔ اللہ کی ذاتِ واحد پر اعتقاد پکا کرو تا کہ تمہاری خواہشات پوری ہو سکیں اور کامیابی تمہارا مقدر بن سکے، اگر اللہ نے چاہا۔''

راجا داہر کی شکست کے بعد، اُس کا سر بمعہ مالِ غنیمت حجاج کو بھیج دیے گئے۔ محمد بن قاسم نے اپنی فتح کی خبر ''فتح نامہ'' کے ذریعے حجاج کو روانہ کر دی۔ حجاج اس فتح سے خوش ہوا اور کوفہ کی جامع مسجد میں خطبہ دیا۔ قاسم کے خط کے جواب میں حجاج نے اُسے درج ذیل الفاظ میں لکھا:

''تم نے سکسیف کے غلام مصعب کی بہت زیادہ تعریف کی۔ تمہیں اُس جیسے منافق کی اس قدر تعریف کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تمہاری فوج میں بہت سے تجربہ کار اور جہاندیدہ اشخاص ہیں مثال کے طور پر بنو سلیم اور بنو تمیم کے افراد خانہ، تمہاری ماں حبیب تل عظمی تمہارا بھائی صلب بن قاسم، تمہارا چچا اور باپ۔ یہ سب افراد مصعب سے کم اہم نہیں تھے۔ میں تمہارے رویے میں درشتگی کا کوئی تاثر یا نقص نہیں دیکھتا۔ یہ تمہارے لیے ضروری نہ تھا کہ ایک منافق شخص کی اس قدر تعریف کرو کہ داہر کی فتح میں اُس کا ذکر کرو۔ مریم بن عمرو، دارس بن ایوب، بناع بن حنزالہ، ہزیل بن سلیم، مصعب بن عبدالرحمٰن، جہم بن جبر الجعفی، ذکوان بن الوان الکبری، کعب بن مکارک جیسے اہم ترین افراد کی عراق اور شام سے موجودگی میں مصعب جیسے منافق اور بدمعاش شخص کی کیا اہمیت ہے؟ تمہیں ایسے افراد کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے اور خود کو مفاد پرست عناصر سے دور رکھو۔

اللہ کی رحمتیں تم پر سایہ فگن ہوں!

جب رو ہر فتح ہوا، عوامی معاملات کو حل کرنے کے بعد حجاج کو فتح کی خوشخبری پہنچائی گئی تو حجاج نے اپنے خط کے ذریعے درج ذیل خیالات کا اظہار کیا۔

''میرے پیارے بھتیجے، مجھے ایسا لگتا ہے جو قوانین تم نے اپنے آدمیوں کے لیے منتخب کیے ہیں وہ شریعت کے عین مطابق ہیں لیکن ہر شخص خواہ دوست ہو یا دشمن کو معاف کرنے کا تمہارا طریقہ اسلامی قانون کے مطابق نہیں ہے۔

اللہ فرماتا ہے ''اے ایمان والو جب تم کفار کے مقابلے میں آؤ تو اُن کے سر اُتار دو'' چنانچہ اللہ کا حکم سب سے برتر ہے۔ معاف کرنے میں عجلت مت دکھاؤ۔ ایسی پالیسی غلط نتائج کا پیش خیمہ بھی ہو سکتی ہے۔ کسی دشمن کو یوں معاف کرنا یوں ہوگا کہ وہ تمہیں کمزور انسان قرار دیں گے۔

والسلام تحریر کردہ ثانی 93 ہجری

☆ ☆ ☆

برہمن آباد کی فتح کے بعد، محمد بن قاسم نے ہتھیار ڈالنے والے افراد کے لیے جزیہ کا تعین کیا اور شہر کا انتظام مقامی انتظامیہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ اُس نے عوام کو امان دیدی۔ برہمنوں نے محمد بن قاسم کو درخواست دی کہ اُنہیں اُن کے بتوں کی پوجا اور اپنے مندروں کی دیکھ بھال کرنے کی اجازت دی جائے۔ عرب کمانڈر نے درخواست حجاج بن یوسف کی طرف فیصلے کے لیے ارسال کروں۔ حجاج کا جواب کچھ یوں تھا:

''مجھے میرے پیارے بھتیجے محمد بن قاسم کا خط موصول ہوا۔ میں نے خط کے مندرجات دیکھے ہیں برہمنوں (مقدم) کی مندروں کے بارے میں درخواست پر میرا یہ کہنا ہے کہ جب وہ ہمارے سامنے ہتھیار ڈال چکے ہیں اور خلیفہ کو جزیہ دینے پر متفق ہیں۔ اب جبکہ وہ ذمی بن چکے ہیں۔ ہم اُن کی زندگیوں اور جائیداد کے معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ انہیں ان کے بتوں کو پوجنے کی بھرپور آزادی ہے۔ کسی شخص کو اُس کے مذہب یا عقیدے کی پیروی سے روکا نہیں جائے گا تاکہ وہ اپنے گھروں میں اپنی پسند کے طرزِ زندگی کے مطابق زندگی گزار سکیں۔''

جب محمد بن قاسم نے برہمن آباد اور لوہانہ کے معاملات طے کر لیے اور جاٹوں پر جزیہ مقرر کر دیا تو ایک مفصل رپورٹ حجاج بن یوسف کو بھیج دی۔ اُس نے لکھا کہ وہ یہ خط اپنے کیمپ سے لکھ رہا ہے۔ جو برہمن آباد کے نزدیک جلوائی ندی کے کنارے پر لگایا گیا ہے۔

اِس خط کے جواب میں حجاج بن یوسف کا جوابی خط اِن الفاظ کے ساتھ رقم ہے:

''اے میرے بھتیجے جس انداز سے تم نے ایک فوجی جرنیل کا کام کیا ہے۔ مفتوح کے ساتھ رحم دلی اور شفقت کی ہے، لوگوں کی فلاح و بہبود پر توجہ مرکوز رکھی ہے اور اپنے روزمرہ معاملات کو درست کیا ہے وہ قابلِ ستائش ہے۔ ہر گاؤں اپنے حصے کی مقررہ کردہ رقم دیگا اور معاشرے کی ہر کلاس کو شریعت کے مطابق تحفظ فراہم کیا ہے اُس نے عرب ایڈمنسٹریشن اور حکومتی نظام کو مضبوط کیا ہے۔ تمہیں زیادہ عرصہ اس جگہ پر نہیں رہنا چاہیے۔ اروڑ اور ملتان دو وفادار دار الخلافہ ہیں۔ دراصل وہ ہند اور سندھ کی بادشاہت کی حد بندیاں ہیں۔ شاہی خزانہ بمعہ دیگر مدفون خزائن کے اِن جگہوں میں مدفن ہے۔ اگر تمہیں کچھ مدت اور یہاں رہنا ہے تو خوش کن اور عمدہ جگہ کا انتخاب کرو جہاں پر رہ کر تم سارے سندھ اور ہند کو فتح کر سکو۔ جو کوئی اسلام کی تحقیر کرے اُس کی گردن اُڑا دو۔ خدائے بزرگ و برتر تمہارا مددگار ہوگا! یہ تمہارا فرض ہے کہ ہند سے چین کی سرحدوں تک کا علاقہ فتح کرو۔ میں امیر قتیبہ بن مسلم ال بہلی کو ایک تازہ دم فوج کے ساتھ تمہاری مدد کے لیے بھیج رہا ہوں۔ غلاموں کی جماعت اُس کی کمانڈ میں دیدینا۔ عزیزی تم اِن سارے معاملات کو اس طرح سرانجام دو کہ تمہارے باپ قاسم کا نام تمہارے ذریعے روشن ہو اور اگر اللہ نے چاہا تو دشمن تھک کر مایوس ہو جائے گے۔''

بعدازاں محمد بن قاسم نے اروڑ اور ملتان فتح کر لیے۔ اس نے ابو حکیم کو دس ہزار سپاہ کے ساتھ قنوج فتح کرنے کے لیے بھیجا۔ اسی اثناء میں اس نے خلیفہ کی طرف فوراً دمشق واپس پہنچنے کے لیے احکام وصول کیے۔ اُس وقت وہ اُدھے پورے کے مقام پر تھا۔ اس طرح اُس عرب جرنیل کا زندہ وتابندہ کیریئر اختتام پذیر ہوا۔ یہ وہ جرنیل تھا جو دنیا کے اس علاقے میں اسلام پھیلانے کا ذمہ دار تھا جس کا نام آج کل "پاکستان" ہے۔

مندرجہ بالا کمیونیکیشن جو حجاج بن یوسف اور محمد بن قاسم کے درمیان ہوئی اس بات کی عیاں ہے کہ مسلمان آٹھویں عیسوی میں بھی کس قدر ترقی یافتہ اور جدید خیالات سے لیس تھے۔ اُس دور کی سست روی کو دیکھیں تو حجاج کی حکمت عملی، ویسے ہی ہم عصر زمانے سے آگے نظر آتی ہے جس طرح آج کے دور میں امریکہ نے پوری دنیا کو اپنی فوجی نفسیاتی، تکنیکی، اور تحقیقی برتری سے مغلوب کر رکھا ہے، آج دنیا کی بڑی سے بڑی قوم امریکہ کے آگے پانی بھر رہی ہے۔

مسلمانوں نے اپنے لیے پسماندگی، علمی تاریکی اور تحقیقی جہالت کا انتخاب کیا جس پر اُن کا سفر جاری وساری ہے۔ جذبۂ ایمانی کھو دینے کے بعد اَب اُن کے پاس وہ ہتھیار ہی نہیں ہے جس کی بدولت محمد بن قاسم نے راجا داہر جیسے خودسر اور سرکش ہندو بادشاہ کو شکست فاش دی تھی۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا جب دنیا کے کسی کونے سے مسلم عورت کی آہ بکانہ سنائی دیتی ہو لیکن ہر مسلمان اسے دوسرے کا مسئلہ قرار دیتا ہے اور یوں غیرت دم توڑتی چلی جاتی ہے۔

محمد بن قاسم کے بعد

ہندوستان میں محمد بن قاسم کا قیام قریباً چار سال رہا۔ اس عرصہ میں اس کے انتظامی اقدامات اور مذہبی پالیسی قابلِ ذکر اور توجہ کے مستحق ہیں۔ بقول چچ نامہ محمد بن قاسم نے دیبل کی فتح کے دوران اور بعد میں قیدیوں کے ساتھ سختی برتی۔ ان میں سے اکثر و بیشتر واقعات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے جن کی کوئی تاریخی سند نہیں۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں بھی ذکر آیا ہے کہ اس زمانے کی جنگ میں جان لینے اور جان دینے کا انحصار مزاحمت کی شدت پر ہوتا تھا۔ جیسی مزاحمت و مخالفت ویسی سختی۔ مزید برآں دیبل میں مسلم مرد و زن قید میں تھے اور اُن کی خاطر یہ مہم جوئی کی گئی تھی اُن پر روا رکھی جانے والی سختی اور مظالم نے مسلمانوں کے جذبات بھڑکا دیئے تھے۔ جے سنگھ نے جس انداز میں سابقہ مہمات میں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا تھا وہ ڈھکا چھپا نہ تھا۔ محمد بن قاسم جوان خون تھا۔ شدتِ مخالفت میں صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جانا یا ڈھیلا پڑ جانا قدرتی عمل تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے بھی سخت رویہ دیبل کی فتح کے موقع پر نظر آیا وگرنہ باقی مقامات پر ابن قاسم کی طرف سے صلۂ رحمی کا شاندار مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ جن لوگوں نے مزاحمت ترک کر کے ہتھیار ڈال دیئے اُن کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا گیا۔ ہندوؤں کو امان دیکر کسی طرح بھی پریشان نہ کیا گیا اور اُن کو بعض اوقات ایسی مراعات دی گئیں جن کی صرف اہل کتاب کے لیے اجازت تھی۔

ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں کہ چچ کے برعکس محمد بن قاسم ایک ایسا حکمران تھا جس میں رواداری اور انصاف کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ اُس نے مفتوحوں پر رحم کیا۔ اُن کے مذہبی نظام میں کوئی دخل اندازی نہیں کی، مندروں کی حفاظت کی، مندروں کے پجاریوں کو پوجا پھاٹ کی ویسے ہی آزادی دی گئی جیسی قبل از آمد محمد بن قاسم تھی۔ مال گذاری اور ٹیکسوں کے نظام کو ویسے ہی رہنے دیا گیا۔ ڈاکٹر تارا چند نے جزیہ کی وصولی پر فاتح کو موردِ الزام ٹھہرایا ہے اور اظہارِ ناراضگی کیا ہے۔ مورخین اور مفکرین نے اس کا بڑا مدلل جواب دیا ہے کہ بعض ہندو جزیہ لاگو ہونے پر نالاں تھے جبکہ اُن سے زیادہ ٹیکس مسلمانوں پر لاگو ہوتا تھا جیسے آمدنی کا سالانہ 2½ فیصد تا 12 فیصدی حصہ شاہی خزانے میں جمع کروانا پڑتا تھا۔ نیز مسلمانوں پر جنگ میں شرکت لازمی تھی جبکہ ہندوؤں اور دیگر غیر مسلموں پر ایسی کوئی پابندی نہ تھی بلکہ وہ بلا خوف و خطر تھے کیونکہ مسلمانوں پر اُن کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری تھی۔ مقامی عدالتی نظام (Local Judiciary) ہندوؤں کے لیے ان کے پنچایتی نظام کی شکل میں بدستور موجود رکھا گیا جبکہ مسلمانوں کے مقدمات قاضی کی عدالت میں پیش ہوتے تھے۔ محمد بن قاسم نے Devolution of Power کے نظام کے تحت جو ہندو جس عہدے پر تھا اس کو نہیں ہٹایا حتیٰ کہ راجہ داہر کے وزیر اعظم کو بھی برقرار رکھا گیا۔ ان اقدامات سے تاریخ کے قاری کے لیے یہ اندازہ قائم کرنا چنداں مشکل نہیں کہ محمد بن قاسم میں خود اعتمادی اور انتظامی صلاحیت باکمال درجے پر تھی اور مسلمانوں کی قیادت ایک ذمہ دار ذہین اور قابل ہاتھوں میں تھی۔ وہ عمر کے سترہویں سال میں تجربہ کار لوگوں جیسے فیصلے کرتا تھا ایسی صلاحیت خداداد God gifted ہی قرار دی جا سکتی ہے۔ کئی شہروں نے

بخوشی محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کی تا کہ اہل شہر محمد بن قاسم کی رواداری سے فائدہ اٹھا کر خون خرابے سے محفوظ رہ سکیں۔ جب محمد بن قاسم کو انتہائی ناروا سلوک کے نتیجے میں عراق روانہ کیا گیا تو کیرج علاقہ کچھ کے مقامی ہندوؤں نے محمد بن قاسم کو عظیم انسان قرار دیتے ہوئے اس کی یاد میں آنسو بہائے اور اس کا مجسمہ بنایا (فتوح البلدان) بعد میں درپیش آنے والے واقعات نے ثابت کیا کہ سندھ کی فتح میں محمد بن قاسم کی شخصیت بہت بڑا کردار تھا وگرنہ ایسی دور افتادہ سرزمین کو زیر نگین رکھنا قریباً ناممکن تھا۔ محمد بن قاسم کے عہد میں مفتوحہ علاقوں میں شورش نام کو نہ تھی۔ کسی مقامی کو زبردستی مسلمان نہ کیا گیا اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے وگرنہ آج تمام ہندوستان مسلمان ہوتا۔ البتہ یہ رعایت موجود تھی کہ جزیہ ٹیکس سے بچنے کا ایک طریقہ مسلمان ہونے کی شکل میں موجود تھا لیکن تبدیلی مذہب کے لیے جبر وتشدد کا کہیں سہارا لیا گیا ثابت نہیں ہوا۔ خلیفۃ المومنین عمر بن عبد العزیزؒ کے عہد میں سندھ کے گورنر کی طرف سے سرکاری اعلان کیا گیا جو مسلمان ہوگا جزیہ تو معاف ہوگا ہی اسے عربوں کے مساوی حقوق ملیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ راجہ داہر کا بیٹا جے سنگھ اسی اعلان سے فائدہ اٹھا کر مسلمان ہو گیا تھا۔ فتوح البلدان میں مولانا عبدالحلیم شرر لکھتے ہیں کہ جے سنگھ صرف دکھاوے کے لیے مسلمان ہوا تھا جبکہ دل سے وہ ہندو ہی تھا۔

(تاریخ سندھ از شرر)

تاریخ سندھ از مولوی ابوظفر ندوی میں مولوی ابوظفر ندوی کا خیال ہے کہ جے سنگھ دل سے مسلمان ہوا تھا۔ ۷۲۰ء میں جے سنگھ کی طرف سے سندھ کے گورنر کی مخالفت ایک سیاسی حرکت تھی۔ ملتان میں ایک قدیم مندر تھا اپنی قدیم مورتی کے حوالے سے مشہور تھا۔ ملتان فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اس مندر کو جوں کا توں رہنے دیا اور مذہبی رواداری Religious Tolerance کا مظاہرہ کیا۔ البتہ اس نے اس مندر کے قریب ہی ایک جامع مسجد تعمیر کروائی۔

عرب قوم کی سرحد ملک چین سے لیکر اسپین کے ساحل تک پھیلی ہوئی تھی۔ ترقی وتمدن کے اعتبار سے عرب دنیا میں سر فہرست تھے۔ عرب تاجروں نے ہندوستان کی علمی ترقی سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور کئی ہندوستانی کتب کو عربی میں منتقل کر کے اُن کا تجزیاتی مطالعہ کر کے علم کو وسعت دی۔ محمد بن قاسم کی فتوحات نے علمی اور تمدنی روابط کی داغ بیل ڈالی۔ آنے والے وقتوں میں ہیئت اور ریاضی کے مضامین کے متعلق ہندی کتب کے ترجمے عربی زبان میں کیے گئے۔ ان کتب میں سدھانت، مجسطی، چانکیہ پنڈت کی جانوروں کے بارے میں لکھی گئی کتاب سنسکرت کی چرک اور سسشرت وغیرہ شامل تھیں۔ مہابھارت اور چلنکیہ (شناق کے نام سے) کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا۔ عربوں نے ہندوستانیوں سے علمی استفادہ کیا اور یورپ نے عربوں سے۔

فتوح البلدان کے مطابق فتح سندھ کے بعد سندھ کے مختلف علاقے حلقۂ بگوش اسلام ہوئے۔ اُس وقت بغداد میں مسلمانوں کے خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے۔ لیکن کچھ ہی مدت بعد مسلمانوں میں اسمٰعیلی اور عباسی کشمکش کی بدولت وہ روحانی بدنظمی پھیلی جس کے اثرات کو آبادیات تک آنا لازمی تھے۔ فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ کئی قبائل اسی بدنظمی کے نتیجے میں مرتد ہو گئے اس کے بعد اس علاقے میں سندھ میں اسمٰعیلی اور قرمطی مبلغوں کا زور وشور رہا۔ مقامی لوگوں نے ان مبلغین کی تبلیغ کی روشنی میں اسلام سے ایسی واقفیت حاصل کی کہ نہ ماضی سے جان چھوٹی اور نہ مستقبل کی

سمجھ آئی۔ کئی خاندانوں میں نام ہندوانہ اور مذہب کا یقین نہ تھا۔ سومرہ اور سمہ خاندانوں کا ذکر تاریخ فرشتہ جلد دوم میں لکھا ہے کہ یہ خاندان اسلامی اثرات سے متاثر ہو چکے تھے لیکن چونکہ اسلام کے متعلق کوئی واضح گائیڈ لائین موجود نہ تھی اس لیے ان کے افعال و کردار میں ہندو اور اسلامی رسومات کی کھچڑی سی پک گئی تھی۔ حتیٰ کہ 1474 میں احمد آباد کے حاکم سلطان محمود بیگڑہ نے جب ارضِ سندھ پر حملہ کیا تو اس نے محسوس کیا کہ کئی سندھی مسلمان برائے نام مسلمان ہیں۔ چنانچہ اس نے ان کی اصلاح کے لے اہتمام کیا کہ ان کو مذہب حنفیہ کی روشنی میں سنتِ نبوی ﷺ کا طریقہ سمجھائیں۔

مسلمان ہندوستان میں تین تاریخی مرحلوں میں وارد ہوئے۔ پہلا مرحلہ وہ تھا جب وہ تاجر اور مبلغ کے طور پر آئے۔ دوسرا مرحلہ وہ تھا جب بنو امیہ کی فتوحات کا سیلاب دنیا کو بہا لیجانے کے درپے تھا اور مسلم اس سیلاب کے بہاؤ کے ساتھ چلتے ہوئے دریائے سندھ تک آن پہنچے۔ تیسرا مرحلہ ایک منظم آمد کو ظاہر کرتا ہے جب وہ اقوامِ عالم جیسے یونانیوں اور ہنوں (Huns) کی طرح منظم فوجوں کے ساتھ ہندوستان پہنچے۔ مسلمانوں کے ہند پر غالب آنے کے نتیجے میں سندھ مسلم خلافت کا ایک صوبہ بن گیا اور مسلمان حاکم اور ہندو محکوم کا درجہ اختیار کرنے سے چند سالوں کے اندر اندر سارے برصغیر میں دونوں اقوام کے درمیان کشمکش نے ایک نئی تاریخ رقم کر ڈالی۔ مزید براں مسلم دانشوروں اور علمائے نے مہم جوئی کی ہر مسلم مہم کو جہاد سے تعبیر کر کے مہم جوئی کی حوصلہ افزائی کی بہرکیف صورتحال جیسی بھی رہی ہو ہندوستان دارالاسلام کا حصہ بن چکا تھا اور چار و ناچار آج بھی حصہ ہے خواہ کثرت آبادی کا ہتھیار اب ہندوؤں کے پاس ہے اور وہ حاکم ہے اور مسلم محکوم۔ آج کا ہندوستانی مسلم ہندوؤں کی جس تنگ نظری کا شکار ہے اس کا ذکر البیرونی نے یوں کیا ہے "ہندو تہذیب کی مصیبت اور تشدد کا رخ ہمیشہ اُن لوگوں کی طرف رہتا ہے جو ان کے اپنے نہیں ہوتے بلکہ غیر ملکی ہوتے ہیں۔ وہ انہیں ملیچھ قرار دیتے ہوئے ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنا پسند نہیں کرتے۔ مسلمانوں کو چھونا اپنی پوتر تا خراب ہونا کہتے ہیں خواہ اس شخص کا میلان ہندوؤں کی جانب ہی ہو"۔ یہ خیالات اس البیرونی مسلم سکالر کے پاس ہیں جو ہندوؤں کے بارے میں معقول خیالات رکھتا تھا۔

البیرونی یوں لکھتا ہے کہ "ہندو اپنے دھرم اور علوم کے معاملے میں کسی غیر ہندو خصوصاً مسلمان کو کچھ بتانے کا روادار نہیں۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں کوئی ملک انکے جیسا نہیں۔ وہ اپنے نظامِ حکمرانی اور طرزِ معاشرت پر احمقانہ حد تک غرور کرتے ہیں، اپنی قوم کے نچلی ذات کے لوگوں کو نیچ تصور کرتے ہوئے قومی دھارے سے الگ رکھتے تھے، اُن سے معلومات کو چھپاتے تھے وہاں کسی غیر ملکی کو کیا حیثیت ہے۔ خودسری کا یہ عالم ہے کہ علوم و فنون میں خود کو یکتا تصور کرتے تھے حالانکہ اگر انہیں خراسان یا فارس کے کسی عالم کے متعلق خبر ہو تو خود کو طفلِ مکتب تصور کریں"۔

البیرونی کے مذکورہ حالات آج اکیسویں صدی میں بھی واضح نظر آتے ہیں۔ آج بھی ہندوؤں کی موجودہ نسل خود پر غیر معمولی افتخار اور تعصب میں ویسی ہی ہے، وہ مسلمانوں کے ساتھ علوم و فنون بانٹنے میں اپنی قدیم نسلوں کے پیروکار ہیں۔ مسلمان بھی اس ضمن میں الزام سے بچ نہیں سکتے۔ مسلمانوں کی بے توجہی، کاہلی، علم سے لاتعلقی اور ہندو سے تعصب آج ایک ضرب المثل بن چکی ہے جس کا خمیازہ مسلمانوں نے بھگتا ہے اور ابھی زوال ہنوز مزجاری اَست۔

البیرونی کے بعد ابوالفضل بھی ہندو برہمن کے اس متعصبانہ رویے کا مثالی نظر آتا ہے۔

(علامی آئین جیرٹ)

ابوالفضل کو برہموں کے ساتھ مختلف علوم کے اسرار و رموز سمجھنے اور معلومات کا تبادلہ کرنے میں شدید مشکلات پیش آئی تھیں۔ برہموں کی اس خودسری کے پیچھے اکبر کی ہندوؤں کی دی جانے والی حد سے زیادہ مراعات تھی۔ ہندوؤں نے اپنے مذہب کا سہارا لیکر مسلمانوں سے جو معاشرتی اور سماجی فاصلہ اختیار کیے رکھا اس سے انہوں نے اجتماعی طور پر فائدہ اٹھایا اور تعلیم اور علم و ادب میں منزلیں طے کر لیں۔ مسلمان علم سے بے توجہی کی بدولت پیچھے رہ گئے۔ علماء اور سیاست دان آج کی طرح گفتار کے غازی اور اپنی اپنی فکر میں مبتلا تھے۔ کسی ایک نے اُمت کے اس اجتماعی مسئلے کی طرف عوام الناس کی توجہ مبذول نہ کروائی۔ سرسید اور ان کے رفقائے اپنے طور پر مسلمانوں کی علمی بیداری کی شکست کے اسباب تلاش کرتے وقت ہندو مورخین ذات پات کی غیر انسانی تفریق، بیرونی دنیا سے کٹ کر رہنا کے علاوہ علم سے بے بہرگی کو اس شکست کی وجہ گردانتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ تعلیم اور علم کے حصول کا قوموں کی زندگی اور ان کی بقا سے گہرا تعلق ہے۔ آج اگر ہم نے من حیث القوم علم کی قدر افزائی نہ کی تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ علم شعور عطا کرتا ہے، شعور قوموں کے لیے آکسیجن کا کام کرتا ہے اور زندگی فراہم کرتا ہے۔ شعور حکمتِ و دانش کی نئی راہیں متعین کر کے عقیدے اور فکر کی جلا بخشتا ہے۔ یہ عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔ (On Going) لیکن اگر یہ عمل رُک جائے تو پھر زوال ہی مقدر ٹھہرتا ہے۔

مندرجہ بالا تاریخی حقائق اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ ہندوستان میں وارد ہونے کے بعد مسلمانانِ عرب کس اتار چڑھاؤ کے عمل سے گزرے۔ ہندو معاشرے کی اونچ نیچ اور معاشرتی عدمِ توازن مسلمانوں کی نفسیات پر کس طرح اثر انداز ہوئے۔ محمد بن قاسم کی آمد نے دونوں اقوام کی فکر و تہذیب میں دڑاڑیں ڈالیں۔ کئی قدیم نظریات کی جگہ نئے افکار اور روشن خیالی نے لی۔ دونوں اقوام نے اپنی تہذیب و تشخص کو بچانے کے لیے مذہبی شدت پسندی کو اپنایا۔ بقول اقبال مسلمانوں میں اجتماعیت اور اجتہاد کی بجائے تقلید کا رواج عام ہوا۔

گو مسلمانوں نے خود کو ہندی تہذیب اور دھرم کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے دین کے ابتدائی نظریات سے وابستگی کو جزو لاینفک بنا رکھا تھا۔ اس حقیقت کے باوجود ہندوستان میں تلوار کے زور پر تبدیلی مذہب کا ثبوت تاریخ کے اوراق پر موجود نہیں ہے۔ غیر مسلم پروپیگنڈا البتہ یہی تاثیر دیتا چلا آیا ہے کہ ہندوستان میں اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ یہ ممکن ہے کہ کہیں اکادُکا کوئی ایک واقعہ پیش آیا ہو لیکن اس کی حیثیت آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ ہوگی۔ ایسے کسی مائیکرو سطح کے واقعے کو میکرو سطح تک اُٹھالینا رائی کا پہاڑ بنانے کے مصداق ہے۔ دیانت داری اسی میں ہے کہ سچائی کو کھلے ذہن سے تسلیم کیا جائے اور مسلمانوں کی اعلیٰ ظرفی، فراخ دلی، جیو اور جینے کی پالیسی، پشت پر دین اسلام ہی نظر آتا ہے جو انسانی بھائی چارے اور فلاح کا درس دیتا ہے۔

برصغیر کی ایک چوتھائی آبادی کے اسلام کو اپنا لینے کے مختلف اسباب نظر آتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر جمیل جالبی اور پروفیسر عزیز احمد کی شاندار تحقیق کے: ''اسلام ان خطوں میں زیادہ تیزی سے پھیلا جہاں اسلام کی آمد تک بدھ مت ابھی باقی تھا مثلاً جزیرہ نما کے کچھ شمال اور کچھ مشرقی حصوں میں ہندوستان نے کچھ زیادہ اہمیت دی اور نہ ہی انہیں کچھ خطرہ محسوس ہوا، چنانچہ ان علاقوں میں لوگوں کے اسلام قبول کرنے پر جن کی تعداد بہت قلیل ہوتی تھی۔ کوئی پابندی عائد نہ کی''۔

مزید ہندو برہمن نے بھی کوئی خاص مزاحمت نہ کی ہندو طبقاتی نظام کی بندش میں جکڑے انسانوں نے اسلام قبول کرنے میں اپنے لیے عافیت جانی اور ایک ذلیل حیثیت سے چھٹکارہ پا کر ہندو برہمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا نادر موقع تصور کیا۔ آنے والے ادوار میں بھی مسلم حکمرانوں نے تبدیلی مذہب کے ضمن میں غیر جانبدرانہ رویہ اختیار کیے رکھا البتہ صوفیاء کرام نے باطنی کردار و عمل کے ذریعے پر امن طریقے سے اسلام پھیلایا جس کے لیے وہ سدا امر رہیں گے۔ چنانچہ غیر مسلموں کے پھیلائے اس پروپیگنڈے میں کوئی رنگ نظر نہیں آتا کہ مسلمان کے ایک ہاتھ میں قرآن اور ایک میں تلوار ہوتی تھی۔ (آرنلڈ) جبکہ قبولیت اسلام عرب تاجروں کے خاموش کردار، نمایاں عمل اور صوفیاء کرام کی پر ایمان ظاہری زندگی اور باطنی ارتکاز کا نتیجہ تھی۔ ہندو خواتین سے شادی کی ابتدا محمد بن قاسم کی سندھ آمد کے بعد سے ہی شروع ہوئی کیونکہ مسلمانوں کے ساتھ ان کی خواتین نہیں آئی تھیں۔ ہندو رسم و رواج بھی ان ہندو بیویوں کے ساتھ ہی مسلم گھرانوں میں نفوذ کر گئے۔

گو مسلمانوں کے پاس ہندوؤں کے مندر تباہ کرنے کا اخلاقی اور مذہبی جواز موجود تھا اس کے باوجود محمد بن قاسم نے کہیں بھی مندر تباہ و برباد کرنے کا باقاعدہ حکم جاری نہیں کیا۔ جنگ کے دوران اگر دوسری عمارتوں کی طرف کہیں مندر سنگ باری کی زد میں آیا تو یہ علیحدہ بات ہے۔ ایسی کئی مواقعوں پر تباہ شدہ مندروں کی مرمت کی نہ صرف اجازت دی گئی بلکہ اس کے لیے مالی امداد بھی دی گئی۔ ہندوستان میں موری پوجا اور عربوں کی دور جاہلیت کی بت پرستی میں مماثلت کے باعث عرب مسلمانوں کے پاس بت گرانے کا اخلاقی جواز بنتا تھا۔ بعد کے ادوار نے محمود غزنوی کو بھی سومنات کے بت توڑنے کے لیے یہی اخلاقی اور مذہبی جواز فراہم کیا تھا۔ چونکہ بت پرستی اسلام کی ضد ہے جبکہ اسلام ایک سادگی پسند قاعدے قانون والا دین فطرت ہے، جس کے تفکر کی بنیاد قرآن اور حدیث ہے۔ اس کے برعکس ہندومت نت نئے فلسفوں، انسانوں کے عقیدے کا افسانوی قصوں، دیو مالائی داستانوں، مافوق الفطرت عناصر اور جذباتیت پرمبنی ایک ضخیم مجموعہ ہے۔

محمد بن قاسم کی معیت میں آئے عرب مسلمانوں نے جس جغرافیائی ماحول میں نشو و نما پائی تھی وہ ہندوستان کے منطق اور خشک ماحول سے یکسر مختلف تھے۔ ہندو خشک تھے عرب زندگی سے مالا مال تھے۔ اسی زرخیز زمین کی بدولت، ہندومت اور ہندوستانی معاشرہ ان عربوں کو بدھ مت کے پیروکاروں کی طرح اپنے میں جذب نہ کر سکا ہاشم کا خیال ہے کہ ہندومت اپنے اندر نئے خیالات کو جذب کرنے کی گنجائش رکھتا ہے۔ یہ بوقت ضرورت نئے دیوتاؤں کو بھی جگہ دیکھتا ہے۔ ہندومت کے عقیدے کی پیچیدگی کچھ اور متزلزل عقیدے کے پیروکاروں کو اپنے اندر سمو لینے میں شہرت اور مہارت کی حامل ہے اور تھی لیکن عرب مسلمان اس پیچیدگی کی بھول بھلیوں میں نہیں بھٹکے جبکہ آج کے مسلمان جو خود کو روشن خیال، تعلیم یافتہ مہذب اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں ہندو کلچر کو اپنانے میں ایک منٹ بھی نہیں لگاتے۔

ہندومت کے پیروکاروں کی نوعیت انفرادی ہے جبکہ اسلام اجتماعیت کا علمبردار ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آج کے دور میں جب عالمِ اسلام زوال پذیر ہے اور ہمارے حکمران غیر ملکی آقاؤں کے پیروکار ہیں اس لیے اسلام کے تصور زندگی کی حقیقی روح مسلم معاشروں میں کہیں نظر نہیں آتی۔ دوسری قومیں ہماری بے ہنگم طرز زندگی اور مادیت پرستی پر ہمارا مذاق اُڑا رہی ہیں۔ ہماری نئی نسلوں کو آج کوئی رول ماڈل نظر نہیں آتا۔ خالی کھوکھلی قصوں سے نہ پیٹ بھرتا ہے اور نہ دماغ کی نشو و نما ہوتی ہے۔ دماغ کی نشو و نما کے لیے ایک مربوط تعلیمی فکر کی ضرورت ہوتی ہے جو ناپید ہے۔

تعلیمی فکر چونکہ غیر مسلم معاشروں میں موجود بلکہ وافر ہے یہی وجہ ہے ہماری نسل کا مقصدِ حیات ان معاشروں میں جا بسنا ہے اس طرح عالم اسلام کا مستقبل اغیار کی گود میں نشوونما پا رہا ہے۔ یہ بات سوچنے سمجھنے کی ہے۔ محمد بن قاسم کے وقت کا ہندو اور آج کے ہندو میں کوئی فرق نظر نہیں رہا۔ ہندوؤں کا مذہبی انداز جاذبیت کے اعتبار سے وسیع جبکہ سماجی اخلاقیات میں شدت پسند، جذباتی اور تعصب سے بھرپور رہا ہے جبکہ مسلمانوں کا مذہبی انداز کٹر پن اور معاشرتی بود و باش جذب پسند ہے۔

تاریخ کے سفر کے پیچ و خم بتاتے ہیں کہ غیر مسلم مورخین ہندوستان پر کیے گئے حملوں کا جواز تلاش کرنے کی تحقیق میں ان حملوں کو لوٹ مار، دنیاوی غرض و غایت اور مادی فوائد کے حصول کی مہمیں قرار دیتے رہتے ہیں۔ راجندر پرشاد India Divided صفحہ نمبر 69 بمبئی 1946ء میں لکھتے ہیں: ''یہ امر مشکل ہی نظر آتا ہے کہ ہندوستان پر کیے گئے حملے خالصتاً مذہبی نوعیت کے تھے''۔

مذکورہ کتاب کا موضوع چونکہ محمد بن قاسم کی آمد کے پس منظر سے ہے اس لیے قاسم کے حملوں کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ آٹھویں صدی کا مسلم معاشرہ اکیسویں صدی کے مسلم معاشرے سے یکسر مختلف تھا۔ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی دل و جان سے تابعداری اور علم کی کھوج اس معاشرے کا طرۂ امتیاز تھا۔ معاشرہ عدل و انصاف سے بھرپور خالصتاً اسلامی معاشرہ تھا۔ معاشرے کے ہر فرد کے بنیادی انسانی حقوق محفوظ تھے قطع نظر وہ فرد کس مذہب، عقیدہ اور طرزِ معاشرت کا تھا۔ ایسے مثالی اسلامی معاشرے کا شہری ہونا باعث عزت و افتخار ہوتا تھا جیسے آج کا امریکن خود کو برتر سمجھتا ہے۔ ایسے ماحول میں رہ کر باقی دنیا کو اپنے سسٹم سے روشناس کروانا تا کہ دنیا اس نظام کو تسلیم کر کے اس سے استفادہ کرے ایک فطری خواہش کہی جا سکتی ہے۔ مزید براں دنیا میں سے شرک والحاد کا خاتمہ کرنا تھا اور لوگوں کو زندگی کا مقصد بتانا تھا۔ اسی جذبے کے تحت عرب تجار جب ملک ہندوستان کی دھرتی پر آتے تو کسی کو کبھی مسلمان ہونے کا شاذ و نادر ہی کہتے بلکہ نہ لفظوں کے ذریعے تبلیغ کرنا ثابت ہوا ہے۔ مقامی لوگ جب عرب تاجروں کا قول و فعل دیکھتے تو وہ حیران ہوتے کہ یہ کیسے سادہ لیکن موثر اور بارعب ہیں۔ ان کے درمیان کوئی طبقاتی امتیاز نہیں۔ عرب تاجر ہر قسم کے سوالات کا مدلل جواب دیتے۔ ان کے اخلاق (جو وہ کہتے وہ کرتے) نے مقامی لوگوں کے دلوں کو جیتا۔ مقامی لوگوں کے استفسار پر انہوں نے کہا ہمارے جیسے ہو جاؤ اور ہمارے جیسے ہونے کے لیے کلمہ حق پڑھنا پڑھے گا۔ مقامی ہندو چونکہ طبقاتی ذات پات کے نظام میں جکڑے ہوئے تھے۔ بنیادی انسانی حقوق نام کو نہ تھے۔ کسی کی جان و مال، عزت و آبرو محفوظ نہ تھی سب کچھ ہندو برہمن اور حکمران کی مرضی پر تھا۔ عورتیں گھروں کے اندر قید ہوتی تھیں، کم سنی کی شادیاں عام تھیں۔ ہندو معاشرہ ذاتوں میں تقسیم در تقسیم تھا لیکن چھوت چھات وہیں کی وہیں تھی۔ مسلمانوں کی برصغیر کے بیشتر حصے پر قبضے کے پیچھے صرف اُن کی فوجی برتری نہیں تھی بلکہ ہندوستان کی اندرونی شکست و ریخت تھی۔

پر ماتما سرن دی اسٹرگل فار ایمپائر مرتبہ مجمدار صفحہ 127 میں لکھتے ہیں کہ ہندو بادشاہ جنگ زدہ علاقوں کے مالک اور خود مختار ہوتے تھے وہ تاریخ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔ اگرچہ وہ انفرادی طور پر بہادر، جری اور دلیر ہوتے تھے لیکن وہ وسیع تر سیاسی عقل و شعور اور فہم فراست سے عاری ہوتے تھے۔ زمانے کے ساتھ چلنے کی اُن کی سوچ نہ تھی سونے کی چڑیا ہندوستان کے مالک ہوتے ہوئے بھی وہ ہر بیرونی حملہ آور کے لیے تر نوالہ بن جاتے تھے۔ ایسا صرف اس لیے تھا کہ وہ داخلی شکست و ریخت پر کم ہی توجہ دیتے تھے۔

نکول میک نکول (Indian Thesim ہندوستانی خدا پرستی) لندن 1915ء میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں سے شکست نے ہندوؤں کی روحانی زندگی کو متاثر کیا۔ انہوں نے ہندو مذہب کی صورت ہی بدل ڈالی۔ اکثریت کو نظرانداز کر کے اقلیت یعنی برہمن کے لیے خدا پرستی کے حصول کے لیے ودیا (تعلیم) کو سہل بنایا۔ شنکر اچاریہ کی اپاڑ ودیا کا نام قابل ذکر ہے۔ دوسرے لفظوں میں برہمنوں کے لیے خدا پرستی کے دروازے کھولے گئے اور عام لوگوں کے لیے تو ہم پرستی کا اخلاقی دیوالیہ نکل چکا تھا جو انحطاط کا باعث بنا۔ ایم اے بھندیل کا خیال ہے کہ مسلمانوں کے حملے کسی طرح بھی سنکرتی ادب کے زوال کا باعث نہیں کہے جا سکتے۔ بلکہ زوال تو پہلے سے ہی شروع تھا۔ بقول مجمدار مسلمانوں کے حملوں نے پہلے سے زوال پذیر ہندو معاشرہ کے زوال کو مزید تیز کر دیا۔ ان مورخین کی آراء کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنا زیادہ مشکل نہیں کہ ہندو رعایا کو قدیم رسوم اور توہام میں اس طرح الجھا دیا گیا ہے کہ حکمران جب چاہے اُن کی کسی دکھتی رگ کو چھیڑ کر اپنا الو سیدھا کر سکتے ہیں۔ اس مخصوص سوچ اور فکر نے ہندو معاشرے کو قدامت پسند بنا ڈالا تھا۔ یہی قدامت پسندی ہندو مسلم (Artagonism) میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ جس کی بنیاد پر ہندوؤں کا مسلمانوں کو ملیچھ یعنی ناپاک قرار دینا جبکہ آج 18 کروڑ مسلمان ان کے ہم وطن ہیں اور ایک ارب سے زیادہ مسلمان کرۂ ارض پر بستے ہیں جو باہم متحد تو نہیں لیکن ایک لڑی کا حصہ ضرور ہیں۔ اتنی بڑی تعداد کے بارے ایسی رائے رکھنا بذاتِ خود مخاصمت کی پالیسی کی نشاندہی کرتا ہے۔ یعنی ہندو معاشرہ انتہا پسندوں کے قبضے میں ہے۔

تاریخ کا سفر irreversible ہے بقول (Mart: Aht saari Noble Peace Prize Winner 2008) ماضی سے سبق سیکھتے ہوئے مسلم حکمرانوں کو EU کی طرز پر سنجیدہ پالیسیوں کی ضرورت ہے۔ دنیا کا کوئی ملک ہمارا دشمن نہیں ہے۔ ہم اپنے دشمن خود ہیں۔ ہم مغربی تہذیب کی چکا چوند کا شکار ہو کر اپنی تہذیب میں کیڑے لگاتے ہیں۔ مغربی تہذیب میں اتنا کچھ ہی بُرا ہے جس قدر کمیاں کمزوریاں ہماری اپنی تہذیب میں ہیں۔ کیا ہم نے مغربی تہذیب سے عمل حاصل کرنے کی سعی کی ہے جواب نفی میں ملے گا۔ جس طرح اہل مغرب نے اپنے معاشرے کو سنوارا ہے۔ کرۂ ارض پر علم و تحقیق کو پروان چڑھایا ہے۔ ہم اگر اسی عمل کو مستعار لے لیں تو کافی ہوگا۔

یوٹی ٹھاکر لکھتے ہیں عربوں کی سندھ فتح کے بعد اسلامی ثقافت کا رنگ مقامی رنگ پر غالب آ گیا۔ ہندو برہمن میں سے اکثر نے مسلمانوں کے طرز زندگی کے ظاہری لوازمات کو اپنا لیا اور آہستہ آہستہ اصلاحی معاشرت مقامی معاشرت کی صفوں میں گھس گئی۔ ہندو سرکاری ملازمین نے فارسی زبان سیکھنی شروع کر دی جس کے نتیجے میں وہ جلد ہی سرکاری انتظامیہ کے ہر عہدے کے لیے ناگزیر بن کر رہ گئے۔ ہندوؤں کی حالات سے ہم آہنگی کی صلاحیت اور ترقی کرنے کی خواہش ہی انہیں خوشحالی کی طرف لے گئی۔ جنہوں نے اسلامی طرز زندگی اختیار کر کے مسلمانوں سے اپنی حیثیت منوائی آنے والے ادوار میں انہوں نے انگریزی اندازِ معاشرت اختیار کر لیا لیکن اسلامی روایات سے وابستگی کو وہ اپنے تہذیب و تمدن سے نکال نہ سکے چنانچہ آج بھی سندھی زبان عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ انیسویں صدی کے اختتام پر صورت حال یہ تھی کہ راجپوت مہاراجے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مسلم اساتذہ کی خدمات لینے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ ہندو مسلمانوں کی طرح ماس مچھلی کھاتے اور مسلمانوں کے عید تہواروں کے موقع پر ان تقریبات میں شرکت کرنا باعثِ عزت و وقار تصور کرتے تھے۔

لوئی میسگنن کی تحقیق کے مطابق 718 اور سن 800 کے درمیانی عرصے میں جب سندھ خلافت کا ایک صوبہ تھا۔ ہندو سنسکرت کے علوم عربی زبان میں براہ راست منتقل نہیں کیے گئے۔ ہندو حکماء کو بغداد کا دورہ کرنے کی دعوت دی گئی۔ مسلمانوں نے یونانی علوم کی طرح ان سائنسی علوم جیسے طب اور علم نجوم میں خاص دلچسپی دکھائی۔ یہ علوم اہل ہند میں خاصے مقبول تھے۔ ایک عرب طب التوخی نے نویں صدی میں ہندوستانی طب کا مطالعہ کرنے کے لیے ہندوستان کا سفر اختیار کیا اور کئی نایاب ہند کی کتب کو عربی ترجمے کے لیے منتخب کیا۔ ان کتب کے موضوعات سانپ، ادویہ اور ہندی افسانے اور قصے کہانیاں تھیں۔ برہم گیت کی کتاب ''سیدھائت'' کے عربی ترجمے کا نام ''سندھ ہند'' رکھا گیا۔ یہ ترجمہ الفزاری اور یعقوب ابن طارق نے ایک ہندو برہمن کے تعاون سے کیا۔

غرضیکہ ہند مسلمانوں کی توجہ کا مرکز بن چکا تھا۔ ایک مسلمان تاجر سلیمان نے سن 851 میں ہندوستان کا دورہ کیا۔ سلیمان نے ہندوستان کے ماحول کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے ''ہندو مردوں کو جلاتے ہیں جسے وہ چتا کہتے ہیں مردے کی بیوی پر لازم ہے کہ وہ بھی اس چتا میں جل جائے۔ جھوٹ سچ کا فیصلہ کرنے کے لیے آگ جلائی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ سچے پر آگ اثر نہیں کرتی۔ سلیمان طب، علم نجوم اور حکمت میں ہندوؤں کی مہارت کی تعریف کرتا ہے۔

ابو زید حسن العیز فی سن 916ء میں اپنی سیاحت ہند کے دوران کے حالات لکھتے ہوئے یہاں کے سنیاسیوں اور جوگیوں کے واقعات بیان کرتا ہے۔ جغرافیہ دان ابن فرادعربہ نے محکمہ خوراک کی سرکاری دستاویزات اور ہند آنے والا انجار کے مشاہدے کی بنیاد پر ہندوستان کی جو تاریخ رقم کی گو وہ تاریخ اتنی مستند نہیں لیکن مصنف نے اس تاریخ میں کئی نئی باتیں تحریر میں لائیں جیسے بقول مصنف ''ہند میں زنا جائز'' اور معاشرہ ذات پات کے لحاظ سے سات ذاتوں پر بٹا ہوا تھا۔

ضربِ مومن

دیبل کی طرف پیش قدمی کے دوران راستے میں آنے والے ایک قلعے کی فتح کے لیے حکمت عملی بناتے وقت ایک بوڑھے اور تجربہ کار سالار نے محمد بن قاسم کی سکیم سن کر کہا ''مجھے یقین ہے کہ آپ کی تیار کردہ سکیم غلط نہیں ہوگی۔ سندھ کی فتح کے لیے خدا نے آپ کو منتخب کیا ہے لیکن باقی لشکر کو چھوڑ کر آپ کا 500 سپاہیوں کے ساتھ ایک خطرناک مہم پر جانا ایک پُرخطر انتخاب ہے۔ آپ کی جان ہمارے لیے قیمتی ہے۔ خدانخواستہ آپ کو کچھ نقصان ہونے کی صورت میں یہ ساری مہم خطرے میں پڑ جائے گی۔

محمد بن قاسم نے جواب دیا قادسیہ کی جنگ میں ایرانیوں کو صرف اس وجہ سے شکست ہوئی کہ انھوں نے اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ کرنے کی بجائے اپنے سپہ سالار رُستم پر انحصار کیا۔ رستم کے مارے جانے پر ان کے حوصلے کمزور پڑ گئے حالانکہ وہ تعداد میں کثیر تھے لیکن دل ہار گئے اور جنگ میں بھی شکست کھا گئے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کے سپہ سالار سعد بن ابی وقاص بیمار تھے اور بستر علالت سے لشکر اسلام کی رہنمائی کر رہے تھے۔ مسلمانوں کی خود اعتمادی اور اللہ پر اعتقاد اس قدر مضبوط تھا کہ انھوں نے دشمن فوج کو اس بات کا احساس تک نہ ہونے دیا۔ محمد بن قاسم کا کہنا تھا کہ مسلمان اپنے بادشاہوں اور سالاروں کے لیے نہیں بلکہ اللہ کے لیے لڑتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ مجھے اس قوم کے لیے رستم نہ بنائے میرے نزدیک سپہ سالار وہ ہے جو اپنے بہادروں کو جان بچانے کی بجائے جان لڑانے کی ترغیب دے۔ جہاں اُس کے جوان کا خون کا ایک قطرہ بھی گرنے کا امکان ہے وہاں وہ پہلے اپنا خون بہائے۔ اس مہم کی خطرناک صورتِ حال کو بھانپتے ہوئے میں نے خود اس مہم میں آگے جانے کا فیصلہ کیا۔ ایک رفیق کی طرف سے ساتھ چلنے کی خواہش پر قاسم نے برجستہ کہا کہ ایک قلعہ کی فتح کے لیے دو دماغوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک اور موقع پر جب ہندوستان کی مہم جوئی زیر بحث تھی تو محمد بن قاسم کے خیالات سے متاثر ہو کر خلیفہ ولید کے ریمارکس تاریخ کا حصہ ہیں جس میں خلیفہ نے اونچے درجے کے لوگوں کو تن آسان اور کاہل قرار دیا کہ وہ مظلوم لڑکی کا خط پڑھ کر بنی اسرائیل کے لوگوں کی طرح اسے اللہ کی مرضی قرار دے کر بحث ومباحثہ کر کے گھر چلے جائیں گے۔ یہ صورتِ حال آج کے ماحول کی عکاسی کرتی ہے۔

بس بیلہ کے معرکے کے دوران محمد بن قاسم نے زخمی سپاہیوں کی مرہم پٹی اور شہیدوں کی تجہیز وتکفین میں بذات خود حصہ لیا۔ اپنی سپاہ سے فارغ ہو کر وہ اپنی کمر پر پانی کا مشکیزہ لاد کر دشمن کے زخمی سپاہیوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ واہ کیا لوگ تھے۔ آج کے دور میں بیٹھ کر ایسی باتیں ناقابل فہم ہی لگتی ہیں۔ کراہتے ہوئے زخمیوں اور لاشوں کے درمیان میں انھیں ایک زرہ پوش جوان کا جسم پڑا نظر آیا جس کی پسلی میں تیر پیوست تھا۔ وہ بے ہوش تھا لیکن اُس کے ایک ہاتھ میں سندھ کا جھنڈا مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ محمد بن قاسم کے ساتھیوں نے روشنی کی اور پہچان لیا کہ وہ دشمن فوج کا سپہ سالار بھیم سنگھ تھا۔ بھیم سنگھ کو پانی پلایا گیا تو وہ ہوش میں آ گیا۔ بھیم سنگھ نے آنکھیں کھولتے ہی خود کو دشمن کے نرغے میں پایا تو خود کو جنگی قیدی سمجھتے

لگ گیا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اٹھا نہ گیا۔ یکدم اس نے دائیں طرف دیکھا تو ایک مردانہ ہاتھ اپنی طرف بڑھا ہوا پایا۔ وہ ہاتھ محمد بن قاسم تھا۔ قاسم نے سہارا دے کر اسے اٹھایا اور ترجمانِ زبیر کی وساطت سے بھیم سنگھ سے بات کی اور اسے بتایا وہ خود کو مسلمانوں کا قیدی نہیں بلکہ مہمان سمجھے۔ بھیم سنگھ نے اثبات میں سر ہلا دیا لیکن اسے یقین نہیں آیا۔ اگلے روز اس نے دیکھا کہ اس کے لشکریوں کی بھی ویسے ہی دیکھ بھال کی جا رہی ہے جیسے مسلمان سپاہیوں کی۔ بھیم سنگھ کی سوچ تھی کہ یہ سب کچھ ہمیں ورغلانے کے لیے کیا جا رہا ہے لیکن چند ہی روز میں اسے حقیقت اور بناوٹ کا فرق پتہ چل گیا اور قاسم کے اخلاق کا گرویدہ ہو گیا۔ ایک روز صبح کے وقت قاسم فوج کے ساتھ اگلے محاذ کی طرف کوچ سے قبل بھیم سنگھ کے خیمے میں اس سے ملنے گیا۔ بھیم سنگھ بیدار ہو چکا تھا۔ قاسم کا بھیم سنگھ سے جو مکالمہ ہوا وہ تاریخ کا انمٹ حصہ ہے۔

محمد بن قاسم: انسان دوست شخصیت

محمد بن قاسم کی شخصیت میں جو سکون اور انکساری تھی اس کی بدولت دوست، دشمن سب اس کے معترف تھے۔ لس بیلہ کے معرکے کے بعد، قاسم نے دشمن فوج کے سپہ سالار کو حراست میں لے لیا تھا لیکن وہ خود اس کے زخم دیکھتا اور اپنے ہاتھوں سے مرہم پٹی کرتا۔ ناصر الدین اور زبیر ہر طریقے سے اس کی دلجوئی کرتے۔ بھیم سنگھ کی سوچ یہ تھی کہ یہ سلوک اس کے ساتھیوں کو ورغلانے کے لیے مسلمانوں کی ایک چال ہے لیکن تین چار دن کے بعد وہ محسوس کرنے لگا کہ یہ تصنع اور بناوٹ نہیں بلکہ محمد بن قاسم اور اس کے ساتھی فطرتاً عام انسانوں سے مختلف ہیں اور اخلاق کے پیکر ہیں۔ بھیم سنگھ کے زخم زیادہ خطرناک نہ تھے لیکن بہت سا خون بہہ جانے کی وجہ سے اس کے جسم میں نقاہت آ چکی تھی۔ اچھے علاج اور دیکھ بھال کی بدولت وہ چوتھے دن چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔

پانچویں روز محمد بن قاسم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بھیم سنگھ کی عیادت کے لیے اس کے خیمے میں داخل ہوا اور اسے بتایا کہ میں فوج کے ساتھ اگلی منزل کی جانب کوچ کرنے والا ہوں لیکن میں قلعے میں فوج کے دستے چھوڑے جا رہا ہوں جو تمہاری مکمل دیکھ بھال کریں گے۔ تندرست قیدی رہا کر دیے جائیں گے جبکہ بیمار قیدی علاج کے بعد تندرست ہونے پر رہا کیے جائیں گے۔ بھیم سنگھ نے حیران ہو کر کہا "واقعی آپ قیدیوں کو رہا کر رہے ہیں۔ سعد نے ترجمانی کرتے ہوئے قاسم کو بتایا تو محمد بن قاسم نے جواب دیا "ہمارا مقصد لوگوں کو قیدی بنانا نہیں بلکہ ہم انھیں ایک ظالم حکومت سے نجات دلا کر ایک ایسے نظام سے آشنا کرنا چاہتے ہیں، جس کا بنیادی اصول مساوات ہے۔ آپ کے سپاہی ہمیں غیر ملکی حملہ آور سمجھ کر ہمارے مقابلے میں آئے تھے لیکن انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ ہماری جنگ وطن کے نام پر نہیں۔ قوم کے نام پر نہیں۔ ہم سندھ پر عرب کی برتری نہیں چاہتے۔ ہم روئے زمین کے تمام انسانوں کی بہتری کے لیے ایک عالم گیر انقلاب چاہتے ہیں۔ ایک انقلاب جو مظلوم کا سر اونچا رکھنے کے لیے ظالم کی لاٹھی چھین لینا چاہتا ہے ہماری جنگ راجوں مہاراجوں کی جنگ نہیں۔ انسانوں اور بادشاہوں کی جنگ ہے۔ ہمارا مقصد یہ نہیں کہ ہم سندھ کے راجہ کا تاج اُتار کر اپنے سر پر رکھ لیں۔ ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی شخص تاج و تخت کا مالک ہو کر دنیا پر اپنا قانون نافذ کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ تاج و تخت خود غرض انسانوں کے تراشے ہوئے بت ہیں اور وہ قانون جو صرف ان بتوں کی عظمت کو برقرار رکھنے کے لیے بنایا گیا ہو، انسانوں کو ہمیشہ دو جماعتوں میں تقسیم کرتا ہے۔ ایک ظالم، دوسری مظلوم۔ تم ان جماعتوں کے لیے راجہ اور پرجا کے الفاظ استعمال کرتے ہو۔ سندھ کے راجہ نے

ہمارے جہاز لوٹ کر عورتوں اور بچوں کو اس لیے قیدی بنایا کہ وہ تاج وتخت کا مالک ہوتے ہوئے ہر انسان پر ظلم کرنا اپنا حق سمجھتا ہے اور اب وہ ہمارا مقابلہ اس لیے کرے گا کہ اسے ظلم کی تلوار چھن جانے کا خطرہ ہے اور یہ سپاہی ہمارے مقابلے میں اس لیے آئے ہیں کہ انھیں ظلم کی اعانت کا معاوضہ ملتا ہے۔ ان بیچاروں سے وہی کام لیا گیا ہے جو انسان سواری کے جانوروں سے لیتے ہیں، یہ مجبور تھے۔ ایک استبدادی نظام کی وجہ سے ان کے لیے زندگی کی راہیں تنگ تھیں اور یہ معمولی معاوضہ لے کر ظلم کی اعانت کے لیے اپنی جانیں تک بیچ ڈالنے کے لیے تیار تھے۔ انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ جس انقلاب کی راہ میں یہ رکاوٹ بننا چاہتے ہیں، وہ ان کی بہتری کے لیے ہے۔ انھیں ہماری طرف سے خوفزدہ کیا گیا تھا۔ اب فتح کے بعد میں نہ خود ظالم بننا چاہتا ہوں، نہ انھیں مظلوم بنانا چاہتا ہوں۔''

بھیم سنگھ نے کہا ''تو آپ کو یہ یقین ہے کہ یہ لوگ واپس جا کر راجہ کی فوجوں میں دوبارہ شامل نہیں ہو جائیں گے؟''

محمدؒ بن قاسم نے جواب دیا ''میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ واپس جا کر ان کا طرزِ عمل کیا ہوگا لیکن مجھے ان لوگوں سے کوئی خطرہ نہیں۔ مجھے خدا کی رحمت پر بھروسہ ہے۔ کسی بلند مقصد کے لیے لڑنے والوں کی قوت بڑھتی ہے، کم نہیں ہوتی۔ اس سے پہلے کئی اقوام اپنے بادشاہوں کی حمایت میں ہمارے ساتھ لڑ چکی ہیں لیکن جب انھیں یہ احساس ہوا کہ ہمارے پاس ایک بہتر نظام ہے، تو وہ ہمارے ساتھ مل گئیں۔ آپ کے سپاہیوں میں سے وہ لوگ جنھیں خدا نے حق و باطل میں تمیز کی توفیق دی ہے۔ وہ ظلم کا ساتھ نہیں دیں گے اگر ایسا کریں گے تو ہماری تلواریں پھر بے نیام ہو جائیں گی اور باطل کو شکست ہوگی۔

بھیم سنگھ نے کہا ''آپ انسان پر انسان کی حکومت کے قائل نہیں لیکن جب تک کوئی حکومت نہ ہو ملک میں امن کیسے رہ سکتا ہے؟''

محمدؒ بن قاسم نے جواب دیا۔ ''ظلم کے زور پر قائم کردہ امن 'امن' نہیں بلکہ سکوت ہے۔ ہم دنیا میں انسان کا قانون نہیں بلکہ خدا کا قانون چاہتے ہیں جو انسان کی فلاح کی بات کرتا ہے۔''

بھیم سنگھ نے جواب دیا۔ ''کسی کا بھی ہو نافذ تو انسان کے ذریعے ہوگا اور اس قانون کی حفاظت طاقت سے ہی ہوگی ورنہ سرکشی پھیل جائے گی۔''

محمدؒ بن قاسم نے کہا۔ ''یہ بات تو غلط نہیں لیکن اگر قانون صالحین کی جماعت کے ذریعے نافذ ہوگا تو اس کی حفاظت اللہ کرے گا۔ اگر کل کو تمھارے ہاں صالحین کی جماعت تیار ہوتی ہے تو وہ قانون کی نگرانی کرے گی۔''

محمد بن قاسم کے اس بیان کی سچائی 21 ویں صدی میں واضح نظر آ رہی ہے۔ غیر مسلم ممالک میں تو حکومتوں کا تصور عوام الناس کی فلاح و بہبود، قانون کے احترام اور علم دوستی کی بدولت صالحین کی جماعت کی صورت میں نظر آتا ہے جبکہ مسلم ممالک میں صالحین کی بجائے یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ ''مصالحین'' کی جماعتیں برسرِ اقتدار نظر آتی ہیں جو اپنے ہاتھوں خود کو تباہ کرنے پر تلی ہیں۔ قانون دوسرے کے لیے نافذ ہے خود کے لیے نہیں۔

بھیم سنگھ کا اگلا استفسار یہ تھا ''کیا مجھے بھی ان لوگوں کے ساتھ واپس جانے کی اجازت ہوگی؟''

جی ہاں تم جاسکتے ہو لیکن تندرست ہونے کے بعد!

بھیم سنگھ نے کہا ''میں سفر کے قابل ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو کل ہی روانہ ہو جاؤں۔''

''ابھی تمھارے زخم ٹھیک نہیں ہوئے لیکن اگر تم کل ہی جانا چاہو تو میں تمھیں نہیں روکوں گا۔'' بھیم سنگھ کا دماغ اس رحم دلی کو قبول نہیں کر رہا تھا چنانچہ اُس نے کہا آپ جانتے ہیں کہ میں سندھ کے سیناپتی کا لڑکا ہوں اور میرا واپس جا کر فوج کے ساتھ شامل ہو جانا آپ کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ کیا آپ مجھے کسی شرط پر رہا کر رہے ہیں۔ بالکل نہیں لیکن تم میرا ایک پیغام اپنے راجہ داہر تک پہنچاؤ گے کہ جلد ہی اُڑ دڑ ہمارے گھوڑوں کے سموں تلے ہوگا۔ اُس کے لیے بہتر یہی ہوگا کہ قیدی باعزت طور پر رہا کر دے ورنہ اُس کے لیے اچھا نہ ہوگا۔''

بھیم سنگھ نے جواب دیا کہ آپ کی رحم دلی اور انسانیت پرستی شاید اُسے متاثر کر دے۔ قاسم نے کہا میں نے نیکی کسی بدلے کے لیے نہیں کی یہ کہہ کر قاسم خیمے سے باہر نکل گیا۔ بھیم سنگھ نے بے اختیار کہا ''تم انسان نہیں دیوتا ہو۔''

محمد بن قاسم کو اس کے مجاہدانہ خیالات اور شاندار کردار کی بدولت خلیفۃ المسلمین کی طرف سے عماد الدین کا لقب عطا کیا گیا۔ محمد بن قاسم کی خوش قسمتی تھی کہ اسے حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے متقی اور جہاندیدہ انسان کی نیازمندی حاصل ہوئی۔ انھوں نے اسلام کی اس محافظ تلوار کو میدانِ جنگ کے حوالے سے اپنی نصیحتوں سے مستفیظ کیا جسے قاسم نے قیمتی اثاثہ قرار دے کر بغور سنا۔

تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ملتان فتح ہونے کے بعد جب مقامی ہندوؤں سے لے کر مسلم فوجی سب اطمینان اور سکون محسوس کرتے تھے لیکن محمد بن قاسم اضطراب کا شکار تھا۔ وہ جانتا تھا کہ حجاج بن یوسف نے خلیفہ سے جنگی اخراجات سے دوگنا رقم قومی خزانے (بیت المال) میں جمع کرانے کا وعدہ کیا تھا۔ قاسم اگر چاہتا تو لوٹ مار سے کئی گنا تک حاصل کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا کرنا پسند نہ کیا اور کسی شہری کی جان و مال اور عزت و آبرو پر ہاتھ ڈالنے کی اجازت نہ دی۔ اسے غیبی امداد کہیے یا قاسم کی محنت کا ثمر کہ دبا خزانہ چل کر اس کے پاس آ گیا۔ جیسا کہ تاریخ کا قاری جانتا ہے کہ ہر فتح کے بعد عام معافی (General amnesty) دینا قاسم کا شیوہ تھا۔ فتح ملتان کے دوران وہاں کے ایک مندر کا نگران پنڈت جنگ میں جان بچا کر کہیں چھپ گیا تھا۔ جنگ کے خاتمے پر وہ چھپتا چھپاتا مندر تک پہنچا تو وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ مندر آباد ہے اور اس میں پوجا پھاٹ کی جا رہی ہے۔ بت سلامت ہیں۔ وہ اس حسن سلوک پر قاسم کا دل سے گرویدہ ہو گیا۔ اس نے اس بلند پایہ مسلم جرنیل کا جلوہ دیکھنے اور اس کی خدمت کرنے کا پکا فیصلہ کر لیا۔ ایک واسطے کے ذریعے وہ قاسم کی خدمت میں پہنچ گیا۔ پہلا دھچکہ اسے قاسم کو دیکھتے ہی لگا جب اس نے قاسم کی عمر اور کم سنی کا مشاہدہ کیا۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر پرنام بجالایا اور یوں گویا ہوا۔ جس روز میں نے آپ کو قلعے میں داخل ہوتے دیکھا تو میں سمجھا کہ اس لشکر کا سالار کوئی تیس پینتیس کی عمر کا ہوگا لیکن سولہ سترہ کی عمر دیکھ کر میں انگشت بدنداں رہ گیا۔ اس سے قبل میں نے اہل شہر کو پیغام دے دیا تھا کہ اپنی نوجوان لڑکیوں کو کہیں چھپا دیں یا مار دیں، خزانوں کو زمین میں دبا کر محفوظ کر لیں۔ مجھے یقین نہ تھا کہ یہ مندر صحیح سلامت بچے گا۔ اب جبکہ میرا اندازہ غلط ثابت ہو چکا یہ میری زندگی کا حیران کن لمحہ ہے جب ہم فاتح شہر کے سامنے ہیں اور ہر شخص کا سر تن پر موجود ہے اور عزت محفوظ ہے۔ چچ نامہ (فارسی) کے مطابق پنڈت نے سرگوشی کے انداز میں محمد بن قاسم سے کسی خزانے کا تذکرہ کیا۔

محمد بن قاسم کی انسان دوستی سے متاثر ہو کر اس بوڑھے پنڈت نے قاسم کو راجہ جسوبن کے مدفون خزانے کا پتہ بتایا اور انکشاف کیا کہ جسوبن نے عمر کے آخری دنوں میں مندر کے تہ خانے میں سونے کے سفوف سے بھرے ہوئے چالیس مٹکے رکھے اور کئی من وزنی سونا اینٹوں اور زیورات کی شکل میں رکھا۔ یہ تمام سونا اس نے دفن کر دیا تھا۔ اس کے اوپر اس نے سونے کا ایک انسانی بت بنوا کر رکھ دیا تا کہ کسی کو شک نہ ہو کہ اس کے نیچے سونا دفن ہے۔ مندر کے اردگرد اس نے درخت لگوا دیے تھے۔

مجھ تک جسوبن کی جو بات پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے باپ نے سونے اور خزانے سے دل لگا لیا تھا اور جسوبن کو بھی اس نے یہی سبق دیا تھا۔ جسوبن کی جوانی عیش و عشرت میں گزری۔ اسے اپنے ماں باپ کے ساتھ بہت پیار تھا۔ وہ کیے بعد دیگرے مر گئے۔ اعلان کیا تھا کہ جو اس کے باپ کو موت سے بچائے گا اسے وہ اس کے وزن کے برابر سونا دے گا لیکن کوئی بھی اس کے باپ کو نہ بچا سکا۔ اس کی ماں بیمار ہوئی تو بھی اس نے یہی انعام مقرر کیا تھا مگر ماں کو بھی موت سے کوئی نہ بچا سکا۔

ہم سب کو پیدا کرنے والے نے جس کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے، جسوبن کو ایک اور جھٹکا دیا۔ ایک نوجوان رقاصہ کے ساتھ اسے بہت محبت تھی۔ ایک روز وہ بیمار ہو گئی۔ جسوبن نے اعلان کیا کہ جو کوئی اس کی رقاصہ کو صحت یاب کر دے گا اسے وہ اس کے اور رقاصہ کے وزن کے برابر سونا دے گا۔ دور دور سے وید، سنیاسی، جوگی اور سیانے آئے، علاج کیے مگر رقاصہ مر گئی۔

رقاصہ کی لاش کو جب لکڑیوں کے ڈھیر پر رکھ کر آگ لگائی گئی تو جسوبن بچوں کی طرح رونے لگا۔ مجھ جیسے ایک بوڑھے جوگی نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا اور کہا کہ مہاراج کے خزانے میں جتنا سونا ہے وہ سارا دے دو تو تم زندگی کا صرف ایک سانس بھی نہیں خرید سکتے۔ تم زندہ انسانوں کو سونے میں تولتے ہو، یہ دیکھو انسان کا انجام۔ اس رقاصہ کے حسین جسم نے تم جیسے راجہ پر جادو کر دیا تھا۔ دیکھ لو۔ وہ جسم اور اس کا حسن جل کر راکھ ہو رہا ہے۔ اپنا سارا سونا اس آگ کے حوالے کر دو تو سونا پگھل جائے گا تمہاری رقاصہ کو یہ آگ تمہیں واپس نہیں دے گی...... اپنی روح کی تسکین کا سامان کر۔ مندر میں آ۔ جھک جا عبادت کر......

جسوبن کا دل اتنا دکھی تھا کہ وہ مندر میں جا کر پوجا پاٹ کرنے لگا۔ اس کے دل سے دنیا اور دولت کی محبت نکل گئی پھر وہ عبادت میں ہی مصروف رہنے لگا۔ وہ یہاں آ گیا اور تمام سونا زمین میں دفن کر کے اوپر مندر بنا دیا...... میں نے مان لیا ہے کہ آپ جس خدا کی عبادت کرتے ہیں وہ آپ کی مدد کر رہا ہے۔ آپ جہاں جاتے ہیں وہاں کے لوگ آپ سے خوش ہوتے ہیں۔ آپ یہ سونا مندر کے نیچے سے نکال لیں۔

میں نے سنا ہے کہ مدفون خزانے کے ساتھ بدقسمتی اور نحوست وابستہ ہوتی ہے۔ محمد بن قاسم نے کہا...... ”پرانے مدفون خزانوں کے قصے جو میں نے سنے ہیں ان میں یہ ضرور آتا ہے کہ جو کوئی بھی کسی خزانے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا، وہ بری طرح ہلاک ہوا“

مجھے یقین ہے کہ آپ اس مدفون خزانے کو اپنی ذاتی ملکیت میں نہیں رکھیں گے...... پنڈت نے کہا ”میں آپ کو مشورہ بھی یہی دوں گا کہ اسے آپ اپنا ذاتی خزانہ نہ بنائیں۔“

”چچ نامہ“، ”فتوح البلدان“ اور ”تاریخ معصومی“ میں اس مدفون خزانے کا ذکر تفصیل سے ملتا ہے اور اس کی نشاندہی اس پنڈت نے ہی

کی تھی۔ یہ بیان ہو چکا ہے کہ پنڈت نے محمد بن قاسم کو اس خزانے کا پتہ کیوں دیا تھا' محمد بن قاسم نے پنڈت سے کہا کہ وہ اس کا ذکر کسی اور کے ساتھ نہ کرے۔ پنڈت کو وہیں بیٹھنے کو کہا اور شعبان ثقفی کو الگ لے جا کر اسے وہ تمام باتیں سنائیں جو اس کے اور پنڈت کے درمیان ہوئی تھیں۔

یہ دھوکہ ہو سکتا ہے۔ شعبان ثقفی نے کہا..... یہ تمھارے قتل کی سازش ہو سکتی ہے ابن قاسم!..... وہاں سونا ضرور ہو گا۔ اگر دیکھنا ہے تو چند آدمیوں کو ساتھ لے لیں گے۔

"نہیں!"...... محمد بن قاسم نے کہا..... "تمھارے سوا کوئی اور ہمارے ساتھ نہیں ہو گا۔ کیا تم نے ایسے قصے نہیں سنے کہ چند آدمی مدفون خزانہ نکالنے گئے اور جب خزانہ مل گیا تو ان آدمیوں نے ایک دوسرے کو قتل کر دیا۔ خزانہ دین و ایمان قائم نہیں رہنے دیا کرتا شعبان! میں تو اپنے چچا حجاج بن یوسف کا وہ وعدہ پورا کرنا چاہتا ہوں جو اس نے خلیفہ سے کیا تھا۔ میں اسے اللہ کی مدد سمجھتا ہوں کہ پنڈت نے اس مدفون خزانے کی نشاندہی کی ہے۔"

شعبان ثقفی کے ساتھ کچھ دیر باتیں کر کے محمد بن قاسم نے بوڑھے پنڈت سے کہا کہ وہ تین یا چار دنوں بعد اس کے ساتھ حوض والے مندر میں جائے گا۔ پنڈت کا شکریہ ادا کر کے وہ اس جگہ گیا جہاں ملتان کی پہلی مسجد کی تعمیر کے لیے بنیادیں کھودی جا رہی تھیں۔ اس دور کے کاتبوں کی تحریروں کے حوالے سے مؤرخوں نے لکھا ہے کہ محمد بن قاسم نے کدال اپنے ہاتھ میں لے لی اور بنیادیں کھودنے لگا۔ اس نے کدال اس وقت چھوڑی جب اس کا پسینہ اس کی آنکھوں میں پڑنے لگا اور اسے بار بار آنکھیں پونچھنے کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اس نے کدال رکھ دی۔ بنیاد سے باہر آیا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ پھر اس کا پسینہ اور آنسو آپس میں گھل مل گئے۔

وہاں سے اس نے شعبان ثقفی اور صرف چار محافظوں کو ساتھ لیا اور واپس مندر میں آیا۔ بوڑھے پنڈت کو باہر بلایا اور اسے کہا کہ وہ ابھی حوض والے مندر میں چلے۔ یہ سوچ شعبان ثقفی کی تھی کہ پنڈت کو دھوکے میں رکھا جائے کہ محمد بن قاسم تین چار دنوں بعد حوض والے مندر میں جائے گا لیکن اسے اچانک کہا گیا کہ ابھی چلو۔ یہ دھوکہ اس لیے دیا گیا تھا کہ اس نے کوئی سازش کرنی ہو تو اسے مہلت نہ ملے۔

پنڈت کے لیے ایک گھوڑا ساتھ تھا۔ اسے اس پر سوار کرا کے ساتھ لے گئے۔

حوض دور نہیں تھا۔ اس وقت ملتان کے گرد و نواح کے خدوخال کچھ اور تھے۔ کھڈ نالے، ٹیلے اور گھاٹیاں زیادہ تھیں۔ ایک ویرانے میں حوض والا مندر تھا۔ محمد بن قاسم کے زمانے میں یہ مندر غیر آباد ہو چکا تھا۔ عبادت تو دور کی بات ہے اس مندر کے قریب سے کوئی نہیں گزرتا تھا۔ اسے آسیبی مندر بھی کہا جاتا تھا اور زیادہ تر لوگ یقین سے کہتے تھے کہ گناہگاروں کی بدروحیں اس مندر میں لے جائی جاتی ہیں اور وہاں انھیں سزا بھی ملتی ہے اور انھیں نیک بھی بنایا جاتا ہے۔ مندر کے علاقے میں گیدڑ، بھیڑیا، کتا یا ایسا کوئی بھی جانور دیکھتے یا چیلوں اور گدھوں کو دیکھتے تو کہتے تھے کہ یہ بدروحیں ہیں۔ ہو سکتا ہے لوگوں میں یہ خوف دہرا اس بوڑھے پنڈت کے باپ دادا اور پردادا نے مندر سے لوگوں کو دور رکھنے کے لیے پیدا کیا ہو کیونکہ وہاں منوں کے حساب سے خزانہ مدفون تھا۔

محمد بن قاسم پنڈت کے ساتھ وہاں پہنچا۔ سب گھوڑوں سے اُتر گئے۔ پنڈت نے نہ جانے کس خیال سے محمد بن قاسم سے کہا کہ وہ اکیلا اُس کے ساتھ چلے۔ حوض خشک تھا۔ اس میں اترنے کے لیے سیڑھیاں تھیں۔ پنڈت سیڑھیوں سے اُترنے لگا۔ اس کے پیچھے محمد بن قاسم اترا۔ آگے

مندر کی چند ایک سیڑھیاں تھیں۔ دونوں ان پر چڑھ کر مندر میں داخل ہو گئے۔ وہ جوں جوں آگے بڑھتے جا رہے تھے اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔

پنڈت اندھیرے میں بائیں جانب غائب ہو گیا۔ اس کی صرف یہ آواز سنائی دی ''ادھر'' محمد بن قاسم بائیں کو مڑا۔ یہ سیڑھیاں تھیں جو نیچے کو جاتی تھیں۔ وہ نیچے اترنے لگا۔ بدبو اتنی کہ برداشت نہیں ہوتی تھی۔ اچانک اتنی زور سے ''پھڑ پھڑ'' کی آواز اٹھی کہ محمد بن قاسم جیسا دلیر آدمی گھبرا گیا۔ اس کیساتھ ''اوں اوں'' کی ہلکی ہلکی بے شمار آوازیں آنے لگیں۔

''بیٹھ جاؤ''...... پنڈت کی آواز آئی...... ''بڑے چمگادڑ ہیں۔''

محمد بن قاسم بیٹھ گیا۔ چمگادڑوں کا غول جھکڑ کی طرح ان کے اوپر سے گزرنے لگا۔ یہ چیلوں جتنے بڑے چمگادڑ تھے جن کے پروں کی ہوا پنکھوں جیسی تھی۔ یہ مندر ان کا خاموش مسکن تھا اور یہ خاموشی دو انسانوں نے توڑ دی۔ چمگادڑ ڈر کر باہر کو بھاگ رہے تھے۔

سینکڑوں چمگادڑ مندر کے تہ خانے سے نکل گئے لیکن وہ جس دھماکہ نما پھڑ پھڑاہٹ سے اُڑے تھے اس کی گونج ابھی تک مندر میں بھٹک رہی تھی۔ پنڈت سیڑھیاں اُترنے لگا۔ محمد بن قاسم سنبھل سنبھل کر قدم نیچے رکھتا اُترتا گیا اور سیڑھیاں ختم ہو گئیں۔ پنڈت اس کا ہاتھ پکڑ کر دائیں کو لے گیا۔ اندھیرا سیاہ کالا ہو گیا۔ چند قدم آگے پنڈت اُسے بائیں طرف لے گیا۔

اس راہداری میں ہلکی ہلکی روشنی تھی یا اندھیرا کم ہو گیا تھا۔ محمد بن قاسم کو سرسراہٹ سی سنائی دی جیسے کوئی آدمی دبے پاؤں آ رہا ہو۔ محمد بن قاسم نے فوراً تلوار نکالی۔

''اسے نیام میں ہی رہنے دو''...... پنڈت نے کہا...... ''یہ اس تاریک دنیا کی مخلوق ہے۔ سانپ ہوگا۔ دیکھو کتنی بدبو ہے۔ یہ گیدڑوں یا بچھوؤں کے بچے ہوں گے۔

کچھ اور آگے بڑھے تو قاسم نے ایک قد آور انسان کو کھڑے دیکھا۔ قاسم نے ممکنہ خطرے کے پیش نظر تلوار سونت لی اور ہوشیار ہو گیا۔ پنڈت نے کہا اے سالار یہ انسان نہیں۔ انسان جیسا ہے یہ سونے کا وہی بت ہے جسے راجہ نے یہاں رکھا تھا اس بت کو ہٹائیں گے تو وہ خزانہ ملے گا جسے دیکھ کر بڑے بڑے ڈگمگا جاتے ہیں۔ مورخ بلاذری نے کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔

اس وقت تک مسلمانوں کا ایمان اتنا مضبوط تھا کہ سونے کی چمک اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ محمد بن قاسم شعبان ثقفی اور چار محافظوں کو باہر حوض سے اوپر کھڑا کر آیا تھا لیکن وہ سب دبے پاؤں حوض میں اُتر آئے اور مندر کے اندر چلے گئے تھے۔ محمد بن قاسم کو معلوم تھا کہ مندر میں وہ پنڈت کے ساتھ اکیلا نہیں۔ اس نے تالی بجائی اور وہ پانچوں اس کے پاس پہنچ گئے۔ محمد بن قاسم نے شعبان ثقفی کو بتایا کہ اس بت کو ہٹانا اور اس کے نیچے سے سونا نکالنا ہے۔

شعبان ثقفی بہتر جانتا تھا کہ اس کام کے لیے کتنے اور کون کون سے آدمی موزوں ہیں۔ وہ ان سب کو لے آیا۔ مندر کے اندر مشعلیں جلا کر رکھ دی گئیں اور شام تک سونے کا بت اور فرش کے نیچے سے برآمد ہونے والا تمام سونا مندر کے باہر پڑا تھا۔ ''فتوح البلدان'' (بلاذری) میں لکھا ہے کہ سفوف (پاؤڈر) کی شکل میں جو سونا تھا وہ چالیس مٹکوں میں بھرا ہوا تھا۔ اینٹوں یعنی ٹکڑوں اور زیورات کی صورت میں جو سونا تھا اس کا وزن دو

سوتیس من تھا۔ سونے کے بت کو ملا کر اس تمام سونے کا وزن ایک ہزار تین سو بیس من تھا۔ بیشتر مؤرخ سونے کے اسی وزن پر متفق ہیں۔

اس کے دوسرے ہی روز محمد بن قاسم کو حجاج بن یوسف کا خط ملا جس میں اس نے ملتان کی فتح کی مبارک لکھی اور یہ بھی لکھا کہ میں نے خلیفہ سے وعدہ کیا تھا کہ سندھ کی جنگ پر جتنا پیسہ خرچ ہوگا میں اس سے دگنا خزانے میں جمع کراؤں گا۔ الحمدللہ میں سرخرو ہو گیا ہوں۔ حساب کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ اب تک تمہاری فوج پر ساٹھ ہزار نقرئی درہم خرچ ہوئے ہیں اور تم نے اب تک نقد اور قیمتی اشیاء کی صورت میں جو کچھ بھیجا ہے اس کی مالیت ایک لاکھ بیس ہزار نقرئی درہم ہے۔

اس خط میں حجاج بن یوسف نے یہ بھی لکھا تھا کہ ہر شہر اور ہر قصبے میں ایک ایسی شاندار مسجد تعمیر کراؤ جو تا قیامت اس ملک میں اسلام لانے والوں اور اسلام کے لیے جانیں قربان کرنے والوں کی یادگار رہے۔ اب جمعہ کے خطبے میں خلیفہ کا نام لیا جائے اور تم خلیفہ کے نام کا سکہ بھی جاری کردو۔

ان اخراجات میں جو حجاج بن یوسف نے لکھے تھے، سکہ اور ملتان کی فتح کے اخراجات شامل نہیں تھے اور ایک لاکھ بیس ہزار درہم میں جو محمد بن قاسم نے بھیجے تھے، یہ سونا شامل نہیں تھا جو ملتان کے حوض والے مندر سے برآمد ہوا تھا۔

محمد بن قاسم نے یہ خط ملتے ہی مندر سے برآمد ہونے والے سونے کا پانچواں حصہ خلافت کا علیحدہ کر کے کشتیوں کے ذریعے دیبل بھیجا اور دیبل سے یہ سونا عراق کو جہاز کے ذریعے بھیج دیا گیا۔

ملتان فتح ہو جانے سے آج کا پورا پنجاب اور کچھ حصہ کشمیر کا بھی اسلامی سلطنت میں آ گیا تھا۔ چھوٹی موٹی ریاستوں کے راجوں نے محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کرلی تھی۔ محمد بن قاسم نے اب بڑی ریاستوں کی طرف توجہ دی۔ ان میں سب سے بڑی ریاست قنوج تھی۔

روشن تاریخ

بقول علامہ اقبال مسلم دنیا کو روحانی ارتقاء کی ضرورت جتنی آج ہے پہلے شاید کبھی نہ تھی کیونکہ آج شخصیات کا قحط الرجال ہے۔ مادہ پرستی نے ہم (مسلم دنیا) کو کہیں کا نہ چھوڑا۔ دوسری اقوام نے علم کو اپنایا جو ہمارے اسلاف کا وطیرہ تھا۔ البیرونی، ابن خلدون، ابن الہیثم، الخوارزمی اور الرازی کا نام آج بھی علمی کارناموں کی بدولت معروف اور دوام عام ہے۔ اسی علم کی بدولت امریکہ، برطانیہ اور یورپ آج روئے ارض پر چھائے ہوئے ہیں۔ مغربی دنیا فکر کے ایک مکمل انقلاب سے گزر کر ترقی کی اس منزل تک پہنچ پائی ہے تاہم علمی ترقی کے باوجود ترقی یافتہ دنیا اسلام کے حوالے سے جس بے اعتمادی کا شکار ہے روشن خیال اور تعلیم یافتہ اور مذہب سے لگاؤ رکھنے والے انسانوں کا فرض ہے کہ دنیا کے عظیم ترین مذاہب میں سے ایک اسلام کے بارے میں اپنی سوچ کے زاویوں کو درست سمت دیں اسی میں بنی نوع انسان کی بھلائی ہے ورنہ منفی سوچ سے اسلام کو کوئی خطرہ نہیں۔ قانونِ فطرت ہے کہ آپ جس چیز کو جتنا دبائیں گے اتنا ہی وہ اُٹھے گی۔

صلیبی جنگیں گزرے سات صدیاں گزر چکیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسلامی ممالک کو تیل اور سونے جیسی دولت سے نوازا لیکن وہ اس سے فائدہ اٹھا کر دنیا سے اپنا لوہا نہ منوا سکے۔ مسلمانوں کی کمزوریوں کی بدولت دوسری اقوام مسلم تہذیب اور اکابرین پر انگلیاں اٹھانے سے بھی نہیں چوکتے۔ دنیا میں رہنے والے تمام افراد چاہے وہ کسی بھی عقیدے کے پیروکار ہیں کا فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کو dehumanize نہ کریں تاکہ دنیا طاقت کی کشمکش سے پاک ہو جائے لیکن کیا ایسا ممکن ہے شاید نہیں...... دنیا کی پیتھالوجی میں انفرادیت اور اجتماعیت کا دخل ہر دور میں رہا ہے اور رہے گا۔ حاکم یا فاتح جب تک باضمیر، روشن دماغ اور انسانیت پرست ہوگا جب جب محمد بن قاسم تیری یاد دلوں کو گرمائے گی۔ انفرادی پیتھالوجی درست ہوگی تو اجتماعی خود بخود ٹھیک ہو جائے گی۔ جب جب کسی قوم کے پاس نایاب ہیرے آ جاتے ہیں تو ان کی چمک دمک سے قوموں کی تاریخ روشن ہوگی بصورت دیگر گھٹا ٹوپ اندھیرا جس سے آج عالم اسلام میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔ محمد بن قاسم عالم اسلام کے مقدر کا وہ ستارہ تھا جو بامِ عروج پر پہنچ کر ڈوب گیا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا
(اقبال)

محمد بن قاسم نے جاسوسی کا نظام حضرت خالد بن ولید سے سیکھا۔ جاسوسی کے علم کی بنیاد پر قائم کیا تھا۔ اس حکمت عملی کے تحت محمد بن قاسم نے چار سو جاسوس پھیلا رکھے تھے۔ انہی جاسوسوں کی بدولت وہ قیروان اور اروڑ تک پہنچ پایا تھا۔

آج دریائے سندھ اپنی اس شکل میں نہیں جو آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل تھا۔ اس دور کی بستیوں اور قصبوں کا آج کہیں نام ونشان نہیں ملتا چنانچہ ان کے غائبانہ تذکرے پر ہی گزارا کرنا پڑتا ہے۔ دریائے سندھ میں گرنے والے کئی معاون دریا خشک ہوکر آبادکاریوں کی نذر ہو گئے۔ کئی محقق کل کے برہمن آباد کو آج کا منصورہ کہتے ہیں لیکن مورخین کی تحریریں اس بات کا پتہ بتاتی ہیں کہ برہمن آباد منصورہ سے سات آٹھ میل کی دوری پر تھا۔ چاہے آج وہ بستیاں نہیں رہیں اور نہ وہ ندی نالے رہے لیکن ان مجاہدین کا تذکرہ تاریخ کے اوراق سے کبھی مٹایا نہ جاسکے گا جو دل میں اسلام کی شمع جلائے جان اللہ کی راہ میں قربان کرنے اس دور دراز علاقے میں آئے۔

جب راجا داہر نے محمد بن قاسم کی پیش قدمی اور پے درپے فتوحات دیکھیں تو اپنے بیٹے جے سینا سے مخاطب ہو کر کہا کہ اب یہ جنگ دو ملکوں یا بادشاہتوں کی نہیں بلکہ دو مذہبوں کی جنگ ہے لیکن محمد بن قاسم نے ایسے خیال کا اظہار نہیں بلکہ اس نے حکم دیا کہ مقامی لوگوں کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آیا جائے اور خدائے واحد پر ایمان لانے کی تبلیغ کی جائے تا کہ وہ جاہلانہ اور مشرکانہ رسومات اور نظریات سے چھٹکارا پا کر صراطِ مستقیم پر چل سکیں۔ ایک لحاظ سے یہ جنگ حق و باطل کی جنگ تو تھی جس میں راجہ داہر باطل کی نمائندگی کر رہا تھا اور محمد بن قاسم مظلوموں کی پکار پر اور ظالموں کو قانون کی گرفت میں لانے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا کر آیا تھا۔

راجا داہر کی سوچ یہ تھی کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا ہے اور محمد بن قاسم کو تلوار کے زور پر روکنا درحقیقت اسلام کے پھیلاؤ کے آگے بند باندھنا ہے۔ بقول داہر ایران کے مجوسیوں اور عیسائیوں کے مذاہب کمزور تھے جن کی بدولت اسلام کو فروغ ملا لیکن ہندوستان، دیوتاؤں کی سرزمین ہے جو اس سرزمین پر یورش کرے گا دیوتا اسے خاک میں ملا دیں گے۔ یہ محمد بن قاسم جو کل کا چھوکرا ہے میرے ساتھ کیا خاک مقابلہ کرے گا وہ تو ہماری ایک ہندو ناری کے حسن و جمال کی تاب نہیں لاسکتا۔ داہر کے اس بیان سے اس کے ذہن میں جنم لینے والی ایک ترکیب یا جنگی چال کا عندیہ ملتا ہے۔ ہندومت عورت کو ہر معاملے میں قربانی کا بکرا بنانا اپنا فرض اولین سمجھتا تھا۔ عورت چاہے چند یوم کی دلہن ہو اسے خاوند کی موت کی صورت میں جان قربان کرنا پڑتی تھی اور خاوند کی چتا کی آگ میں جلنا ہی اس کے لیے سورگ کی ضمانت قرار دیا جاتا تھا جبکہ اس کے اپنے بنیادی حقوق کا دور دور تک نام و نشان نہ تھا۔ اب جبکہ عربی تلوار نے ہندو راجا کے دل و دماغ کو ماؤف کر دیا تھا اور تمام تر تدبیریں اور ترکیبیں بیکار پڑ گئی تھیں انھوں نے عورت کو مہرہ بنا کر چال چلنے کی کوشش کی تا کہ محمد بن قاسم کو گمراہ کر سکیں کیونکہ محمد بن قاسم ابھی نوعمر تھا انھیں یقین تھا کہ ایک مرتبہ قاسم ان ہندوؤں کی بھتیجی لڑکی کے دامن اُلفت کا شکار ہو گیا تو ان کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ چنانچہ راجا داہر نے حکم دیا کہ اب کی مرتبہ ہندو ناریاں ہمارے مرنے کے بعد قربانی دینے کے علاوہ ہماری زندگی میں ہی قربانی پیش کریں گی تا کہ ملکی سالمیت پر آنچ نہ آئے اور ان کا نام ہمیشہ کے لیے اَمر ہو جائے۔ سکیم کے مطابق خوبرو لڑکیوں کی ایک جماعت کو کسی حیلے بہانے سے محمد بن قاسم تک رسائی حاصل کرنا تھی اور پھر موقع ملتے ہی اسے جان سے مارنا تھا لیکن کیسے؟؟؟

خوبرو لڑکیوں کا وار

نیرون کی فتح کے بعد جب مسلمان اس شہر میں مقیم ہو گئے۔ محمد بن قاسم اپنے خیمے میں عشاء کی نماز سے فارغ ہوا تو اسے اطلاع دی گئی کہ ایک بوڑھی عورت اس سے ملنے کی طلب گار ہے۔ اجازت ملنے پر بوڑھی عورت محمد بن قاسم کے روبرو پیش ہوئی اس کے ساتھ سات کے قریب

لڑکیاں تھیں سب کی سب نوعمر اور بلا کی حسین تھیں۔ اس بوڑھی عورت نے ہندو طریقے پر غلاکار کیا اور بتایا کہ انھیں مسلمانوں کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ وہ وحشی اور عیاش لوگ ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی جوان لڑکیوں کی عزت بچانے کے لیے کہیں چھپ گئی تھی۔ اب جبکہ شہر فتح ہو چکا ہے اور ہر شہری کی جان و مال محفوظ ہے وہ اظہار تشکر کے طور پر حضور والا کی خدمت میں حاضر ہوئی ہے تاکہ آپ کی قدم بوسی کا فیض حاصل کر کے آپ کو آپ کی پسند کا تحفہ پیش کر سکے۔ محمد بن قاسم نے ترجمان کے ذریعے ان سے بات کی اور اسے بتایا کہ اسے یا اس کی لڑکیوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے وہ جا سکتی ہے اور ساتھ ان لڑکیوں کو بھی لے جا سکتی ہے۔ ہم یہاں عیش و عشرت کے لیے نہیں آئے بلکہ آپ لوگوں کے لیے انصاف کا وہ نظام لائے ہیں جو ہمارے مذہب کا عطا کردہ ہے اور آپ کے لیے نیا ہے۔ ابھی محمد بن قاسم کی بات ختم نہیں ہونے پائی تھی کہ ان میں سے ایک لڑکی جو انگارہ اور شرارہ تھی اور اپنی طرف سے آگ لگانے آئی تھی قاسم کے قدموں میں بیٹھ گئی اور کہنے لگی آپ انسان نہیں اوتار ہیں میں کچھ دیر آپ کے نزدیک رہنا چاہتی ہوں اور یہ بات اس نے عربی زبان میں کہی۔ اسی اثناء میں ترجمان بوڑھی عورت اور دوسری لڑکیوں کے ساتھ محمد بن قاسم کے خیمے سے باہر جا چکا تھا۔ لڑکی نے پھرتی دکھائی اور قاسم کو باتوں میں لگا کر اس کے نزدیک پہنچ کر اس کا ایک ہاتھ تھام لیا اپنی طرف سے لڑکی نے میدان مار لیا تھا لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کا واسطہ اللہ کے کس بندے سے پڑا ہے وہ ان جیسی لڑکیوں کے لیے برف کی طرح یخ بستہ اور دشمنوں کے لیے آگ کی مانند ہے۔ قاسم کے جوان چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ جب لڑکی نے اس کا ایک ہاتھ تھاما تو قاسم نے آگے بڑھ کر اس لڑکی کا دوسرا ہاتھ بھی تھام لیا اور اس کے ہاتھ کی انگلی میں پہنی خوبصورت اور چمکدار انگوٹھی کے اوپر انگلی رکھ کر انگوٹھی کی تعریف کی۔ لڑکی نے کہا اگر آپ چاہیں تو یہ آپ کی ہو سکتی ہے۔ قاسم نے جواب دیا کیا تم مجھے یہ انگوٹھی دینے آئی ہو یا جو کچھ اس کے اندر ہے وہ میرے لیے ہے۔ لڑکی کے چہرے پر ایک رنگ آیا اور بے ساختہ اس کے منہ سے ''نہیں'' نکلا۔ قاسم نے انگوٹھی پر ہاتھ رکھ کر اسے دبایا تو اس میں ایک سفوف پڑا پایا۔ معاملہ اب قاسم کے سامنے عیاں تھا۔ محمد بن قاسم کو ہندو ناری کے ذریعے زہر دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ دراصل اس زمانے میں یہ کوئی نیا طریقہ واردات نہ تھا صرف ہندوستانی سرزمین پر مسلمانوں کے سالار کے خلاف یہ گھمبیر واقعہ تھا۔ اب لڑکی جو اپنا نام شومو بتاتی تھی قاسم کے رحم و کرم پر تھی اس نے سر جھکا لیا۔ قاسم نے دریافت کیا اب تم کیا کہتی ہو۔ لڑکی نے ہاتھ باندھ کر بولنا شروع کیا۔ آپ کے خلاف یہ سازش راجا داہر کے محل میں داہر، بدھمین اور رانی کی موجودگی میں تیار کی گئی تھی اور میری یہ ذمہ داری تھی کہ آپ کو اپنے حسن کے جال میں پھنسا کر یہ زہر آپ کے حلق میں انڈیل دوں لیکن بھگوان کو یہ منظور نہ تھا۔ قاسم گرجا اے بدقسمت لڑکی میں نے راجا بدھمن کو پہلے بھی ایک مرتبہ حملہ آور لڑکیوں کے ذریعے پیغام بھجوایا تھا کہ مردوں کی طرح میدان میں آئے اور تلوار کے ذریعے مقابلہ کرے عورتوں کی طرح چھپ کر وار نہ کرے۔ اسے اس کے قلعے کی دیواریں میری تلوار سے بچا نہیں سکتیں۔

اب تمہاری سزا یہی ہے کہ تم یہاں سے زندہ، باعزت اور بحفاظت جا کر بدھمن کے منہ پر طمانچہ مارو گی۔ لڑکی نے خود کو زہر دینے کی خواہش ظاہر کی لیکن قاسم نے گرج کر اسے منع کیا اور کہا کہ اسے قاسم کی حفاظت میں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ہم جس دین کے پیروکار ہیں وہ عورت کی حفاظت کا درس دیتا ہے نہ عصمت دری کا اور نہ قتل کا۔ تمہارے ساتھ ہمارے دو محافظ جائیں گے جو تمھیں بحفاظت تمہاری جگہ تک چھوڑ آئیں گے۔ لڑکی کے چہرے پر ایک عجیب تاثر آ چکا تھا جیسا وہ کچھ اور ہی سوچ بیٹھی ہے۔ اس نے بے ساختہ جواب دیا نہیں سالار مجھے کوئی محافظ نہیں

چاہیے ہم جیسی لڑکیوں کی کونسی عزت ہے جس کے لٹنے کا ڈر ہو ہم تو پہلے ہی ان پنڈتوں، پروہتوں کے ہاتھوں کا کھلونا ہیں یہ کہہ کر وہ قاسم کے خیمے سے نکل گئی۔

قاسم کے ساتھ ملاقات نے شومو کی زندگی کو یکسر بدل ڈالا تھا۔ اس کی وہ حسیں جو مندر میں پروان چڑھنے پر ماردی گئی تھیں جب ان کی تربیت کی گئی اور ان کی برین واشنگ کر کے انھیں یہ بتادیا گیا تھا کہ جسمانی طور پر وہ مندر کے پروہتوں اور پنڈتوں کی رکھیلیں ہوں گی اور مذہبی طور پر اپنے ملک و مذہب پر جان قربان کر کے امر ہو جائیں گی۔ دوسرے لفظوں میں آج کے دور کے خودکش بمبار اور آٹھویں صدی کے ہندو چانکیہ کے پیروکاروں کا طریقہ واردات ایک ہی طرح کا نظر آتا ہے۔ جب ہندو کی تلوار عربی تلوار کی کاٹ نہ سہہ سکی تو اس نے اپنی عورتوں کو ڈھال بنالیا۔ کم و بیش یہی کیفیت آج بھی غالب ہے۔ ہندوؤں نے اپنی خوبرو عورتوں کو میڈیا کے ذریعے دنیا کو گمراہ کرنے بالخصوص مسلمانوں کی برین سیٹنگ خراب کرنے کے لیے حرکت میں لار کھا ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا جب وہ کوئی نئی نوعمر ماڈل متعارف نہ کروائے اور پھر اس کی خوبصورتی کو سارے دنیا میں بھارت ماتا کی پروڈکٹ کے طور پر پیش نہ کرے اور آج کی مسلم عورت کو گمراہ نہ کرے۔ مسلم عورت کو یہ یادرکھنا ہوگا کہ ہندو کے ساتھ ہماری مذہبی چپقلش ہے جو صدیوں سے جاری اور تاقیامت جاری رہے گی صرف ہماری ترقی، خوشحالی، اتحاد، یگانگت اور طاقت ہی ہمیں اس خطے میں ہندو کے شر سے بچاسکتی ہے۔

شومو بھی اسی برہمنی نظام کی پیداوار تھی جس کی جوانی کو ہندو پنڈت چاٹ رہے تھے اور دشمنوں کے خلاف بطور مہرہ اور ہتھیار استعمال کرتے تھے۔ شومو کا واسطہ پہلی مرتبہ کسی ایسے مرد کے ساتھ پڑا تھا جس کی نظر میں حیا تھی قاسم کی باتوں اور اس کی شخصیت نے شومو کی برین سیٹنگ خراب کر کے اس لڑکی کو ہندووانہ نظام کی تباہی کے لیے خودکش بمبار بناڈالا تھا۔ قاسم کے خیمے سے نکل کر وہ سیدھا مندر پہنچی۔ بڑے پنڈت نے اسے دیکھ کر فوراً بلایا اور پوچھا کیا کام ہو گیا ہے؟ لڑکی نے جواب دیا جی ہاں مہاراج کام ہو گیا ہے۔ پنڈت نے خوشی کا نعرہ لگایا اور لڑکی کو اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا تھا۔ لڑکی کیا مجال تھی کہ وہ پنڈت کے سامنے مزاحمت کرتی اس سے قبل بھی وہ دو مرتبہ پنڈت کے بستر کی زینت بن چکی تھی۔ لیکن اس مرتبہ اس کے ارادے کچھ اور ہی تھے۔ جب پنڈت نے شومو کو بستر پر گرایا اور چومنا شروع کر دیا تو شومو نے پنڈت کے سینے پر اپنا نازک ہاتھ رکھ کر کہا پنڈت جی مہاراج اتنی جلدی بھی کیا ہے مجھے پانی تو پی لینے دیں۔ پنڈت نے اپنے بڑے منہ کو کھولا اور دانت نکالتے ہوئے کہا یہ رات پانی پینے کی نہیں ہے۔ یہ کہتے ہوئے اس نے طاق سے ایک صراحی اور دو گلاس شومو کے ہاتھ میں تھمائے اور کہا خود بھی پی اور مجھے بھی پلا۔ لڑکی نے پنڈت کی طرف پشت کر کے اس کے لیے شراب کا جام تیار کیا اور انگوٹھی والا سفوف اس میں انڈیل دیا۔ لڑکی نے جام پنڈت کی طرف بڑھایا اور پنڈت نے بدمستی کے نشے میں اسے ایک لمحے میں حلق میں گرادیا یہی لمحہ اس کی زندگی کا آخری لمحہ ثابت ہوا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا اور ہذیان بکنے لگا یہ تم نے مجھے کیا پلادیا ہے کتیا۔ شوما کے لیے زہر کا اس تیزی سے اثر کرنا شوما کے لیے بھی حیران کن تھا بہر کیف ہوئی اپنی کام کر چکی تھی جو زہر ہندو نے مسلمان کے لیے بھیجا تھا وہ ہندو کی ہلاکت کا سبب بنا۔ پنڈت کی ہولناک آوازوں نے مندر میں موجود چھوٹے پنڈتوں کو اپنی طرف متوجہ کیا وہ لوگ مدد کے لیے بھاگے بڑے پنڈت نے انھیں بمشکل بتایا کہ اسے اس لڑکی نے زہر دیا ہے۔ شوما اس سے قبل سرعت سے کمرے

سے نکل چکی تھی اور جان بچانے کے لیے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کر رہی تھی لیکن شومئی قسمت وہ ایک ایسی راہداری میں جا نکلی جو آگے سے بند تھی اور یوں اس کا تعاقب کرنے والے پنڈتوں اور ان کے چیلوں نے اسے جالیا اور ہاتھ پاؤں باندھ کر پھینک دیا۔

پنڈت کا قتل کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ اس واقعے سے محمد بن قاسم کے انتظام سلطنت پر انگلی اُٹھ سکتی تھی۔ ہندو سول سوسائٹی میں خوف و ہراس کے ساتھ بے اطمینانی پھیل سکتی تھی۔ چنانچہ اس واقعے کی اطلاع قاسم تک پہنچائی گئی۔ دوسری طرف شوما کو گرفتار کر کے بھوکا پیاسا رکھا گیا اور پھر راجہ داہر کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے اور بھوکا پیاسا رہ کر شوما اُدھ موئی سی ہو گئی تھی جب اسے رانی مائی کے سامنے پیش کیا گیا تو اس میں کھڑے ہونے کی صلاحیت بھی نہ تھی۔ اس پر تشدد کیا گیا تھا۔ پنڈت بدھیمین نے تابڑ توڑ سوال کرنا شروع کر دیے تھے۔ بتاؤ محمد بن قاسم سے کیا باتیں ہوئیں تم نے وہ کام کیوں نہیں کیا جس کے لیے تمھیں بھیجا گیا تھا۔ تم نے اپنے دھرم کو بھرشٹ کر لیا اور پنڈت جی مہاراج کو زہر کیوں دیا، اے بدقسمت لڑکی تم ان ملیچھوں سے مل گئی ہو وغیرہ وغیرہ شوما نے جواب دینے کی کوشش کی لیکن نہ بول سکی۔ اس نے بمشکل کہا کہ مجھے پانی دیا جائے ورنہ میں بات نہ کر سکوں گی اور جو آپ جاننا چاہ رہے ہیں وہ میں کیسے بتا پاؤں گی۔ راجہ بدھیمین کہہ رہا تھا کہ اسے کچھ نہ دو یہ خود ہی بولے گی لیکن رانی کے کہنے پر شوما کو پانی اور خوراک دی گئی جس کے بعد وہ بولنے کے قابل ہوئی۔ وہ یوں گویا ہوئی، اس کی آواز میں ہندو جاتی کے نظام کے خلاف نفرت پنہاں تھی اس نے کہا ''میں نے پنڈت کو مار کر کوئی پاپ نہیں کیا وہ اسی قابل تھا اس کا کام کیا تھا خوبرو لڑکیوں کی عزتیں تار تار کرنا اور جنسی لذت حاصل کرنا تھا۔ میری جوانی کو اس نے چاٹ لیا تھا۔ اس غلیظ کے ناپاک تھوک کا لمس آج بھی مجھے اپنے گال پر محسوس ہوتا ہے۔ راجہ بدھیمین یہ سن کر دھاڑا او لڑکی پنڈت جی مہاراج بول اُدب سے نام لے۔ شوما بولتی چلی گئی میرے دل میں محمد بن قاسم کی شخصیت اور کردار اس قدر گھر کر گیا تھا کہ اس نے پنڈت کے خلاف نفرت کا روپ دھار لیا اور میں نے پنڈت کو مارنے کا فیصلہ کر کے عملی جامہ پہنا دیا۔ مجھے علم ہے کہ میرے مقدر موت ہی ہے تو پھر میں اپنی آتما کو مطمئن کر کے کیوں نہ مروں۔ شوما اپنے دل کی بھڑاس نکال رہی تھی۔ اس نے کہا کہ جہاں اس کے اپنے ہم دھرموں نے اس کی عزت و ناموس کی حفاظت نہ کی اور مندر کے تقدس تک کا خیال نہ رکھا۔ وہاں غیر مسلمانوں نے نہ صرف اس کی بلکہ اس جیسی سینکڑوں لڑکیوں کی عزت کو تحفظ دیا۔ شوما کا یہ بیان راجہ داہر کو کہاں قابل قبول تھا۔ اس نے کہا کہ اس کے دماغ پر ملیچھوں نے جادو کر دیا ہے۔ اس نے شوما کے قتل کا اشارہ کیا اور تھوڑی دیر بعد یہ خوبرو لڑکی بھیانک موت کا شکار بن کر ایک لاش میں تبدیل ہو چکی تھی جس کی چتا کہیں دور ویرانے میں جلنا مقدر تھی۔

واقع کی رپورٹ ملنے پر محمد بن قاسم نے شعبان ثقفی کو بلایا اور اسے جاسوسوں کی ایک ٹیم کے ساتھ واقع کی تحقیقات کے لیے بھیجا۔ شعبان ثقفی سراغ رسانی اور تفتیش میں ماہر تھا وہ مندر کے دوعد پر پہنچا اور پنڈت کی لاش کو دیکھتے ہی بولا اسے زہر سے ہلاک کیا گیا ہے۔ اس نے وہ برتن دیکھا جس سے پنڈت نے شراب پی تھی اس میں پڑے چند قطرے جو تھے وہ شعبان کے حکم پر ایک کتے کے منہ میں اُنڈیلے گئے تو کتا بے جان ہو کر لڑھک گیا۔ ثابت ہو گیا کہ پنڈت کی موت زہر سے ہوئی ہے۔ یہ اطلاع محمد بن قاسم کو بھجوا دی گئی۔ اب سوال یہ تھا کہ آیا یہ کام کسی مقامی کا ہے یا کسی مسلمان کا ہے۔ شعبان نے مندر کے چھوٹے بڑے پنڈتوں اور ان کے ملازموں کو شامل تفتیش کیا تو پتہ چلا کہ رات کو ایک لڑکی کو پنڈت کے کمرے

میں جاتے دیکھا گیا تھا۔لڑکی کا حلیہ دریافت کرنے پر شعبان ثقفی نے لڑکی کا نام شومو لیا تو پنڈت چونک اُٹھا کہ ہاں لڑکی کا یہی نام تھا۔معاملے کی کڑیاں کھلتی چلی جارہی تھیں لیکن اس کے آگے کوئی پنڈت منہ کھولنے پر تیار نہ تھا۔شعبان نے سب متعلقین کو ایک قطار میں کھڑا کروایا اور تیراندازوں کو نشانہ باندھنے کا حکم دیا۔شعبان نے گرج دھاڑ آواز میں حکم دیا میرے اگلے اشارے پر تم سب نانجار حرام موت مر جاؤ گے تم لوگوں کے پاس یہ آخری موقع ہے۔ایک پنڈت آگے بڑھا اور اس نے کہا میں بتاتا ہوں یہ کہہ کر اس نے شوما اور پنڈت کا سارا واقعہ شعبان ثقفی کے روبرو گوش گزار کر دیا۔شعبان ثقفی کے استفسار پر پنڈت نے بتایا کہ شوما کا جرم یہ تھا کہ اس نے جس کو زہر دینا تھا اس کو نہیں دیا بلکہ پنڈت جی مہاراج کو دے دیا۔اس کا ٹارگٹ محمد بن قاسم تھا،ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ مسلمان لڑکیوں کے دلدادہ ہیں چنانچہ ایک بڑھیا کو بھیج کر خوبرو لڑکیوں کو محمد بن قاسم کے خیمے تک پہنچایا گیا آگے کام لڑکیوں کا تھا لیکن وہ محمد بن قاسم کی شخصیت کے سحر تلے آ کر اپنا سحر بھول گئیں۔پنڈت مزید گویا ہوا کہ ان کا سالار ابھی بھی خطرے میں ہے۔اس نے بتایا کہ ہندوستان جادوٹونے کی سرزمین ہے جو کام تلوار سے نہ نکلے عورت سے نکالتے ہیں اگر عورت بھی ناکام ہو جائے تو جادوٹونے کا سہارا لیتے ہیں۔آپ قلعے پر قلعے فتح کر سکتے ہیں لیکن ہمارا جادو آپ کو اس جادونگری میں گم کر دے گا۔ہندومت ایک زہر کی طرح تمہاری رگوں میں پھیل جائے گا۔تم اس خطے میں جتنا چاہو اسلام لے آؤ لیکن ہندومت کے اثرات نہ نکال سکو گے۔میں من کی آنکھوں سے دیکھ کر تمھیں بتا سکتا ہوں کہ تمہارا سالار محمد بن قاسم یہاں سے زندہ لوٹ کر نہیں جائے گا۔پنڈت کا بیان بظاہر جذباتی بیان تھا لیکن تاریخ کے اوراق پر ہنوز محفوظ ہے اور درست بھی ثابت ہوا۔

پنڈت کے اقبالی بیان کی اطلاع کے بعد محمد بن قاسم کا حکم نامہ آیا کہ تمام مندر بند کر دیے جائیں،ہندو اپنے اپنے گھروں میں پوجا پاٹ کریں۔مندر کے تمام چھوٹے بڑے پنڈت اور ان کے مددگار قتل کر دیے جائیں۔

تمام انسانی تہذیب کی اساس کم و بیش یکتا ہے اور تمام تر کائنات کی تخلیق کرنے والا بھی یکتا ہے جو انسان جس تہذیب میں جنم لیتا ہے اُسی کو برتر تصور کرتے ہوئے دوسرے کی تہذیب میں عیب تلاش کرنا باعث ثواب اور قومی خدمت تصور کرتا ہے جبکہ بنی نوع انسان کے مسائل دُکھ درد، غمی خوشی، کھانا پینا، جذبات اور خواہشات کم و بیش یکساں ہیں۔یعنی انسانیت سرِفہرست ہے باقی سب کچھ بعد میں ہیں۔یہ فلسفہ اگر سمجھ کر اپنا لیا جائے تو دُنیا بھر میں قتل و غارت اور باہمی دشمنی کو دبایا جا سکتا ہے اور انسانی معاشرے کی لازوال انسان دوست قدروں کو فروغ مل سکتا ہے۔

دُنیا میں گر کسی ایک قوم کو دوسری قوموں پر برتری کا کوئی پیمانہ بنایا جا سکے تو علم و ہنر کے بعد سماجی انصاف کی بنیاد پر اس قوم کی تقلید کا تصور کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ اُس قوم کی اخلاقی قدریں تمام اقوام کے لیے قابلِ قبول ہوں۔قرونِ وسطیٰ کے مسلمان علم و تحقیق اور سماجی انصاف میں اپنی مثال آپ تھے۔دوسری اقوام کو اس اعلیٰ سماجی انصاف (Social Justice) سے متعارف کروانا لازماً اُن کی فطری خواہش رہی ہوگی جو کسی بھی زاویے سے غلط نہیں ہے۔مسلمانوں کی ہندوستان آمد حادثاتی قرار دی جا سکتی ہے کیونکہ ان مہمات میں جارحیت دور دور بھی نظر نہیں آتی بلکہ rage اور courage کا ملاپ نظر آتا ہے۔بات سماجی انصاف کی چل رہی تھی قرونِ اُولیٰ اور قرونِ وسطیٰ میں مسلمانوں کا سماجی انصاف کا نظام مثالی تھا جبکہ آج امریکہ اور اُس کے صلیبی حلیفوں کے ہاں اُن کے اپنے عوام کے لیے تو سماجی انصاف مثالی ہے مگر دوسرے انسانوں کے لیے نہیں۔لیکن کیا

اُن کی اخلاقی قدریں قابلِ تقلید ہیں اس کا فیصلہ تاریخ کا قاری خود کرے گا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم عوام الناس اپنے حقوق اور فرائض کو سمجھ کر شعور حاصل کریں اور اپنے اکابرین کا انتخاب عقل و دانش اور قومی جذبے سے کریں۔ اسی صورت میں عہدِ حاضر کو محمد بن قاسم مل سکتا ہے بصورتِ دیگر خوابوں اور دُعاؤں کو بھی اَسباب کی ضرورت ہوتی ہے۔ قرآن کا حکم ہے کہ آپ اپنی عسکری اور حربی تیاری کو جنگ کی سی حالت کی طرح تیار رکھیں تا کہ آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن اس بات کی جرأت نہ کر سکیں کہ وہ اسلامی مملکت پر حملہ کر سکیں۔

Vigilance is the price of liberty.

کتابیات

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف	سن اشاعت
1-	چچ نامہ	مرزا قلیچ بیگ فریڈز بیگ	دوباری اشاعت 1999ء
2-	منگول سے مُغل تک	نکولس ایف گیئر	گونڈگا یونیورسٹی مئی 2006ء
	ہندوستان میں مذہبی فساد، آٹھویں، نویں صدی		
3-	Medievel India under Mohammadan Rule 712-1764	سٹینلے لین پول	نیویارک 1970ء
4-	Islam in the Indian Sub-continent ISBN 90-04-06117-7	این میری شمل	دوبارہ اشاعت یکم جنوری 1980ء
5-	Fundamentalisms Compreheaded ISBN 0-226-50888-9		یونیورسٹی آف شکاگو پریس یکم مئی 2004ء
6-	India Divided	راجندر پرشاد	بمبئی 1946ء
7-	The Influence of Islam on Indian Culture	تاراچند	الہ آباد 1936ء
8-	The Indian Subcontinent in Historical Perspective	اے ایل ہاشم	لندن 1958ء
9-	سندھی کلچر	یو۔ٹی۔ٹھاکر	بمبئی 1959ء صفحہ 56
10-	ہفت تماشا	مرزا محمد حسن قتیل	برٹش میوزیم اورینٹل صفحہ 54
11-	Religion and Society in Arab Sind	Maclean N. Derryl	ISBN 9004-08551-3

نمبر	کتاب	مصنف	تفصیل
-12	Essai Sur Les Origines du Lexigue Technique de la Mystique Musulmane	Lous Mesgnar	1922ء پیرس صفحہ 64
-13	عرب وہند کے تعلقات	سلیمان ندوی	الہ آباد 1950ء
-14	Voyage du Merchande arabe Sulayman	ترجمہ: جی فرانڈ	پیرس 1922ء
-15	Literal History of Arabs	آر اے نکلسن	1941ء صفحہ 38-36
-16	Early Moselem Accounts of the Hindu	ازای یار یہلسک	بمبئی 1880ء 44 تا 50 صفحہ
-17	المسالک والممالک	ابن خرداذبہ	مرتبہ ڈی گوجے 1889ء
-18	برصغیر میں اسلامی کلچر	پروفیسر عزیز احمد	ترجمہ: ماخوذ ایلیٹ
-19	حجاج بن یوسف	الماس ایم اے	
-20	محمد بن قاسم	نسیم حجازی	
-21	آب کوثر	شیخ محمد اکرم	2002ء
-22	www.wikipedia.com		
-23	www.encyclopedia.com		
-24	www.hisotry.com		
-25	عاصمہ تبسم لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور		
-26	سیرۃ سید البشر ﷺ	پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ	2004ء